مکمل ناول

# راہ گزرے قسمت

از قلم ماورا بلوچ

ارے ارے تم ابھی تک مجسمہ بن کہ وہیں کی وہیں بیٹھی ہو؟؟ بڑے پاپا نے سختی سے کہا ہے کہ سب افطار کے لیے وقت پر پہنچ جانا۔۔۔ نور تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے سامنے بیڈ پر موبائل میں کھوئی نفیسہ سے کہتی ہے۔

ایپا ہو جاتی ہوں تیار ابھی تو کافی وقت ہے افطاری میں اور دوسرا مجھے یہ بڑے پاپا کی باتوں سے ڈرانے کی کوششیں نہ کیا کریں مجھ پر اُن کی کوئی بھی بات اثر نہیں کرتی اور نہ ہی میں اُن سے ڈرتی ہوں۔۔۔ وہ اپنے موبائل سے نظر اُٹھاتے ہوئے نور سے کہتی ہے۔

ریلی؟؟ نور اُس کی بات سن کے آئی برو اُٹھائے پوچھتی ہے۔

اور نہیں تو کیا؟؟ نفیسہ سر کو جھٹک کہ کہتی موبائل کو چلانے لگ جاتی ہے۔

جی جی بڑے پاپا ہم تیار ہو گئے ہیں بس کچھ ہی دیر میں نکلنے والے ہیں۔۔۔ نور موبائل کان سے لگائے کہتی ہے۔

بس بڑے پاپا یہ نفیسہ کہہ رہی ہے ابھی بہت وقت ہے افطاری میں۔۔۔ نور آنکھیں گھماتے ہوئے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے جس کو سن نفیسہ کے ہاتھ میں پکڑا موبائل جھٹ سے نیچے گرتا ہے۔۔۔

ایپا نہیں پلیز نہیں۔۔۔ نفیسہ نور کی طرف دیکھ رونے والا منہ بنا کہ کہتی ہے۔

جی جی میں نے بتایا تھا اُسے کہ آپ نے جلدی آنے کا کہا ہے لیکن وہ تو کہہ رہی تھی کہ آپکی کوئی بات بھی اُس پر اثر نہیں۔۔۔ نور کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب نفیسہ بھاگ کر اُس کے پاس آتی اور جلدی سے موبائل اُس کے کان سے کھینچ لیتی ہے۔

بڑے پاپا اپیا مذاق کر رہی تھی آپ جانتے ہیں ناں میں آپکی کوئی بھی بات رد کرنے کا خیال بھی نہیں لا سکتی دل و دماغ میں۔۔۔ نفیسہ موبائل کو کان سے لگاتے تیزی سے کہتی ہے۔

ہیلو ہیلو؟؟ بڑے پاپا۔۔۔ دوسری طرف سے آواز نہ آنے پر نفیسہ کہتی ہے اور پھر نور کی چال سمجھ کر اُس کی طرف غصے سے آپنی آنکھیں گھماتی ہے۔۔۔ جس پر نور منہ پر ہاتھ رکھے ہنس ہنس پاگل ہو رہی ہوتی ہے۔

یہ کیسا مذاق تھا اپیا ابھی مجھے ہارٹ اٹیک آنے والا تھا۔۔۔ نفیسہ نور کو ہنستا دیکھ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ تیزی سے دھڑکنے والی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاہاہاہا شکل دیکھی ہے تم نے اپنی مرنے والی ہو گئی ہے۔۔۔ اور باتیں سنو تو آسمان کو ٹاکیاں لگانے والی۔۔۔ نور اُسے چھیڑتے ہوئے کہتی اور پھر ہنسنے لگتی ہے۔

اپیا۔۔۔ نفیسہ الف پر ضرور دے کر کہتی ہے۔

چلو جلدی شاباش تیار ہو جاو ایسا نہ ہو بڑے پاپا تمھارے ڈر کی وجہ سے آج افطاری لئیٹ کر دیں۔۔۔ نور ہنسی دباتے ہوئے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے جو ابھی تک اپنی دھڑکنوں کو نارمل کرنے کے لیے بیڈ پر جا بیٹھی تھی۔

نفیسہ تیار ہو کر اپنے بھائی عادل کے کمرے میں جاتی ہے جہاں وہ روزے میں بیڈ پر الٹا ہو کر لیٹا ہوا تھا اُس کو دیکھ نفیسہ کو ہنسی آئی تھی۔۔۔

اوے روزے دار اُٹھ جا افطاری کے لیے جانا ہے۔۔۔ نفیسہ عادل کے پاس آ کر اُسے زور زور سے ہلاتے ہوئے کہتی ہے۔

کیا ہے نفی کی بچی سونے دے جیسے ہی دو سیکنڈ رہتے ہو افطاری میں تب آ کر اُٹھا دینا۔۔۔ عادل منہ دوسری طرف کرتے ہوئے نیند میں بھاری آواز سے کہتا ہے۔

جب بھوک برداشت نہیں ہوتی تو زورہ رکھتے ہی کیوں ہو چر سی کہیں کہ۔۔۔ نفیسہ اُس کی حالت دیکھ ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے۔

یار تو ہی بتا کیا کروں ؟؟ آپ کہ آبا حضور کا کہنا ہے کہ اگر عادل نے روزہ نہیں رکھا تو اسکا کھانا بند کر دیا جائے گا۔۔ چاہے روزہ نہ بھی ہو۔۔۔ پھر مجبوراً رکھنا پڑا۔۔۔ عادل ویسے ہی لیٹا اپنے ابو کی کہی ہوئی بات نفیسہ کو بتاتا ہے۔

استغفار تم نے تو مسلمانوں کے نام کو بھی شرما دیا ہے۔۔۔ عادل کی کہی گئی بات سن کر وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہتی ہے۔ جس پر وہ ایسے ہی پڑا رہتا ہے۔

اُٹھ جا اب بڑے پاپا کہ گھر جانا ہے ہمیں افطاری کہ لیے۔۔۔ عادل کو زور سے ہلاتے ہوئے کہتی ہے۔۔ جس کو سن وہ جھٹ سے اُٹھتا ہے۔۔۔

کیا کہا؟؟ بڑے پاپا کہ گھر جانا ہے ؟؟ وہ ہڑبڑا کہ اُٹھتا ہوا کہتا ہے۔۔۔

جی جی گنجوں۔۔۔ نفیسہ عادل کو دیکھ کر کہتی ہے جس نے کچھ دن پہلے ہی سر منڈوایا تھا۔۔۔

عادل بھاگ کر واشروم میں شاور لینے چلا جاتا ہے۔۔اور نفیسہ اُس کے کمرے پر ایک نظر دوڑاتی ہے جو کہ بہت بری حالت میں نظر آرہا ہوتا ہے۔۔۔

اللہ پتا نہیں کیا ہوگا اسکی بیوی کا۔۔۔نفیسہ کمرے کی حالت دیکھ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کہتی ہے اور کمرے کو صاف کرنے لگ جاتی ہے۔

طارق اسلام کی ایک بہن اور دو بھائی تھے۔۔منیب اسلام جو کہ طارق کہ بڑے بھائی تھے دوسرے راجب اسلام جو کہ طارق صاحب سے چھوٹے اور بہن بھائیوں میں تیسرے نمبر پر آتے تھے اور سب سے چھوٹی علینہ اسلام جو کہ اپنے شوہر اور بیٹے کہ ساتھ دوبئی سیٹل تھیں۔۔۔

منیب اسلام کی شادی اُن کہ ماموں کی بیٹی سارہ سے ہوئی تھی اُن کا بیٹا جواد منیب جو کہ منیب اسلام کے گھر کا اکلوتا چراغ تھا۔۔بے حد نخرے والا جس کو خاندان کہ سارے لوگوں سے الجھن ہوتی تھی۔خاندان میں نخریلی دولھن کے نام سے جانا جاتا تھا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ سب اُس کے سامنے اس نام سے اُسے نہیں بلاتے تھے کیونکہ وہ پھر اُنکی شکایت منیب اسلام (بڑے پاپا) سے کرتا تھا جس کو دیکھ سب کی روح تک کانپ جاتی تھی۔

اب باری ہے راجب اسلام کی جنھوں نے سحر جو کہ اُن کی کلاس میٹ تھی اُس سے پسند کی شادی تھی جو کہ طارق اسلام کی سفارش سے منیب اسلام کی اجازت کہ بعد ہوئی تھی اُن دونوں کی شادی کو دو سال ہو گئے تھے لیکن ابھی تک اولاد سے محروم تھے لیکن پھر بھی کافی خوشحال اور مذاقی طبیعت رکھتے تھے۔

علینہ اسلام کی شادی منیب اسلام کے دوست مزمل سے ہوئی تھی جن کا ایک بیٹا حیدر تھا جو کہ بے حد خوبصورت اور سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا اور جو نفیسہ کے خوابوں کا شہزادہ تھا۔۔

طارق صاحب کی شادی اُن کے چاچو کی بیٹی کلثوم سے ہوئی تھی جن کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔۔ بڑی بیٹی نور نیلی آنکھیں رکھنے والی جس کو سب نیلی نیلی بھی کہتے تھے۔۔۔ پھر آتی ہے جی ہماری نفیسہ کی باری جو کہ چالاکیوں میں سب سے آگے اور بے حد خوبصورت تھی جس کے پیچھے جواد منیب پڑا ہوا تھا لیکن وہ کہاں گھاس ڈالتی تھی۔۔ پھر سب سے چھوٹا عادل جو کہ سُست اور ہر طرح کی ٹینشن سے فری رہتا تھا۔۔ ٹینشن اُسے صرف ایک چیز کی ہوتی تھی اور وہ تھی پیسوں کی ہر زور نئے نئے طریقے سوچتا رہتا تھا کہ کس طرح پیسے کما سکے۔۔۔

یہ فیملی کچھ الگ ہی کہانی رکھتی ہے۔۔۔

◈◈◈

عادل واشروم سے باہر آکر شیشے کے سامنے کھڑا اجود کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔۔۔

بیٹا چل شاباش برش کر لے سر پر۔۔ نفیسہ اُسے کے سر کو دیکھ ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے جس کے سر پر ایک بھی بال نہیں ہوتا۔۔۔

یار نفی بندی بن جا تو جانتی بھی ہے کیسے پاپا نے میرا زبردستی سر منڈوا دیا ہے۔۔۔ وہ اُسے دیکھ رونے والا منہ بنا کہ کہتا ہے۔

فیر وی میرا پُت بندا اٹا کی شا کی تے مار لیندا اے۔۔۔ (پھر بھی میرا بیٹا بندا اتا کی شا کی تو مار لیتا ہے) نفیسہ اُس کے پاس آکر اُس کے سر پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔ جس پر عادل سر جھٹک دیتا ہے۔۔ جس پر نفیسہ ہنس ہنس کے بیڈ پر جا گرتی ہے۔

اللہ کرے تیرے سارے بال گر جائیں نفی۔۔۔عادل اُسے ہنستا دیکھ کہتا باہر کو جانے لگتا ہے۔۔

ارے سن تو۔۔نفیسہ وہیں لیٹی ہنستے ہوئے اُس کو کہتی ہے۔جس کو وہ بنا سنے باہر کو چلا جاتا ہے۔

◈◈◈

سب منیب اسلام کے گھر پہنچ کر افطاری کر کے فارغ ہو جاتے ہیں۔۔۔افطاری کے بعد مرد سارے ایک کمرے میں بیٹھے ہوتے ہیں عورتیں ایک الگ کمرے میں اپنے حال ایک دوسرے کو سنا رہی ہوتیں ہیں۔۔اور بچے سارے الگ کمرے میں جا بیٹھتے ہیں۔۔

یار عادل یہ بتا نخریلی دولھن کدھر ہے؟؟لائبہ عادل کو دیکھ کہتی ہے لائبہ نفیسہ کے ماموں کی بیٹی تھی جو کہ نفیسہ کی بہت اچھی دوست بھی ہوتی ہے۔

اپنے آبو کے آنچل میں چھپا ہو گا۔۔۔عادل لائبہ کو دیکھ ہنستے ہوئے کہتا ہے۔۔

اے بدتمیز سدھر جاو بڑے پاپا کو پتا چلا تو بتائے گے۔۔اُن کی بات سن نور کہتی ہے۔

ارے میں کوئی ڈرتا ہوں بڑے پاپا سے عادل موبائل میں گیم کھیلتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

سوچ لو عادل نفیسہ نے بھی یہی کہا تھا۔۔اُس کی بات سن نور کہتی ہے۔

ارے نفیسہ تو ایک نمبر کی ڈرپوک ہے۔۔اس کے ساتھ مجھے مت ملایا کرو۔۔۔عادل گیم میں مصروف ہوتے ہوئے کہتا ہے۔جس پر نفیسہ نور کو ہاتھ کی کہنی مار کر اُٹھ جاتی ہے اور نور نفیسہ کا اشارہ سمجھ ہنسی دباتے ہوئے عادل کو دیکھتی ہے۔

ہمم ہمم۔۔۔ تو مطلب بلکل نہیں ڈرتے تم بڑے پاپا سے۔۔۔ نور اُسے دیکھ پھر سے پوچھتی ہے۔۔

ہاں ناں آپیا میں بلکل نہیں ڈرتا۔۔۔ عادل سپارٹ لہجے میں کہتا ہے۔۔۔

جس پر نفیسہ کمرے کے دروازے پر دیکھتی ہے جہاں منیب اور نفیسہ کھڑے ہوتے ہیں۔۔۔ نفیسہ کی بات کرنے پر وہ منیب کو دوسرے کمرے سے بلالاتی ہے۔۔۔اور باہر کھڑے عادل کی باتیں سننے کے لیے روک لیتی ہے۔

اچھا تو کیا اگر وہ تمھارے سامنے آجائے تب بھی نہیں ڈروگے ؟؟ نور منیب کو دیکھ کہتی ہے۔

ڈر تو دور کی بات ہے اُن کے سامنے کھڑے ہو کر چھاتی چوڑی کر کے کہوں گا اوے منیبے کیا تم نے بچوں کو ڈرایا ہوا ہے۔۔ کبھی مجھ سے بات کر کہ دیکھ۔۔ عادل موبائل کو رکھ نور کو دیکھ چوڑا ہوتے ہوئے کہتا ہے جس پر لائبہ اور نور دونوں منہ کھول ایک دوسرے کو دیکھنے لگ جاتی ہیں۔۔

کیا ہوا کیوں منہ کھول لیا کوئی بات نہیں اتنے بہادر لڑکے کو دیکھ ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔۔۔ عادل اُن کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

عادل۔۔۔ تبھی پیچھے سے آتی آواز اُس کے کانوں میں داخل ہوتی ہے جس کو سن اُس کا پورا جسم کانپنے لگ جاتا ہے اور وہ ایک نظر نور اور لائبہ کی طرف کرتے ہوئے نظروں سے کنفرم کرنا چاہتا ہے کہ جو وہ سوچ رہا ہے وہ سچ ہی ہے نا۔؟؟ جس پر وہ دونوں ہاں میں سر ہلاتی ہیں۔۔۔ عادل کانپتے ہوئے جسم سے تھوک نگلتے ہوئے پیچھے منہ کرتا اور سانے منیب اور نفیسہ کھڑے ہوئے ملتے ہیں۔۔۔

ج۔۔جی بڑے پاپا۔۔عادل کانپتے ہوئے کہتا ہے عادل کا جسم پسینے سے بھیگ چکا ہوتا ہے۔۔

کیا کہہ رہے تھے ؟؟ منیب آئی برو اُٹھائے عادل کو دیکھ پوچھتا ہے۔۔۔

بڑے پاپا و۔۔۔وہ میں فلم کا ڈا۔۔ئیلوگ ب۔۔۔تا رہا تھا۔۔عادل تھوک نگلتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

کونسی فلم ہے جس میں میرا نام آیا ہے ؟؟ منیب اُسے دیکھ پوچھتا ہے۔۔

و۔۔وہ بڑے پاپا۔۔۔اُسکا نام تھا۔۔۔تھا۔۔۔ہمم ہاں اُسکا نام تھا منیبہ ڈاکو عادل سوچتے ہوئے ایک دم سے چٹکی بجاتے ہوئے کہتا ہے۔جس پر نفیسہ نور اور لائبہ بڑی مشکل سے ہنسی کو روکتی ہیں۔۔۔

کیا سچ میں ؟؟ نور ؟ منیب عادل کی بات سن نور سے کو دیکھ پوچھتا ہے۔

ج۔۔۔جی بڑے پاپا۔۔۔یہ سچ کہہ رہا ہے۔۔۔نور خود سے منیب کو بات کرتا دیکھ گھبراتے ہوئے کہتی ہے۔

ٹھیک ہے ایسی فلمیں دیکھنے سے پرہیز کرو۔۔۔منیب ایک گہری نظر عادل پر ڈال کر کیتا ہے۔

بڑے پاپا دیکھنا تو دور میں تو سنو گا بھی نہیں آئیندہ۔۔۔عادل منیب کی آنکھوں کو دیکھ جلدی سے کہتا ہے۔۔۔

منیب اُسے دیکھ وہاں سے چلا جاتا ہے۔۔

اللہ نے بچا لیا عادل آج تجھے۔۔۔عادل جھٹ سے بیٹھتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھے کہتا ہے۔

کیوں عادل میاں کیا ہوا کہاں گیا خاندان کا بہادر لڑکا۔۔۔ اُس کی حالت دیکھ نفیسہ شرارتی انداز میں کہتی ہے۔۔۔ جس پر لائبہ اور نور ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی ہوتی ہیں۔۔۔

چپ ہو جا چھپکلی کہیں کی۔۔۔ پتا نہیں اُس وقت کون کون سی منت مانگی میں نے شکر ہے خدا کا بچا لیا۔۔ عادل اپنا رکا ہوا سانس بحال کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ہاہاہاہا آیا بڑا خطروں کا کھلاڑی۔۔۔ اُس کی حالت دیکھ لائبہ کہتی ہے جس پر وہ تینوں ہنسنے لگ جاتیں ہیں۔

◈◈◈

کمرے میں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا وہ کرسی پر بیٹھا ہاتھ میں سگریٹ پکڑے کافی پریشان سا لگ رہا تھا۔۔۔ کانپتے ہاتھوں سے وہ سگریٹ کو منہ سے لگاتا اور پر اُس کا دھواں ہوا میں اڑا دیتا تقریباً کافی دیر وہ یوں ہی کھویا ہوا پریشان سا سگریٹ پر سگریٹ پھوک رہا تھا اُس کی آنکھیں لال تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا وہ کئی دنوں سے سویا نہیں تھا۔۔۔

وہ اپنی سوچوں میں گم سگریٹ پینے میں مصروف تھا تبھی دروازے پر دستک سے اُس کا دھیان اُس طرح ہوا تھا۔۔۔۔

کون ہے ؟؟ اُس نے بھاری اور اونچی آواز میں پوچھا تھا۔۔ ایسی آواز جس سے آگلے کی روح تک کانپ جائے۔۔۔ اور کچھ ایسا ہی دروازے کی دوسری طرف کھڑی ملازمہ کا بھی تھا۔

ص۔۔۔ صاحب وہ ارحم بابا کب سے رو رہے ہیں چپ نہیں ہو رہے۔۔۔ دروازے کے باہر کھڑی ملازمہ ڈرتے ہوئے کہتی ہے۔

تو تم لوگوں کو کس لیے رکھا ہوا ہے ؟؟ ایک بچہ چپ نہیں کروا سکتے تم لوگ ؟؟ وہ وہیں بیٹھا غصہ سے کہتا ہے اُس کی آواز میں کافی روعب تھا۔

صاحب ہم نے تو دودھ بھی دیا ہے لیکن وہ پھر بھی رو رہے ہیں۔۔۔ ملازمہ ڈرتے ہوئے کہتی ہے۔

اُسے نیند آئی ہو گی۔۔۔ وہ سگریٹ کو ساتھ پڑے سٹرے میں مسلتا ہوا کہتا ہے۔۔۔

نہیں صاحب ہم نے کوشش کی کہ وہ سو جائیں لیکن وہ بہت رو رہے ہیں۔۔۔ وہ دھیمی آواز میں کہتی ہے۔

کیا فضول ملازم رکھے ہوئے میں نے ایک بچہ نہیں سنبھال سکتے۔۔۔ وہ غصے سے کہتا کرسی سے اُٹھتا ہے اور دروازے کی طرف رخ کرتا ہے۔

دروازہ کھولتے ہی وہ باہر کھری ملازمہ کو نظر انداز کیے تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوتا ہے۔۔ جہاں دو ملازمین پہلے سے موجود ایک ننھی سی جان کو اُٹھائے چپ کروا رہے ہوتے ہیں۔۔۔

صاحب ارحم بابا چپ نہیں ہو رہے۔۔۔ ملازمہ اُسے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ سر نیچے کیے تھوک نگلتے ہوئے دھیمی سے آواز میں کہتی ہے۔۔۔

لاؤ مجھے دو اور جاؤ تم لوگ یہاں سے ایک بچہ سنبھالنے کی تمیز نہیں ہے وہ ارحم کو ملازمہ سے لیتے ہوئے بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھتے بھاری آواز میں کہتا ہے۔۔۔

ملازمہ ڈرتے ہوئے اُس کی گود میں ننھی سی جان پکڑاتے باہر کا رخ کرتی ہیں۔۔۔

وہ ارحم کو گود میں لیے ایک گہری نظر اُس پر ڈالتا ہے جو باپ کی گود میں آکر بلکل خاموش ہو جاتا ہے جیسے اُسے اپنے باپ کا ہی انتظار تھا۔۔۔ وہ اُسے چپ ہوتا دیکھ سینے سے لگاتا ہے۔۔۔

بابا کی جان۔۔۔ مجھے معاف کر دینا میں آپکی ماں کو نہیں بچا سکا میری آنکھوں کہ سامنے وہ ہم سے دور چلی گئی۔۔۔ اور پھر سے معافی مانگنا چاہوں گا کہ آپ کہ بابا آپکو وقت نہیں دے پا رہے داؤد بلوچ بہت ٹوٹ گیا ہے بیٹا آپکی ماں کہ جانے کے بعد۔۔۔ وہ اُسے گلے سے لگائے آنکھیں بند کیے کہہ رہا ہوتا ہے۔

ارحم کی پیدائش کہ وقت ہی مریم جو کہ ارحم کی ماں تھی وہ اُن دونوں کو چھوڑ کر اس دنیا سے دور چلی گئی تھی۔۔۔ جس کا اثر داؤد پر تو پڑا ہی پڑا تھا لیکن زیادہ اثر ارحم بلوچ پر پڑا تھا جو کہ ماں اور باپ دونوں کہ پیار سے محروم ہو گیا تھا۔۔۔

داؤد ارحم کو گلے سے ہٹا کر اپنے سامنے کرتا ہے جو کہ سکون سے سویا ہوا ملتا ہے۔۔۔ ارے ابھی تو پورا گھر سر پر اٹھایا ہوا تھا اور ابھی دیکھو تو صاحب زادے کیسے سکون سے سو رہے ہیں۔۔۔ چلیں اچھا ہوا اُن کام چوروں کو تنگ کیا آپ نے۔۔ آج بابا آپ کہ پاس سوئیں گے۔۔ وہ اُس سوتے ہوئے کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا ہے اور اُسے بیڈ پر لیٹا کر خود بھی ساتھ لیٹ جاتا ہے۔

◈◈◈

یار روزے کہ ساتھ مار ڈالہ چلا چلا کہ۔۔۔ کوئی رحم کر لو آپیا۔۔۔ وہ ہاتھوں میں ایک پرس پکڑے آگے چلتی ہوئی نور کو تھکے ہوئے انداز میں کہتی ہے۔

نفی پلیز زیادہ مت بولو۔۔۔ ایک تو عبداللہ کی وجہ سے پریشان ہوں روزے کا حیا بھی نہیں اس لڑکے کو بس ملنا ہے ملنا ہے یہی رٹ لگائی ہوئی ہوتی ہے اس نے۔۔۔ نور تیزی سے چلتی ہوئی منہ بنائے کہتی ہے۔

اللہ تم دونوں عاشقوں کہ چکر میں مجھ معصوم کا روزہ بھی خراب ہو جائے گا یا اللہ میری کوئی غلطی نہیں میں مجبور ہوں میرے حصے کا گناہ بھی ان دونوں کہ سر پر ہی ڈالنا۔۔۔ نفیسہ پیچھے پیچھے چلتی ہوئی آسمان کو دیکھ کہہ رہی ہوتی ہے۔

کیا تم کچھ دیر چپ رہ سکتی ہو نفیسہ ؟؟ نور اُسکی بات سن رکتے ہوئے پیچھے منہ کیے غصے سے پوچھتی ہے۔

آنکھیں کیوں دیکھا رہی ہیں آپیا چپ ہی ہوں۔۔۔ نفیسہ اُس کو دیکھ کہتی ہے۔

چلو اب۔۔۔ نور اُسکا ہاتھ پکڑے ایک ریسٹورنٹ میں لے جانے لگتی ہے۔

کوئی عزت ہی نہیں ہے ایک تو روزے کے ساتھ اس کہ عاشق سے ملنے آ او اور وہ بھی ان سے الگ ٹیبل پر بیٹھو۔۔۔۔ پھر بھی کوئی نام نیکی نہیں۔۔۔ نفیسہ اُس کے ساتھ چلتے ہوئے منمناتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

◈◈◈

عبد اللہ تم اب کیا چاہتے ہو میں اپنے ماں باپ کے خیلاف جاؤں ؟؟ وہ دونوں ریسٹورینٹ میں ایک دوسرے کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے جب نور اُسے دیکھ آنکھیں بڑی کرتے ہوئے کہتی ہے۔

میں نے کب کہا ایسا؟ میں نے تو بس کہا کہ ہم شادی کر لیتے ہیں اُس کے بعد گھر والوں کو بتا دینا۔۔۔

جو بھی ہے لیکن ہے تو اُن کو دھو کا دینے والی بات۔۔۔ دیکھو عبداللہ تم میرے پاپا کہ دوست کے بیٹے ہو اگر تمھارے بابا آکر بات کرلیں رشتے کی تو وہ کبھی منع نہیں کریں گے۔۔۔ وہ اُس کو دیکھ نرم لہجے میں کہتی ہے۔

یار اتنا آسان نہیں ہے یہ سب تم جانتی ہو میں اپنے بابا کہ فیصلوں کو کبھی رد نہیں کر سکتا اور اُن کو جا کہ یہ بولنا کہ میرا رشتہ لے کر جائیں وہ تو کبھی بھی نہیں۔۔۔ کہہ سکتا اسی لیے کہہ رہا کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔۔۔

واہ عبداللہ واہ مطلب تم پیار سے زیادہ گھر والوں کو اہمیت دو اور میں نہیں؟؟ جب کہ تم مرد ہو اپنی مرضی کر سکتے لیکن میں لڑکی ہوں میرے گھر والوں کو میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی منہ سے۔۔۔ وہ تالی بجا کر سخت اور افسوس والے لہجے سے کہتی ہے۔

نور میری جان میری بات سنو۔۔۔ وہ اسکی بات سن اُس سے نرم لہجے میں کہتا ہے۔

میری بات سنو عبداللہ۔ اگر کبھی میرا ساتھ اچھا نہ لگے تو بتا دینا ایسا تھپڑ ماروں گی سب اچھا لگنے لگ جائے۔۔۔ نور اُس کے نرم لہجے کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے جس پر عبداللہ کے چہرے پر بھی ایک مسکراہٹ آجاتی ہے۔

نہ جانے کیا کیا باتیں کر رہے یہ لوگ رمضان کا بھی حیا نہیں ان کو۔۔۔ اُنھیں دیکھ دو ٹیبل چھوڑ بیٹھی نفیسہ تپ رہی ہوتی ہے۔۔۔

یار کیا کروں اب میں اکیلی بیٹھی بیٹھی۔۔۔ اتنا نکما بندہ رکھا ہوا ہے کہ اپنی محبوبہ کی بہن کو ایک عدد تحفہ بھی نہیں دے سکتا۔۔ پتا نہیں میری بہن کی قسمت خراب تھی جو اُس نے ایسی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا جس میں یہ فرعون تھا۔۔۔ نفیسہ ٹیڑھے منہ بنائے خود سے کہتی

ہے جب اُسکی نظر سامنے پڑے لال اور گلابی پھولوں پر پڑتی ہے اور وہ اُٹھ کر اُنھیں لینے جاتی ہے۔

پھولوں کا بوکے پکڑے واپس اپنے ٹیبل کی طرف رخ کرتی ہے کہ اچانک اُسکا موبائل بجنے لگتا ہے اور وہ ایک ہاتھ کی کچھ انگلیوں میں بوکے کو مشکل سے سمبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں پکڑے پرس سے چلتے چلتے موبائل نکالنے لگتی ہے۔۔ جب ایک دم کسی پتھریلے قسم سے وجود سے ٹکراتی ہے۔۔ جس سے اُسکو چکر آنے لگ جاتے ہیں اور اُس کے ہاتھ میں پکڑا بوکے نیچے گر جاتا ہے۔۔۔ کچھ دیر تو وہ سر کو پکڑے خود کو سنبھالتی ہے۔۔۔

یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟ دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے۔؟؟ نفیسہ کا گھومتا ہوا سر جیسے ہی اپنی جگہ پر آتا وہ ضرور سے چینخی تھی جس سے عبداللہ اور نور اُس کی آواز سن بھاگ کر آئے تھے۔۔۔

میں دیکھ کر نہیں چل رہا تھا؟؟ یا تمھاری آنکھوں کمر پر باندھی ہوئی تھی تم نے لڑکی۔۔۔ سامنے کھڑا انسان رعب دار آواز میں کہتا ہے۔

یو۔۔۔ نفیسہ کہتی اُس سامنے کھڑے انسان کے کالر کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے جب ایک دم سے نور اُسے پکڑتے ہوئے پیچھے کرتی ہے۔۔۔

ارے بھنڈی سی لڑکی کے تیور تو دیکھ۔ بچی ہے اسی لیے جانے دے داؤد بلوچ۔۔۔ وہ آئی برو اُٹھائے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ اُسے دیکھ طنزاً مسکراتے ہوئے خود سے کہتا ہے جس کو ایک لڑکی اور لڑکا بڑی مشکل سے پکڑے ہوئے لے جا رہے ہوتے ہیں۔۔۔

◈◈◈

نفی یہ کیا بدتمیزی تھی ؟؟ کیوں پنگا کر رہی تھی تم اُس لڑکے کے ساتھ ۔۔۔ نور نے نفیسہ کا بازوں پکڑ اُسے سامنے کرتے ہوئے کہا تھا ۔۔

میں نے بدتمیزی کی ؟؟ دیکھا نہیں اُس انکل نے کیسے مجھے دھکا مارا قسم سے کوئی دیوار جیسے وجود تھا آپیا مجھے ابھی تک چکر آرہے ہیں ۔۔۔ نفیسہ اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کہتی ہے ۔

اُففف لڑکی وہ نہیں تم ٹکرائی تھی ۔۔۔ اُس کی بات سن عبداللہ کہتا ہے ۔۔۔

میری بات سنو کریلے کے منہ والے میری بہن تمھیں پسند کرتی ہے اس لیے لحاظ کر رہی ہوں ۔۔۔ میرے معاملے میں چونچ آڑائی تو میں تمھیں دن میں تارے دیکھادونگی ۔۔۔ عبداللہ کی بات سن کر نفیسہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اُس نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ عبداللہ سے کہا تھا ۔۔

نفی کنٹرول کرو خود کو ۔۔۔ نور اُسے پیچھے کرتے ہوئے کہتی ہے ۔

دیکھ لو نور اپنی بہن کی زبان ۔۔۔ عبداللہ نور کے نفیسہ کو پیچھے کرتے ہوئے دیکھ کہتا ہے ۔

عبداللہ یار تم بھی چپ ہو جاو ۔۔۔ تبھی نور اُسے چپ کرنے کا کہتی ہے جس پر وہ سر جھٹکا دیتا ہے ۔۔۔

کیا کہا تم نے ؟؟ دو نمبر عاشق کوئی دو سال ہو گئے گھر بات کرنے سے تو پھٹتی ہے تمھاری اور میری بہن کو میرے خلاف کر رہے ۔۔۔ نفیسہ دونوں بازوں اُپر کرتے ہوئے کہتی ہے ۔۔۔۔ جس سے نور کی آنکھیں کھولی کی کھولی رہ جاتی ہیں ۔۔۔۔

م ۔۔۔ میں ک ۔۔۔ کرلوں گا بات ۔۔۔ اُس کی بات سن عبداللہ ہڑبڑاتے ہوئے کہتا ہے ۔۔۔

اب جب بات کر لینا نہ تبھی بولا نا میری بہن کو آجاتی کال ہر دو دن بعد نور میں نے ملنا ہے تم شے۔۔۔نفیسہ منہ بناتے ہوئے اُس کی نکل کرنے لگتی ہے۔۔۔ جس پر نور اپنے منہ پر ہاتھ رکھ ہنسی چھپانے لگتی ہے کیونکہ وہ بھی جانتی تھی کہ یہ سچ ہی کہہ رہی ہے۔۔۔

پیچھلے دو سالوں سے عبداللہ ملنے کے لیے بولا لیتا تھا لیکن گھر شادی کی بات نہیں کر سکتا تھا۔

ب۔۔بہت بدتمیز ہے تمھاری بہن نور۔۔۔عبداللہ اُس کی بات سن نور کو دیکھ کہتا ہے۔۔۔

دیکھاؤ تمھیں بدتمیزی؟؟ نفیسہ اُس کی بات سن اُس کی طرف بڑھتی ہے جس پر ں ور اُسے پکڑ لیتی ہے۔۔۔۔

تم جاو عبداللہ۔۔۔ نور نفیسہ کو پکڑے ہنسی دباتے ہوئے عبداللہ سے کہتی ہے جس کا منہ دیکھنے والا بنا ہوا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے جا رہا ہوں۔۔۔۔ عبداللہ ایک غصے والی نظر نفیسہ پر ڈالتا ہے جو اُسے پہلے اتنی بڑی بڑی آنکھیں نکال دیکھ رہی ہوتی ہے اور چلا جاتا ہے۔۔

آیا بڑا دو نمبر عاشق۔۔۔ نفیسہ اُسے جاتا دیکھ کہتی ہے۔۔۔ جس پر نور ہنسنے لگ جاتی ہے۔

کیسا رہا آپیا؟؟ نفیسہ نور کو دیکھ کہتی ہے۔۔ جس پر وہ ہاتھ کے اشارے سے کمال کہتی ہے۔

ہاں ناں دو سال ہو گئے گھر نہیں بات کر سکتا اور ملنے کے لیے بلا لیتا ہے۔۔۔اب یا تو رشتے کی بات کرے گا یا پھر ملنے نہیں بولائے گا۔۔۔ یا پھر نفیسہ کو ساتھ لانے کا نہیں کہے گا۔۔۔نفیسہ ہنستے ہوئے نور کے ہاتھ پر ہاتھ مار کہتی ہے جس پر وہ دونوں ہنس ہنس کے پاگل ہو جاتے ہیں۔۔۔

◈◈◈

نفی اُٹھ جا یار آج تیرا پہلا دن ہے یونیورسٹی کا آج اگر دیر سے گئی تو اچھا امپریشن نہیں پڑے گا۔۔۔ نور بستر پر سوئی ہوئی نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے جس کا آج پہلا دن تھا یورنیورسٹی میں وہ وکالت کی ڈگری کہ لیے اسلام آباد کی پرائیوٹ اقراء یورنیورسٹی میں ایڈمیشن لیتی ہے۔۔۔

آپیا تھوڑی دیر سونے دو سحری کر کہ ہمت نہیں ہوتی اُٹھنے کی۔۔۔ وہ آدھی نیند میں نور کو جواب دیتی ہے۔

میرا بچہ اُٹھ جاورنہ امی نے آکر اچھی خاصی کلاس لے لینی ہے۔۔۔ نور کہتی باہر کو چلی جاتی ہے جبکہ نفیسہ کمبل میں اپنا منہ چھپا لیتی ہے۔

نفیسہ ابھی تک بستر میں ہی پڑی ہوتی ہے جب عادل کا چکر اُس کے کمرے کے آگے سے ہوتا ہے ایک دم سے اُسکی نظر نفیسہ پر پڑتی ہے۔۔۔

اس نے آج یورنیورسٹی جانا تھا ابھی تک سوئی ہوئی ہے۔۔ صبر کر بیٹا آج تجھے بتاتا اُس دن میری شکائتیں لگائی تھی ناں بڑے پاپا کو۔۔۔ عادل اُسے سویا دیکھ دونوں ہاتھ کمر پر کہتا اُس کے کمرے میں چلا جاتا ہے۔

نفیسہ بلکل نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی ہوتی ہے اُسکا منہ کمبل سے باہر ہوتا ہے باقی سارا جسم کمبل کی لپیٹ میں۔۔۔

عادل آرام سے اُس کے بیڈ کے نیچھے ایک بار لیٹ کے چیک کرتا ہے کہ کیا وہ ہاں آسانی سے آجائے گا۔۔۔ اُس کے بعد آرام سے تھوڑا سا اُپر ہوتا ہے۔۔۔

اور یہ لے نفی کی بچی۔۔۔ چٹاخ۔۔۔۔ اُس کے منہ پر زور سے تھپڑ مار بیڈ کے نیچے چھپ جاتا ہے۔۔۔ تھپڑ سے ایک دم نفیسہ ہل سی جاتی ہے وہ جلدی سے اُٹھ ادھر اُدھر دیکھنے لگتی ہے پھر کسی کو ناں پا کر وہ حیران ہوتی ہے۔۔۔ کچھ دیر کہ بعد وہ پھر سو جاتی ہے۔۔۔

اور عادل میں یہ اُٹھے اور چٹاخ۔۔۔۔ نفیسہ ایک دم پھر سے اُٹھ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگتی ہے۔۔۔

یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ کہیں روزہ رکھ کر سونے سے فرشتے تو نہیں لگا رہے مجھے دو تین۔۔۔ نفیسہ ایک ہاتھ سر اور دوسا ہاتھ اپنے گال پر رکھ کہتی ہے جس پر عادل نے تھپڑ مارا ہوتا ہے۔۔۔

اُٹھ جا نفیسہ۔۔۔ اللہ جی رحم کریں اب نہیں سوؤں گی۔۔۔ نفیسہ جلدی سے کمبل چھوڑ بیڈ سے پاؤں اُتار جوتے پہنتے ہوئے کہتی واشروم کی طرف بھاگتی ہے۔

اب مزہ آیا بڑی آئی تھی میری شکائتیں لگانے بڑے پاپا کو۔۔۔ عادل اُسے ڈرتے ہوئے واشروم میں جاتے دیکھ ہنستے ہوئے کہتا ہے۔۔۔ اور اُس کے جاتے ہی بیڈ کے نیچے سے نکل کر آپنے کمرے کو جاتا ہے۔

◈◈◈

ارے یار کہاں رہ گئی لائبہ کی بچی۔۔۔۔ نفیسہ ہاتھ میں موبائل پکڑے کندھے پر بیگ لٹکائے بالوں کو کھولے ادھر اُدھر گھومتی ہوئی کہتی ہے۔۔۔ جب ایک دم سے اُسے پیچھے سے کسی کی آواز آتی ہے۔

نفی میں آگئی۔۔۔ یہ آواز لائبہ کی تھی جو کچھ دور کھڑی اُونچی اونچی آواز میں کہہ رہی تھی اُس کی آواز سن نفیسہ اُس کو دیکھ بھاگ کر اُس کے پاس جاتی ہے۔

اے اے۔۔۔چپ کر جالا نتی پوری یونیورسٹی کو نام بتانا ہے کیا میرا۔۔۔نفیسہ اُس کے پاس آکر اُس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں تو پتا چلنے دے ویسے بھی کونسا ادھر تیرے بڑے پاپا بیٹھے جو تو ڈر رہی ہے۔۔نفیسہ کے ہاتھ ہٹاتے ہی لائبہ کہتی ہے۔

ہاں یہ بھی ہے۔۔۔ چل اب کلاس میں چلتے پہلے بہت دیر ہو گئی ہے۔۔۔نفیسہ اُس کی بات سن اُس کا ہاتھ پکڑے بھاگتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں یار میں نے تو سنا ہے جو ہمارا سر ہے ناں جس کی پہلی کلاس ہوتی ہمارے ساتھ بہت ہی اکڑوں اور سخت ہے۔۔۔ میری بات مان نفی ہم نہ آج کلاس نہیں لیتے ان کی۔۔۔لائبہ نفیسہ کے ساتھ پیچھے چلتے ہوئے منہ بنا کر کہتی ہے۔

او دیکھ لیں گے۔۔۔بہت دیکھیں ہیں نفیسہ نے ایسے اکڑوں کبوتر۔۔۔ چل اب تو مل گئی کلاس۔۔۔وہ لائبہ کی بات سن طنزاً کہتی ہے اور سامنے کلاس کے رک جاتی ہیں۔

چل ناں۔۔۔رک کیوں گئی؟؟نفیسہ لائبہ کو اُس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے دیکھ کہتی ہے۔

یار میں نہیں جارہی نفی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔لائبہ نفیسہ کو دیکھ روتا ہوا منہ بنائے کہتی ہے۔

کیا ہے تیرے ڈرنے سے کیا ہو گا کل اگر وہ پوچھ لے کہ تم لوگ کل کیوں نہیں تھے کلاس میں تب کیا کہیں گے ؟؟ نفیسہ اُسے دیکھ کمر پر ہاتھ رکھے کہتی ہے۔

کوئی ناں کوئی بہانہ بنالیں گے نفی۔۔۔ آج نہیں جاتے۔۔۔

بس چل چلیں اُسکی بات سن نفیسہ اُس کا ہاتھ زور سے پکڑ کلاس میں جھٹ سے داخل ہوتی ہیں۔۔۔ جس سے ساری کلاس کی نظریں اُن دونوں پر آرکتی ہیں۔

لائبہ سب کو دیکھ نفیسہ کا ہاتھ زور سے پکڑتی ہے۔ لکیں نفیسہ تو پہلے ہی کسی کو دیکھ صدمے میں چلی گئی ہوتی ہے سامنے کھڑا ہاتھ میں مارکر پکڑے وہ وائٹ بورڈ پر کچھ لکھتے ہوئے نظر آرہا تھا۔۔۔ اُن دونوں کے آنے پر بھی وہ اپنے کام میں ہی مصروف تھا جیسے کوئی آیا ہی نہیں کلاس میں۔۔۔

نفی کیا ہوا ہے۔۔۔ نفی۔۔۔ لائبہ اُسے بت بنے دیکھ ہلاتے ہوئے کہتی ہے۔۔ جس پر وہ ہلتی بھی نہیں ہے جیسے سانس بھی نہیں لے رہی۔

کیا ہو گیا ہے نفی۔۔ سانپ سونگھ گیا کیا؟؟ لائبہ اُسے دیکھ کہتی ہے جس پر وہ ویسے ہی کھڑی رہتی ہے۔

سر دو سٹوڈنٹس آئے ہیں۔۔۔ لائبہ نفیسہ کو دیکھ کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب کلاس میں بیٹھا ایک لڑکا کھڑے ہوتے سامنے کھڑے سر کو اُن کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔۔۔

او جسٹ شٹاپ۔۔۔ اینڈ سیٹ ڈاؤن۔۔۔ اُس کی بات سن سامنے بورڈ پر کام کرتے ہوئے وہ کہتا ہے جس پر وہ چپ کر کے بیٹھ جاتا ہے۔

لائبہ کی تو جیسے اُس کو سن جان نکلنے لگی تھی اُپر سے جو باہر اُسے بڑی باتیں سنا رہی تھی وہ خود بت بنی کھڑی تھی۔۔۔

اللہ۔۔۔۔لائبہ۔۔۔۔اللہ پوچھے تجھ سے نفی باہر تو پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہی تھی اندر آتے ای مرنے والی ہو گئی ہے۔۔۔لائبہ اُسے نفیسہ کو پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

جب سامنے کھڑا شخص بورڈ سے فارغ ہو کر مار کر رکھتے ہوئے اُن دونوں کی طرف اپنا رخ کرتا ہے۔ جس سے لائبہ کے پاؤں سے تو جیسے زمین نکل گئی ہوتی ہے۔

لیکن اُس شخص کی نظریں نفیسہ پر جاتی ہیں جو شاک ہوئی کھڑی ہوتی ہے وہ اُسے دیکھ پہچان گیا ہوتا ہے۔۔۔

جی تو میڈ مس دیر سے آنے کا کیا بہانہ بتانا پسند کریں گیں ؟؟ وہ اُن دونوں کو دیکھ آئی بروز اُٹھائے سینے پر ہاتھ باندھے کہتا ہے۔

و۔۔۔وہ س۔۔۔ر۔۔۔نوٹ یو۔۔۔ساتھ میں جو کھڑی ہیں وہ جواب دیں گی۔۔۔لائبہ کانپتے لفظوں کے ساتھ کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب وہ اُسے روکتے ہوئے نفیسہ کی طرف اشارہ کرتے کہتا ہے۔

س۔۔۔سر یہ کلاس میں آنے سے پہلے بلکل ٹھیک تھی لیکن پتا نہیں کیا ہوا اب ایک دم بت سی بن گئی ہے۔۔۔لائبہ اپنی طرف سے دھیان اُٹھتا دیکھ سکھ کا سانس لیتے کہتی ہے۔

جی جی سمجھ سکتا ہوں اُنکو کچھ دیر کا صدمہ لگانا ضروری ہی تھا۔۔۔وہ طنزاً مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

کیا مطلب سر؟؟ لائبہ بات سن آہستہ سے پوچھتی ہے۔۔۔

کچھ نہیں چھوٹی سی کھوپڑی پر زور نہیں دو۔۔۔ اور ساتھ والی سے پوچھیں کتنا وقت لینگی صدمے سے باہر آنے میں۔۔۔ وہ سنجیدگی سے کہتا ہے۔

جس پر لائبہ نفیسہ کو دیکھتی ہے۔۔۔ جو ایک دم سے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔۔۔

اپنی دوست سے کہیں میڈم کے کبوتر کے آنکھیں بند کرنے سے بلی چلی نہیں جاتی۔۔۔ وہ نفیسہ کو آنکھیں بند کرتا دیکھ لائبہ سے طنزاً کہتا ہے۔۔

ساری کلاس میں ایک بھی بندے کی سانس لینے کی بھی آواز نہیں آرہی ہوتی۔۔۔ تبھی ایک دم سے سامنے کھڑا شخص اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی پر نظر ڈال ٹیبل پر پڑی کچھ فائلز اُٹھائے کلاس کو دیکھتا ہے۔

اوکے کلاس آج کا جو لیکچر دیا گیا اُسکا کل ٹیسٹ ہوگا سو بی ریڈی۔۔۔ اور آپ لوگ اگر زیادہ اہل ترس بننا چاہتے ہیں تو ٹاپک کا نام بتا سکتے ہیں۔۔۔ میرا دیا گیا لیکچر اگر کسی کو سمجھایا تو یاد رہے۔۔۔ داؤد بلوچ سب کو لو گریڈ دے گا انڈر سٹینڈ۔۔۔ وہ سب کو دیکھ کہتا ہے اور آخری بات وہ لائبہ اور نفیسہ کے لیے کہتا ہے جس کو سب سمجھ کر ہاں میں سر ہلاتے ہیں۔۔۔

گڈ انشاللہ کل ملاقات ہوتی ہے۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔۔ وہ فائلز اُٹھائے کہتا زا منے کھڑی نفیسہ کو دیکھ طنزاً مسکراتے ہوئے چلا جاتا ہے۔

نفی مر جا تو۔۔۔۔ لائبہ داؤد کے جاتے ہی نفیسہ کو زور سے کندھے پر تھپڑ مارتے کہتی ہے۔۔۔

یار چپ ہو جا۔۔۔لائبہ پہلے میری جان نکل گئی ہے۔۔۔نفیسہ اُس کے جاتے ہی سانس لیتے ہوئے لائبہ سے کہتی ہے۔

کیا موت پڑ گئی تھی تجھے پہلے تو کان بند کر کے کھڑی تھی۔۔۔اور دیکھ لے دیر سے آنے کا کیا صلاح ملا ہے کل ٹیسٹ وہ بھی اے بھی نہیں آتا۔۔۔نفیسہ کو دیکھ لائبہ سر پر ہاتھ رکھے کہتی ہے۔

فلحال تو چل بیٹھ جائیں اگر میں کچھ اور دیر کھڑی رہی تو ادھر ہی گر جاؤ نگی۔۔۔نفیسہ اُسے پکڑتے خالی پڑی کرسی پر بیٹھنے کے لیے جاتی ہے۔

لیکن تجھے ہوا کیا تھا؟؟لائبہ اُسے دیکھ کہتی ہے۔۔

یار جس سے میں نے ریسٹورنٹ میں لڑائی کی تھی جب آپیا کے ساتھ گئی تھی یاد ہے؟؟۔۔۔بتایا تھا ناں تجھے۔۔۔وہ منہ بنائے لائبہ کو دیکھ کہتی ہے۔

نفی نہ کہنا یہ وہی سر داؤد ہیں۔۔۔لائبہ اُسکی بات سن آنکھیں بڑی کرتے ہوئے کہتی ہے۔

لائبہ یہ وہی ہیں۔۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ آہستہ آواز میں کہتی ہے۔۔۔

اللہ تجھے برباد کرے۔۔۔ نفی تو تو جائے گی جائے گی ساتھ میری بھی پکی ٹکٹ ہے۔۔۔وہ اُسکی بات سن سر پر ہاتھ رکھے کہتی ہے۔

اچھا ناں کچھ نہیں ہوتا ہم گوگل سے دیکھ لیں گے سب اور اچھی سی تیاری کریں گے ٹیسٹ کی۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ منہ بنایے تسلی دیتے کہتی ہے۔۔۔

لانت ہے فیری خوبصورت شکل پر اور لے پنگے ہر کسی سے۔۔۔لائبہ اُسکی بات سن رونے والا منہ بناتے کہتی ہے۔

سوری ناں مجھے کیا علم تھا یہ وہی انکل نکلے گا۔۔۔نفیسہ لائبہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہتی ہے۔

اب یہ تو کل ہی بتائے گا وہ کیا کرتا ہے ہمارے ساتھ۔۔۔لائبہ سر پر ہاتھ رکھ پریشان ہوتے ہوے کہتی ہے۔

نہیں کوئی مر گیا تیرا اچھا ہو جائے گا ٹیسٹ۔۔۔وہ اُسے دیکھ کہتی ہے۔۔۔

پکی بات ہے۔؟؟لائبہ منہ بنائے اُسے دیکھ کہتی ہے۔۔۔

ہاں ہاں پکی ہے۔۔۔نفیسہ ہے ناں تیرے ساتھ پھر کیسا ڈر۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ بال جھٹ سے پیچھے کرتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں کچھ دیر پہلے دیکھ لیا نفیسہ کو بھی۔۔۔۔لائبہ اُس کا انداز دیکھ غصے سے کہتی ہے۔۔۔

وہ تو بس ایسے ہی۔۔۔۔۔جس پر نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے۔۔۔

دنیا میں پتا ہے ایک ہی شکل کے ساتھ لوگ ہوتے ہیں نفی؟؟لائبہ اُسے دیکھ سنجیدگی سے کہتی ہے۔

ہاں بلکل کیوں کیا ہوا؟؟نفیسہ اُسکی بات سن حیرانگی سے پوچھتی ہے۔۔۔

ایک تو۔تو ہے باقی تیری جیسی شکل کے چھ پر بھی لانت ہو نفی۔۔۔۔لائبہ غصے سے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے جس پر نفیسہ منہ بنائے اُسے دیکھنے لگ جاتی ہے۔

میری جان چل اب غصہ چھوڑ ٹاپک پوچھتے اور تیاری کرتے۔۔۔نفیسہ لائبہ کو گلے لگاتے کہتی ہے۔۔

ہاں چل لیکن آئیندہ میرے سامنے بڑی بڑی باتیں کی ناں تو تیری خیر نہیں۔۔۔لائبہ اُس کی بات سن کہتی ہے۔

ہاں ہاں اوکے۔۔۔نفیسہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

◈◈◈

یار نفی جا کر سٹیشنری سے جو بک سر نے کہی وہ لے کر آجا۔۔۔پھر پڑھتے ہیں کچھ۔۔۔وہ دونوں یونیورسٹی کے کیفے میں بیٹھے تھے جب لائبہ نفیسہ سے کہتی ہے جو کرسی پر لیٹی ہوئی حالت میں بیٹھی تھی۔

لائبہ خدا کا خوف کر پہلے روزے سے میری حالت بری ہوئی ہوئی ہے۔۔۔مجھ سے نہیں چلا جاتا اُپر سے یورنیورسٹی والوں کو پتہ نہیں کیا موت پڑی تھی جو اتنی دور سٹیشنری کی شاپ بنا دی۔۔ بندا چلتے چلتے مک جاتا ہے۔۔۔اپنے منہ پر ہاتھ رکھے وہ تھکے ہوئے لہجے میں کہتی ہے۔

خدا کی بندی ہمت نہیں تھی تو نہ رکھتی روزہ۔۔مجھے دیکھ پتہ تھا کہ یونیورسٹی جانا ہے اسی لیے رکھا ہی نہیں۔۔۔لائبہ کہتے مسکرانے لگتی ہے جیسے اُس نے کوئی بہت بڑا کام کر لیا تھا۔

شرم ہے تجھ میں ؟؟ کافر کہیں کی۔۔۔دیکھ لے دیکھنے میں بے شک میں کمزور ہوں لیکن روزہ ایک بھی نہیں چھوڑتی۔۔آئی بڑی کہہ ایسے رہی جیسے کوئی بہت بڑا تیر مار لیا نکل اب جا کر بک لے کر آں بے روزہ دار۔۔۔نفیسہ منہ سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے لائبہ کے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے کہتی ہے۔

نفی اُٹھ ناں تجھے پتا بھی ہے مجھے ڈر لگتا اکیلے جاتے ہوئے۔۔۔لائبہ منہ بنائے نفیسہ سے کہتی ہے۔

چل ٹھیک ہے میسنہ منہ مت بنا اُٹھ چلیں لیکن یاد رکھنا روزے دار کو تنگ کر رہی آخرت بہت بری ہو گی تیری۔۔۔نفیسہ کرسی سے اُٹھتے بیگ اُٹھاتے کہتی ہے۔۔۔

ہاں ہاں تو۔تو جیسے پکی جنت کی ٹکٹ لے کر بیٹھی ہے۔۔۔لائبہ اُسکی بات سن ساتھ والی کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہتی ہے۔

اب چپ کر کے چل ایسا ناں ہو میں روزے میں تیرا قتل کر دوں۔۔۔نفیسہ ایک دم سے چلتے پیچھے منی کیے آنکھیں گھماتے ہوئے کہتی ہے۔

مجھ معصوم کو کیوں مارنا سر داؤد کو کر کے بتا پھر مانوں گی میں۔۔۔لائبہ اُس کو دیکھ ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے تب تک وہ دونوں سٹیشنری میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔۔۔

اُس کو تو میں دیکھ لونگی پتا نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔لائبہ کی بات سن نفیسہ دانت پیستے ہوئے کہتی ہے۔

سٹیشنری میں ایک لڑکا دوسری طرف منہ کیے کھڑا ہوتا ہے لائبہ باہر ہی رک اُسکا انتظار کرنے لگتی ہے اور نفیسہ جیسے ہی اندر جاتی سامنے ٹیبل پر وہی بک پڑی ملتی ہے۔

ارے باپ رے یہی تو بک چاہیے تھی مجھے۔۔۔لگتا انکو خبر لگ گئی نفیسہ طارق آرہی بک لینے۔۔۔نفیسہ سامنے ٹیبل پر پڑی بک اُٹھاتے ہوئے کہتی ہے۔

میڈم۔۔۔آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی کی چیز بنا پوچھے نہیں اُٹھائی جاتی۔۔۔ تبھی ساتھ کھڑے لڑکے کی آواز اُس کے کانوں میں جاتی جس سے اُس کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔۔۔

کونسی چیز سر؟؟وہ تھوک نگلتے ہوئے پوچھتی ہے۔۔

یہی جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔وہ اُس کے ہاتھ میں پکڑی بک کی طرف اشارہ کرتے کہتا ہے۔

س۔۔۔سوری میں اور لے لیتی ہوں مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ آپ نے لے لی ہے۔۔۔وہ بک کو واپس ٹیبل پر رکھتے کہتی جس پر داؤد طنزاً دیکھ مسکراتا ہے اور دوبارہ دوسری طرف منہ کر لیتا ہے۔۔۔

مجھے اس طرح کی ایک بک دے دیں۔۔۔نفیسہ سامنے کھڑے شوپ کیپر کو دیکھ کہتی ہے۔

سوری مس یہ ایک ہی پیس پڑا تھا دو ہفتوں تک نیا مال آجائے گا تب آپ لے لیجئے گا۔۔۔شوپ کیپر اُسے دیکھ کہتا ہے۔

لیکن انکل میرا کل ٹیسٹ ہے۔۔۔نفیسہ داؤد کی پیٹھ کو بڑی بڑی آنکھیں نکال کر دیکھتے ہوئے کہتی ہے کیونکہ داؤد نے ہی ٹیسٹ دیا تھا۔۔۔

لیکن ابھی میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔اگر سر کو ضرورت نہیں تو آپ ان سے لیں سکتی ہیں۔۔۔شوپ کیپر نفیسہ کو داؤد سے لینے کا کہتا ہے۔

ہاں دے بھی دے گا۔۔۔نفیسہ شوپ کیپر کی بات سن منمناتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

ج۔۔جی میں دیکھتی۔۔۔نفیسہ شوپ کیپر کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی داؤد پر ایک نظر ڈالتی ہے جو دوسی طرف منہ کیے کسی بک کا مطالعہ کر رہا ہوتا ہے۔

کھڑا تو ایسے ہے جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دیتا اسے۔۔۔نفیسہ اُس کے اگنور کرنے پر خود سے کہتی ہے۔

س۔۔۔سر۔۔کیا میں یہ بک لے سکتی ہوں؟؟اگر آپ کو ضرورت نہیں ہے تو۔۔۔وہ اُسے دیکھ ڈرتے ہوئے کہتی ہے۔

کونسی بک؟؟وہ اُسے بنا دیکھے بک میں نظریں جمائے کہتا ہے۔

یہ جو ٹیبل پر پڑی ہے۔۔۔نفیسہ دھیمی آواز میں کہتی ہے۔

اوہ یہ بک۔۔۔ہاں مجھے نہیں ضرورت۔۔۔داؤد ٹیبل پر پڑی بک پر ایک نظر ڈال کہتا ہے جس پر نفیسہ کے چہرے پر خوشی کے مارے مسکراہٹ آجاتی کیونکہ اُسے بلکل اُس انسان سے ایسے جواب کی اُمید نہ تھی۔۔۔

لیکن میں دونگا نہیں۔۔۔وہ خوشی سے شکریہ کہنے ہی والی ہوتی جب داؤد ایک دم سے سنجید گی سے کہتا ہے۔

جس سے اُس کے چہرے پر آئی مسکراہٹ دو سیکنڈ میں ختم ہو جاتی ہے۔

کیا مطلب کیوں نہیں دیں گے؟؟داؤد کی بات سن نفیسہ کے جسم میں آگ لگئی تھی اُس نے آنکھیں نکاتے ہوئے داؤد سے پوچھا تھا لیکن وہ اُس پر بنا ایک نظر ڈالے بک کو دیکھ رہا تھا۔

میری بک میری مرضی۔۔۔وہ ہاتھ میں پکڑی بک کو ایک دم زور سے بند کرتے کہتا ہے جس پر نفیسہ ایک جھٹکا لیتی ہے۔

میں آپکو پیمنٹ کر رہی ہوں بک کی فری نہیں لے رہی۔۔۔وہ اُسے دیکھ اڑ ھتے ہوئے کہتی ہے۔

سوری۔۔۔میں نہیں دے سکتا۔۔۔وہ اُسے دیکھ سپارٹ لہجے میں کہتا ہے۔

لیکن سر میں پھر ٹیسٹ کی تیاری کیسے۔۔۔یہ میرا مسئلہ نہیں ہے جہاں سے بھی کرو لیکن میں اپنی چیز کسی کو بھی نہیں دیتا چاہے اگلا بندا اُس کی دوگنی قیمت ہی کیوں نہ دے۔۔۔نفیسہ منہ بنائے کہہ ہی رہی ہوتی جب داؤد آپنی لال آنکھوں سے اُس کو دیکھ کہتا بک اُٹھائے باہر کو چلا جاتا ہے۔

اللہ کرے تم گنجے ہو جاو جو بک نہیں دے رہے اُسی بک کو کتا چاٹ جائے اور اُسکی لال تمھارے ہاتھوں پر لگ جائے اور پھر اُسی ہاتھ سے تم کھانا کھاو۔۔۔نفیسہ اُسے جاتا دیکھ منہ بناتے ہوئے غصے سے کہتی ہے لیکن اتنا کہ وہ یہ بات خود ہی سن سکتی تھی۔

وہ منہ لٹکائے باہر آتی ہے سامنی کھڑی لائبہ اُس کی طرف بھاگ کے آتی ہے۔۔

کیا ہوا مل گئی بک؟؟لائبہ اُسکا لٹکا ہوا منہ دیکھ پوچھتی ہے۔

خانہ خراب ہو۔۔۔اُس فسادی کا۔۔۔پتہ نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو بک نہیں ضرورت اور دینی بھی نہیں۔۔۔نفیسہ لائبہ کے پوچھتے ہی سر پر ہاتھ رکھ غصے سے کہتی ہے۔

کیا ہو گیا اندر کونسا جن تھا سامنے جو گنجا کھڑا ہے اُس کی بات کر رہی ہے کیا؟؟ لائبہ سٹیشنری کے اندر جھانک شوپ کیپر کو دیکھ نفیسہ سے پوچھتی ہے۔

آ بے دفعہ ہو جا میں اُس کی نہیں سر داؤد کی بات کر رہی ہوں بلکہ سر نہیں مونسٹر کی بات کر رہی ہوں عزت دینے کے لائق ہی نہیں یہ۔۔۔ نفیسہ اُسے دیکھ کہتی ہے۔

مطلب انھوں نے بک نہیں دی؟؟ لائبہ پوچھتی ہے۔

نہیں۔۔۔ نفیسہ مختصر جواب دیتی ہے۔

تو کیا ہو گیا تم دوسری لے لیتی سیمپل۔۔۔ لائبہ مسکراتے ہوئے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے۔

لائبہ مجھ سے کھا نہ لینا۔۔۔ نفیسہ لائبہ کی بات سن کہتی ہے۔

تجھے پورے ملک کا غصہ نکالنے کے لیے میں معصوم ہی ملتی ہوں۔۔۔؟؟ لائبہ اُسے دیکھ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتی ہے۔

نہیں میری جان بلکہ غصہ ہی تیرا چہرہ دیکھ آ جاتا ہے۔۔۔ نفیسہ اُس کے دونوں گال کھینچتے ہوئے کہتی ہے۔

اللہ پوچھے گا۔۔۔ لائبہ اُس کو خود کے گال کھینچتے دیکھ منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

اچھا چل اب چلیں گھر جا کر کرتے کچھ۔۔۔ نفیسہ لائبہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے کہتی اُس کو لے کر چلنے لگتی ہے۔

◈◈◈

نفی قسم خدا کی کچھ بھی یاد نہیں ہو رہا۔۔۔وہ افطاری کے بعد اکٹھے بیٹھ ٹیسٹ کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں گوگل سے کچھ ناں کچھ نکال وہ اُسے سمجھ کر پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے جب لائبہ نفیسہ سے رونے والا منہ بنا کر کہتی ہے۔

لائبہ بات تو تیری بجا ہے۔۔۔یاد تو کیا سمجھ بھی خاک آ رہی۔۔۔نفیسہ سامنے پڑے پیپرز کو دیکھ سر پر ہاتھ رکھ کہتی ہے۔

اب کیا کریں گے ؟؟ کل تو داؤد سر نے بہت باتیں سنانی ہیں۔۔۔لائبہ منہ بنائے کہتی ہے۔

ایک کام کرتے آپیا کے پاس جاتے اُن سے سمجھ لیتے شاید کچھ سمجھ آ جائے۔۔۔نفیسہ لائبہ کو دیکھ ہوا میں چٹکی مار کہتی ہے۔

ہاں یہ ٹھیک ہے اُٹھ پھر دیر کس بات کی جوتے پہن۔۔ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے۔۔۔لائبہ جلدی سے جوتے پہنتے ہوئے نفیسہ سے کہتی ہے۔

آپیا ہمیں کچھ وقت ملے گا؟؟ نفیسہ اور لائبہ دونوں نور کے کمرے میں جاتی ہیں جہاں نور موبائل میں کھوئی ہوئی بیٹھی ہوتی ہے تبھی نفیسہ کہتی ہے۔

واہ آج دونوں شہزادیاں اکھٹے میرے پاس آئی ہیں خیریت تو ہے ناں ؟؟ نور دونوں کو دیکھ کہتی ہے۔

بس آپیا مار ڈالا ایک بندر نے آپ ہماری تھوڑی مدد کر دیں اسکو سمجھنے میں۔۔نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے جس پر نور لائبہ کو دیکھتی جو ہاں میں سر ہلاتی ہے۔

کیوں نہیں بتاؤ کیا سمجھنا ہے۔۔۔نور اُن کو دیکھ بیڈ سے سیدھے اُٹھتے ہوئے کہتی ہے۔

شکریہ آپیا۔۔۔مجھے تو لگا تھا بس کل ہمارا آخری دن ہو گا۔نور کو دیکھ نفیسہ منہ لٹکائے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہتی ہے۔

◈◈◈

یہ لو جی اتنی سی بات تھی ویسے ہی منہ بنائے بیٹھے تھے۔۔۔نور اُن دونوں کو سمجھا کر فارغ ہوتے ہوئے کہتی ہے۔

شکریہ شکریہ آپیا۔۔۔لائبہ نور کو خوشی سے گلے لگاتے ہوئے کہتی ہے۔

کوئی بات نہیں بچے۔۔۔اب اچھا سا ٹیسٹ دے کر آنا میری شیرنیوں۔۔۔لائبہ اور نفیسہ کو دیکھ نور کہتی ہے جس پر وہ دونوں مسکرانے لگ جاتی ہیں۔

◈◈◈

کلاس میں ہر طرف ہلچل مچی ہوتی ہے۔۔۔نفیسہ اور لائبہ کرسیوں پر بیٹھے باتوں میں لگے ہوتی ہیں۔۔۔

نفی شکر ہے ٹیسٹ کی تیاری ہو گئی۔۔۔ورنہ پتا نہیں آج کیا کیا سننا پڑتا۔۔۔لائبہ نفیسہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ خوشی سے کہتی ہے۔

ہاں شکر ہے باقی اس مونسٹر نے تو کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی ہمیں فیل کرنے کی۔۔۔نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے تبھی داؤد کلاس میں داخل ہوتا ہے اُس کے آتے ہی پوری کلاس میں خاموشی چھا جاتی ہے۔۔۔تھوڑی دیر پہلے والی ہلچل۔آوازیں بلکل سناٹے میں تبدیل ہو گئی تھی۔۔۔

آگیا۔۔۔مونسٹر۔۔۔۔نفیسہ داؤد کو کلاس میں آتا دیکھ منہ بنائے لائبہ سے کہتی ہے جس پر لائبہ ہاتھ کی کہنی مار اُسے چپ کرنے کا کہتی ہے۔

کیا موت ہے۔۔۔لائبہ کی کہنی مارنے پر نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے۔

سو کلاس آپکا آج ٹیسٹ تھا شاید ائی ایم رائٹ ؟؟۔۔۔کلاس کو دیکھ داؤد اونچی آواز میں کہتا ہے۔

یس سر۔۔۔ساری کلاس ایک ساتھ کہتی ہے۔۔۔

گڈ باقی جو لوگ نہیں تیاری کر کے آئے ہونگے اور ٹیسٹ ٹھیک نہیں دیں گے اُن کے لیے میرے پاس ایک سرپرائز ہے۔۔۔داؤد نفیسہ کی طرف دیکھ طنزاً مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

نفیسہ اُسکا اشارہ سمجھ ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے بیٹھتی ہے کیونکہ وہ تیاری کر کے آئی ہوئی تھی۔۔۔اُسے ایسے بیٹھا دیکھ داؤد کو بہت غصہ آتا ہے لیکن وہ غصے کو پیتے ہوئے ٹیسٹ کے رزلٹ کے لیے خود کو قابو کر لیتا ہے۔۔

چلیں جی تیار ہو جائیں۔۔۔بکس وغیرہ بند کریں بیگ سائیڈ پر رکھیں۔۔۔پھر میں ٹیسٹ لینا شروع کرتا ہوں۔۔۔۔داؤد کلاس کو دیکھ کہتا ہے جس پر بنا پیپرز کو دیکھے نفیسہ بیگ سائیڈ پر رکھنے کے لیے اُٹھاتی ہے۔

اُدھر مر۔۔۔لائبہ کو دیکھ جو جھول جھول کے پیپر پر لکھا پڑھ رہی ہوتی ہے نفیسہ کہتی ہے جو بیگ لیے لائبہ کی دوسری طرف جانے کے لیے کھڑی راستہ مانگ رہی تھی۔۔۔یہ الگ بات ہے کہ اُسکا راستہ مانگنے کا سٹائل الگ تھا۔۔۔

◈◈◈

نفی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔نفیسہ کا ہاتھ پکڑے لائبہ منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

چپ ہو جا چھپکلی۔۔۔آواز نا نکلے آج اس کو بتاؤں گی نفیسہ طارق ہے کیا چیز کا نام۔۔نفیسہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لائبہ کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

اُلٹا ہی ناں پڑ جائے نفیسہ طارق کو۔۔۔لائبہ اُسکی بات سن منمناتے ہوئے کہتی ہے۔

کیا فرما رہی ہیں آپ لائبہ جی؟؟نفیسہ آئی بروز اُٹھائے لائبہ سے پوچھتی ہے۔

جی کچھ نہیں محترمہ۔۔۔لائبہ منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

گڈ۔۔۔۔

◈◈◈

ٹیسٹ سٹاٹ ہو چکا تھا۔۔۔داؤد نے سبکو ایک الگ الگ پیپر پکڑا یا تھا۔۔۔

پیپر کو پڑھ نفیسہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔کیونکہ اُسے سارہ ٹیسٹ آتا تھا۔

سو کلاس میں پڑھ کر بتاؤ یا آپ خود کر لیں گے؟؟داؤد ساری کلاس میں پیپر زدے کہ فارغ ہوتے ہوئے کہتا ہے۔

جی شکریہ سر ہم خود پڑھ لینگے۔۔۔تبھی نفیسہ اونچی آواز میں کہتی ہے۔۔

ہمم گڈ۔۔۔داؤد اُس کی بات سن تپ سا گیا تھا۔۔۔لیکن خود کو کنڑول کرتے ہوئے وہ بس اتنا کہہ دیتا ہے۔

سب اپنے اپنے ٹیسٹ کرنے میں مصروف ہوتے ہیں داؤد اپنی کرسی پر بیٹھا سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

تقریباً پندرہ منٹ میں نفیسہ ایک دم سے کھڑی ہوتی ہے۔۔۔ جس پر داؤد سوالیہ نظروں زے اُس کی طرف دیکھتا ہے۔

میں نے کر لیا ہے ٹیسٹ سر۔۔۔! نفیسہ ہاتھ میں پیپر اور شیٹ پکڑے کہتی ہے جس پر ساری کلاس اُس کی طرف حیرانگی سے دیکھتی ہے کیونکہ ٹیسٹ اتنا بھی آسان نہ تھا کہ پندرہ منٹ میں کیا جاتا۔۔۔

اوکے لے آئیں۔۔۔ داؤد اُسکی بات سن ہاتھ میں پکڑی بک کو دیکھ کر کہتا ہے۔۔۔

یہ لیں سر۔۔۔ نفیسہ داؤد کہ پاس آکر اُسے پیپر پکڑاتے ہوئے کہتی ہے۔

سامنے ٹیبل نظر آرہا ہے؟؟ داؤد بک پر نظریں جمائے کہتا ہے۔

جی۔۔۔ نفیسہ ٹیبل کو دیکھ کہتی ہے۔

تو محترمہ وہاں رکھ سکتی ہیں آپ میں اتنا فارغ نہیں کے ہر کسی کہ ہاتھ سے لیتا پھیروں پیپر۔۔۔۔ داؤد اکھڑ والے لہجے میں کہتا ہے۔

جس پر نفیسہ زور سے پیپر کو ٹیبل پر رکھ باہر کو چلی جاتی ہے داؤد ایک ہلکی نظر اُس لڑکی پر ڈالتا ہے جو بنا ڈرے زور سے پیپر ٹیبل پر رکھ بجلی کی طرح باہر کو چلی گئی تھی۔۔۔

◈◈◈

پتہ نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو آیا بڑا۔۔۔۔ نفیسہ غصے سے لال پیلی ہوتی ہوئی گراؤنڈ میں بیٹھی خود سے کہتی ہے۔

اوہو۔۔۔نفیسہ تم وہی ہوناں جس کی پہلے دن ہی سر نے اچھی خاصی کلاس لگائی تھی۔۔۔نفیسہ کو بیٹھے دیکھ اُس کی کلاس فیلو رمشہ اور اُسکی دوستیں اُس کے پاس آکر طنزاً کہتی ہیں۔۔۔

نہیں نہیں کلاس نہیں اچھی خاصی بے عزتی کی تھی۔۔۔ تبھی رمشہ کے ساتھ کھڑی دوست مروہ ہنستے ہوئے کہتی ہے جس پر تینوں ہنسنے لگ جاتی ہیں۔۔۔

ہاں میں وہی ہوں تم لوگوں کو کیا کیڑا ہے؟؟اور دوسری بات کسی پر بات کرنے سے پہلے بندہ اپنی شکل دیکھ لیتا ہے رمشہ اپنی شکل دیکھی ہے سرکس میں کو بندری ہوتی ہے ناں بلکل ویسی ہی لگتی ہو تم۔۔۔اور مروہ ڈارلینگ تم نے کبھی درختوں کی شاخیں دیکھی ہیں؟؟ بلکل ویسے ہی تمھارے بال لگ رہے ہیں۔۔۔نفیسہ اُن کی باتیں سن بینچ سے اُٹھ طنزاً مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

تمھاری اتنی ہمت تم ہم پر بات کرو۔۔۔اُسکی بات سن رمشہ غصے سے کہتی ہے۔

نفیسہ طارق میں بہت ہمت ہے ابھی دیکھی ہی کہاں ہے تم نے میری ہمت۔۔۔ صبر کر لو ڈارلینگ قسطوں میں ریکھاؤں گی ایک ہی دم ساری دیکھادی تو کہیں سرکس کی بندری کو ہارٹ اٹیک نہ آجائے۔۔۔نفیسہ اُس کے سامنے بالوں کو پیچھے جھٹک کر کہتی چلی جاتی ہے۔۔۔

اسکا تو میں سر کو بتاؤنگی ویسے بھی وہ اسکی اچھی خاصی کرتے ہیں۔۔۔رمشہ غصے سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتی ہے۔۔۔ جس پر ساتھ کھڑی مروہ اور زمل بھی اُسکی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں۔۔۔

◈◈◈

آج نفیسہ کی پھپھو اور اسکا بیٹا دوبئی سے واپس پاکستان آرہے تھے۔۔۔نفیسہ کے یونیورسٹی سے آتے اُسے یہ خبر ملی تھی۔۔۔نفیسہ کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی۔۔آخر جس سے محبت کرتی تھی وہی آج آرہا تھا۔۔۔

آپیا حیدر تو کہتے بہت خوبصورت ہے۔۔۔لاؤنج میں وہ نور کے ساتھ بیٹھے پوچھتی ہے۔

ہاں اور کافی سمجھدار بھی ہے۔۔۔بلکل ہمارے پاپا کی طرح۔۔۔نور اُسکی بات سن مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

ائیرپورٹ سے کون کون پک کرنے جائے گا پھپھو اور حیدر کو لینے؟؟نفیسہ نور سے پوچھتی ہے کیونکہ اُسکا دل تھا حیدر کو پک کرنے کے لیے جانے کا۔

ہمم پتا نہیں اسکا تو لیکن پاپا کہہ رہے تھے بڑے پاپا اور وہ جائے گے۔۔۔نور نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے

اور عورتوں میں سے کوئی نہیں جائے گا؟؟نفیسہ نور کی بات سن کہتی ہے۔

میرے خیال سے نہیں۔۔۔جا کر کرنا ہی کیا ہے آخر گھر ہی آنا ہے اُنھوں نے۔۔۔نور نفیسہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہتی ہے۔

ہمم یہ بھی ہے لیکن۔۔۔۔نفیسہ کہتے چپ ہو جاتی ہے

لیکن کیا نفیسہ؟؟نور اُسکی ادھوری بات سن پوچھتی ہے۔

کچھ نہیں آپیا۔۔۔نفیسہ مسکراتے ہوئے کہتی اپنے کمرے کی طرف چلی جاتی ہے۔

پاگل لڑکی۔۔۔نور اُسکو شرماتے دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

◈◈◈

فریحہ فریحہ کہاں ہو۔۔۔داؤد ارحم کے کمرے میں داخل ہوتے ارحم کو اکیلا کھیلتا دیکھ غصے سے ملازمہ کو آواز لگاتا ہے۔

ج۔۔۔جی صاحب۔۔۔ اُسکی آواز سن ملازمہ بھاگتے ہوئے آتی کہتی ہے۔

کتنی بار کہا ہے ارحم کو اکیلا مت چھوڑا کرو۔۔۔لیکن ایک بات تم لوگوں کے چھوٹے سے دماغ میں نہیں گھستی۔۔۔۔وہ غصے سے لال ہوئی آنکھوں سے ملازمہ کو دیکھ چینختا ہے۔

وہ میں ارحم بابا کا دودھ گرم کرنے گئی تھی۔۔۔معذرت چاہتی ہوں آپ سے آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ملازمہ ڈرتے ہوئے سر نیچے کر کہ داؤد کو جواب دیتی ہے۔

آئندہ ہوئی تو وہ دن آخری سمجھنا اپنا اس گھر میں۔۔۔داؤد غصے سے کہتا اپنے کمرے کی طرف چلا جاتا ہے۔۔۔۔

ہائے اللہ کتنا کوئی غصیلے اور ظالم ہیں بڑے صاحب۔۔۔اُسکے جاتے ہی ایک ملازمہ فریحہ کے پاس آکر کہتی ہے۔

نہیں بہن۔۔۔ بڑے صاحب بہت ہی نرم دل اور پر سکون طبیعیت کے مالک تھے۔۔۔وقت کی سختیوں نے اُنھیں ایسا بنا دیا۔۔۔ایک بیوی کے جانے کا دکھ اُپر سے بچے کو باپ جیسا پیار نہ دینے کا غم۔۔۔ان کو اندر ہی اندر کھا گیا ہے۔۔۔اسی لیے یہ ایسے بن گئے ہیں۔۔۔فریحہ ساتھ کھڑی دوسری ملازمہ کو سمجھاتے ہوئے کہتی ہے۔

صاحب دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟؟ ملازمہ فریحہ سے کہتی ہے۔

صاحب کا دل پتھر سا ہو گیا ہے مونا۔۔۔اور پتھر کب پگھلتے ہیں؟فریحہ مونا سے آہ بھرتے ہوئے کہتی ہے۔

اللہ چاہے تو پہاڑ بھی پگھل جاتا ہے۔۔۔ پھر صاحب کا دل کیا چیز ہے؟؟انشاللہ اللہ نے کچھ سوچ کر ہی بی بی جی کو صاحب سے دور کیا ہے۔۔۔ مونا فریحہ سے کہتی ہے۔

انشااللہ مونا اب اللہ ہی اس معصوم بچے کو دیکھ کوئی اچھا فیصلہ کر دے۔۔۔ مونا کی بات سن فریحہ کہتی ہے۔

جی انشااللہ۔۔۔ مونا مسکراتے ہوئے کہتی ہے اور دونوں ارحم کے پاس چلے جاتے ہیں۔

◈◈◈

کیا سوچا ہے اُس داؤد بلوچ نے؟؟ایک ٹیچر بن کر چھپ جائے گا؟میں تو موت کے منہ سے بھی اُسے باہر نکال کر اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔۔۔کان سے فون لگائے وہ کسی سے کال پر شیطانی مسکراہٹ لائے بولا تھا۔۔۔

آپ بس ایک بار حکم دو استاد اُسکی سات پُشتے بھی یاد رکھیں گی ہمارا بدلہ۔۔۔ دوسری طرف زے آواز گونجی تھی۔۔۔ایسی آواز جو بدلے کی آگ میں بھڑک رہی تھی۔۔۔

نہ نہ اتنی جلدی نہیں میرے بچے۔۔۔ آہستہ آہستہ اُس کی زندگی نوچ نوچ کے بدلہ لونگا۔۔۔تب دل سکون آئے گا میرے۔۔۔کتے کی موت دونگا میں اُس کمینے کو۔۔ اُس نے غصے سے بولتے کال کاٹی تھی۔۔۔

داؤد بلوچ۔۔۔۔ چھوڑوں گا نہیں تجھے سالے۔۔۔ وہ مٹھیاں بند کیے کہتا شیطانی مسکراہٹ چہرے پر لائے کہتا ہے۔۔۔۔

◈◈◈

داؤد کمرے میں بیٹھا ٹیسٹ سامنے رکھ چیک کر رہا تھا جب اچانک اُس کے سامنے پیپر آیا جس پر نفیسہ طارق نام لکھا ہوا تھا۔۔ اُس کو دیکھ داؤد کو نفیسہ کا زور سے ٹیبل پر رکھنے والا ٹائم یاد آیا تھا جس پر اُسکے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی۔

نفیسہ طارق۔۔۔ دیکھنے میں تو سلانٹی جیسی لگتی ہے۔۔۔ شاید گھر والے کھانا نہیں دیتے ہونگے یا پھر غصے سے ہی خون نہیں بڑھتا ہو گا اسکا۔۔۔ وہ اُس کو یاد کیے پیپر کو ہاتھ میں پکڑے کہتا ہے۔۔۔

داؤد بلوچ کے سامنے آج تک کسی کی اتنی ہمت نہیں ہوئی کچھ کہہ جائے نفیسہ طارق تم تو گئی۔۔۔ داؤد اُس کا ٹیسٹ دیکھ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

◈◈◈

چل جلدی چل آج تو مزہ آجائے گا اُس کھڑوس بندے کا منہ دیکھ کر۔۔ نفیسہ لائبہ کا ہاتھ پکڑے کلاس روم کی طرف بھاگتے ہوئے کہتی ہے۔

ارے ارے آرام سے تم تو اتنی سی ہو بھاگتے ہوئے نہیں تھکتی لیکن الحمدللہ میں تو کھاتے پیتے گھرانے سے ہوں زیادہ بھاگوں تو سانس پھول جاتا میرا۔۔۔ لائبہ نفیسہ کے ساتھ آتے ہوئے پھولے سانس سے کہتی ہے۔

ا۔۔۔ ایک منٹ کیا کہا تو نے ایک بار پھر سے کہنا کون کھاتے پیتے گھرانے سے ہے؟؟ اور کون اتنی سی ہے؟؟ نفیسہ لائبہ کی بات سن ایک دم سے رکتے ہوئے اُس کا ہاتھ چھوڑ منہ اُسکی طرف کرتے کمر پر ہاتھ رکھ پوچھتی ہے۔

و۔۔وہ میرا مطلب میں تو تمھارے گھر زیادہ رہتی ہوں ناں تو پھپھو نے کھلا کھلا کر اتنا کر دیا ہے۔۔۔لائبہ آنکھیں ادھر اُدھر گھماتے ہوئے آہستہ سے بولتی ہے۔

اور تمھاری پھپھو میری کیا لگتی ہیں؟؟نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اُس سے پوچھتی ہے۔

تمھیں نہیں پتہ کیا؟؟لائبہ آنکھیں آسمان کی طرف کر منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

مجھے تیرے اُسی منہ سے سننا ہے جس منہ سے تم نے کھاتے پیتے گھرانے والی بات کہی تھی۔۔۔نفیسہ اُس کو دیکھ آئی بروز اُٹھائے کہتی ہے۔

تمھاری ماں ہے۔۔۔۔لائبہ عجیب سا منہ بنائے کہتی ہے۔

گڈ تو اب خبر دار مجھے گھر والی بات کہی۔۔۔نفیسہ آنکھیں چھوٹی کر کے شہادت کی انگلی اُس کی طرف کرتے کہتی ہے۔

بیٹا بد عا ہے میری تجھے سر داؤد اچھا خاصا بے عزت کرے۔۔۔لائبہ اُس کو دیکھ روتا ہوا منہ بنائے کہتی ہے۔

اُس کو تو میں ایک سیکنڈ میں ٹھیک کر لوں یہ تو میں اُسے موقع دے رہی سدھر لے کا۔۔نفیسہ کمر پر ہاتھ باندھ اکڑتے ہوئے لہجے سے کہتی ہے۔

لائبہ کی نظر ایک دم نفیسہ کے پیچھے کھڑے داؤد پر پڑتی ہے جو کال سننے میں مصروف تھا۔۔۔

کیا کہا تم نے داؤد سر کو وہ بھی تم نے موقع دیا؟؟لائبہ اونچی آواز میں منہ پر ہاتھ رکھ جان بوجھ کر کہتی ہے تا کہ داؤد سن لے۔

اور اُس کی یہ بات داؤد نے سن بھی لی تھی لیکن اُس کی کال اینڈ ہونے کہ بعد بھی اُس نے موبائل کو کان سے لگائے رکھا تھا۔

ہاں جی۔۔۔مانتی ہے پھر اپنی دوست کو۔۔۔تجھے ایک اور بات بتاؤں کل رات میں نے اُسے کال کی اور کہا اوئے داؤد کے بچے آرام سے میرے ٹیسٹ کو چیک کر اور اگر نمبر ایک بھی کم دیا تو دیکھ لینا انجام بہت برا ہو گا۔۔۔نفیسہ لائبہ کی گردن میں ہاتھ ڈال اپنے پاس کرتے کہتی ہے جسے سن داؤد کے آئی بروز اُٹھے تھے۔

نا کر نفی۔۔۔لائبہ نفیسہ سے حیرانگی سے کہتی ہے۔

ہاں ناں اور تو اور یونیورسٹی میں جو وہ روعب دیکھاتا ہے ناں؟؟نفیسہ کہتی ہے۔

ہاں تو۔۔۔لائبہ منہ کھول کر پوچھتی ہے۔۔۔

وہ بھی۔۔۔۔بتانا کسی کو نہیں۔۔نفیسہ دوسری بات آہستہ سے کرتی ہے لیکن داؤد کو ہر بات صاف صاف سنائی دے رہی ہوتی ہے۔

ہاں ہاں میں کوئی پاگل ہوں جو سب سننے والے کو دوبارہ سناؤں۔۔۔لائبہ ایک نظر داؤد پر ڈال کہتی ہے۔

کیا مطلب تمھارا؟؟نفیسہ اُس کی ایسی بات سن پوچھتی ہے۔

کچھ نہیں تم بتاو آگے کیا ہوا؟؟وہ بات کو بدلتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں تو کیا کہہ رہی تھی میں۔۔نفیسہ وہ بات بھول سوچتے ہوئے کہتی ہے۔

روعب روعب کی بات ہو رہی تھی۔۔۔لائبہ یاد دلاتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں سچی۔۔۔وہ ھو یور نیورسٹی میں روعب دیکھاتا ہے ناں وہ بھی پوری رات میری منتے کرتا ہے کہ نفیسہ میم کیا میں صبح آپکے آگے تھوڑا روعب دیکھادوں پلیز۔۔۔۔نفیسہ کہتی ہے۔

میم؟؟نفیسہ کی بات پر داؤد حیرانگی سے اُس کا خود سے بنایا گیا میم والے لفظ کو دھراتا ہے۔

واہ نفیسہ۔۔۔چل اب آج کے لیے بہت ہے وہ کیا ہے ناں تو میری بہت اچھی دوست کے ساتھ ساتھ میری پھپھو کی بیٹی بھی ہے میں تجھے زیادہ تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اسی لیے اب کلاس میں جاکر باقی باتیں سنتی ہوں۔۔۔لائبہ اُس کو دیکھ ہنسی کو بڑی مشکل سے روکتے ہوئے کہتی ہے۔

کونسی تکلیف۔۔۔؟نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہتی ہے۔

زیادہ بولنے سے گلا خراب ہونے والی۔۔۔اور یہاں کھڑے ہو کر ٹھنڈ لگنے والی۔۔۔لائبہ ایک دم سے کہتی ہے۔

ہاں یار چل چلیں۔۔۔۔نفیسہ اُسکی بات کو سیریس لیتے ہوئے کلاس کی طرف چلنے لگتی ہے لیکن لائبہ کا ہاتھ پکڑنا نہیں بھولتی۔۔۔۔

یہ کیا تھا؟؟داؤد اُس کے جاتے ہی حیرانگی سے خود سے کہتا ہے۔۔۔

◈◈◈

اسلام و علیکم سر۔۔۔داؤد کے کمرہ جماعت میں داخل ہوتے ہی ساری کلاس اونچی آواز میں کہتی ہے۔

و علیکم السلام۔۔۔وہ اپنی کرسی کی طرف بڑھتے سبکو نظر انداز کرتے ہوئے کہتا ہے۔

نخرہ چیک مار بندے کا۔۔۔ اُس کو دیکھ نفیسہ لائبہ کے قریب ہوتے داؤد کی طرف آنکھوں کا اشارہ کرتے کہتی ہے۔

ہاں ہاں۔۔ لائبہ اُسکی بات سن کہتی ہے اور دم میں تو آج وہ نفیسہ کے لیے دعا ہی کر رہی ہوتی ہے۔

تو کلاس میں نے آپ سب کے ٹیسٹ چیک کیے گڈ ورک۔۔۔ داؤد سبکو دیکھ اکڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہے۔۔۔

اُس کی بات سن نفیسہ لائبہ کو دیکھ طنزاً مسکراتی ہے جیسے بتا رہی ہوں کے میری ہی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

لیکن ایک دو سٹوڈنٹس ایسے ہیں جنھوں نے بلکل ہی کچھ نہیں ٹھیک لکھا۔۔ داؤد آنکھیں گماتے ہوئے نفیسہ اور لائبہ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہتا ہے۔

رمشہ۔۔۔ داؤد ایک دم سے رمشہ کا نام لیتا ہے جس سے لائبہ ایک گہری سانس ہوا میں خارج کرتی ہے۔

ج۔۔جی سر رمشہ ڈرتے ہوئے کھڑی ہوتے کہتی ہے۔

آپ نے بہت اچھا ٹیسٹ کیا ہے گڈ۔۔۔ داؤد اُسکو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا اُسکو ٹیسٹ پکڑاتا ہے۔۔۔ جس پر رمشہ کی تو خوشی کی انتہا نہیں ہوتی لیکن۔۔۔ لائبہ پھر پریشان ہو جاتی ہے۔

تھینکس سر۔۔۔ رمشہ ٹیسٹ پکڑتے خوشی سے کہتی ہے جس پر داؤد آنکھوں کے اشارے سے ویلکم کرتا ہے۔

نفیسہ اینڈ لائبہ۔۔۔داؤد سامنے پڑے دو پیپرز کو اُٹھاتے ہوئے کہتا ہے۔

جس پر نفیسہ آنکھیں اُپر کیے بالوں کو پیچھے کرتے اٹیٹیوڈ سے کھڑی ہوتی ہے جبکہ لائبہ کی ٹانگیں کانپ رہی ہوتی ہیں۔

کیا ہے مر گی ہو گئی تجھے نفیسہ لائبہ کی کانپتی ٹانگوں کر دیکھ آہستہ سے کہتی ہے۔

لائبہ کچھ کہنے ہی والی ہوتی ہے کہ تبھی ایک دم سے داؤد اُن دونوں کی طرف دیکھتا ہے جس پر وہ دونوں چپ ہو جاتی ہیں۔

آپ دونوں کا ٹیسٹ بہت برا ہوا ہے دونوں کا ایف گریڈ آیا ہے۔۔۔داؤد طنزیہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے دونوں کی طرف ٹیسٹ والے پیپرز کرتے ہوئے کہتا ہے۔

کیا مطلب۔۔۔نفیسہ ایک دم اُس کے ہاتھ سے جلدی سے ٹیسٹ لیتے پریشانی سے کہتی ہے جبکہ لائبہ کا تو ابھی تک ٹیسٹ والے پیپر کو لینے کے لیے ہاتھ ہی نہیں پہنچا ہوتا۔

سر میرا ٹیسٹ بلکل ٹھیک تھا آپ گوگل سے کر کے دیکھ لیں۔۔۔سارا ٹیسٹ دیکھنے کہ بعد نفیسہ غصے سے بھری آنکھوں سے داؤد کو دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔

سوری میں اپنے لیکچر والے جواب کو صحیح مانتا ہوں نا کہ گوگل شوگل والے۔۔۔داؤد اپنی کرسی پر واپس جاتے ہوئے اکڑے لہجے میں کہتا ہے۔

لیکن سر۔۔۔شاٹ اپ۔۔۔نفیسہ کہ سر کہنے پر داؤد سختی سے کہتا ہے جس پر نفیسہ غصے سے اپنی مٹھیاں بند کر لیتی ہے۔

جی لائبہ آپ کچھ کہنا پسند کریں گی؟؟ داؤد کرسی پر بیٹھتے ہوئے لائبہ کو دیکھ پوچھتا ہے۔

میں نے ٹیسٹ ب۔۔۔ بلکل یاد نہیں کیا تھا س۔۔۔ سر۔۔۔ لائبہ کانپتے لفظوں سے ڈرتے ہوئے کہتی ہے جس کی بات سن داؤد ایک دم سے اُسکی طرف دیکھتا ہے۔

اسکا مطلب یاد کیا تھا۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے آنکھیں آسمان پر کیے غصے سے لائبہ کی کہی ہوئی بات کو صیحح سے بتاتی ہے جو کہ اُس نے ڈر کے مارے اُلٹی کہہ دی تھی۔۔۔۔

ج۔۔۔ جی سر۔۔۔ لائبہ ہچکچاتے ہوئے کہتی ہے۔

بیٹھ جاوایسا ناں ہو کچھ ہی دیر میں ون ون ٹو ٹو یورنیورسٹی کے گیٹ پر آ گئی ہو۔۔۔ داؤد لائبہ کی حالت دیکھ کہتا ہے۔ جس پر لائبہ بیٹھ جاتی ہے۔

◈◈◈

مطلب سمجھتا کیا ہے خود کو وہ رمشہ اُس کی چاچے کی بیٹی لگتی ہے جو اُسکو اتنے پیار سے گڈ کہہ کر نمبر دے دیئے اور ہمیں ایف گریڈ دے دیا۔۔۔ نفیسہ غصے سے لال ہوتے لائبہ کے ساتھ گھر کو واپس جاتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں یار مجھے بھی۔۔۔ لائبہ منہ بنائے کہتی ہے۔۔۔

بس بہت ہو گیا اسکی کمپلینٹ کرونگی۔۔۔ نفیسہ ہاتھ کی مٹھی بنائے دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے کہتی ہے۔

پولیس اسٹیشن میں ؟؟ لائبہ اُسکی بات سن بڑی بڑی آنکھیں نکال پوچھتی ہے۔

نہیں یار ڈیپارٹمنٹ میں۔۔۔ دیکھ لائبہ جب میں غصے میں ہوتی ہوں ناں تو مہربانی کیا کر کچھ مت اپنے منہ مبارک سے نکالا کر ایسا نہ ہو اُس کا غصہ تجھ پر اُتار دوں۔۔۔ نفیسہ آنکھیں نکالتے خود کی آواز کو دباتے ہوتے ہوئے آہستہ سے کہتی ہے۔

لو جی میں ہی معصوم ملتی ہوں تجھے ہر بار۔۔۔لائبہ سر کو جھٹکتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں اسی لیے چپ رہا کر تجھے خدا کا واسطہ۔۔۔نفیسہ ہاتھ جوڑ کر لائبہ سے کہتی ہے۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔نہیں کچھ بولوں گی اچھا چھوڑ اسے یہ بتا تیری پھپھو اور حیدر آ گئے؟؟ لائبہ نفیسہ کو غصے میں دیکھ پوچھتی ہے وہ جانتی تھی کہ اسکا موڈ ایک انسان کے نام پر بدل جاتا ہے۔

ہاں بڑے پاپا کہ گھر رکے ہوئے ہیں۔۔۔کل رات گیارہ بجے آئے تھے اسی لیے ہم نہیں مل سکے ابھی جائیں گے سب ملنے۔۔۔نفیسہ ایک دم غصے کو بھول مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

ارے ارے اتنا شرمانا۔۔۔لائبہ اُس کو دیکھ اُس کے کاندھے پر اپنا کاندھا مار کہتی ہے۔۔۔

دفعہ ہو جا چل گھر چلیں ورنہ میں پھر رہ جاؤ نگی۔۔۔نفیسہ شرماتے ہوئے لائبہ سے کہتی ہے۔

جی جی چلیں جناب۔۔۔لائبہ اُس کے غصے کو پھور ہوتا دیکھ سکھ کا سانس لیتی کہتی ہے۔

◈◈◈

ارے ماشاءاللہ اپنا حیدر تو بہت ہی پیارا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے جتنا سوچا تھا اُس سے کئی زیادہ۔۔۔ کلثوم علینہ کے پاس بیٹھی مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں ہاں ورنہ باہر کہ لڑکے اتنے سادہ کیسے ہو سکتے ہیں۔۔۔سارہ کلثوم کی بات سن ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہتی ہے۔

جی بس بھابھی میرا بیٹا ہے ہی ایسا شروع سے اس نے کبھی اُس ملک کو اپنا ملک نہیں مانا ہمیشہ اس کے خیالات اور دل پاکستان سے ہی جڑے رہے ہیں۔۔علینہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

بس پھر آ تو گئی ہو حیدر کی دلہن بھی ڈھونڈتی جاو۔۔۔ اُس کی بات سن سارہ کہتی ہے۔۔۔

ارے ڈھونڈنی کیا ہے ہماری نور کو حیدر سے بڑی ہے لیکن نفی تو دو سال چھوٹی ہے۔۔۔ جب گھر میں دلہن موجود ہے تو باہر کیوں جانا۔۔۔ اُن تینوں کی بات سن سحر سامنے بیٹھے حیدر اور نفیسہ کو دیکھتے ہوئے کہتی ہے جو عادل کی باتوں پر ہنس ہنس لوٹ ہو رہے تھے۔۔۔

بلکل بھابھی میں بھی یہی اُمید لگا کر آئی ہوں طارق بھائی اور کلثوم بھابھی سے آخر نفیسہ تو بچپن سے مجھے پسند ہے۔۔۔ علینہ سارہ کی بات سن کلثوم کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتی ہے۔

مجھے اس رشتے سے کوئی پریشانی نہیں ہے علینہ بس نفیسہ کے ابو اور نفیسہ کی رائے لینی ہے۔۔۔ کلثوم مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

لو جی یہ بھی کوئی بات ہے میں آج ہی طارق بھائی سے بات کرتی ہوں۔۔۔ نفیسہ سے آپ پوچھ لیجیے گا۔۔۔ علینہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتی ہے جس پر سب مسکرانے لگ جاتے ہیں۔

◈◈◈

آ ییئے آپ کا انتظار تھا۔۔۔ آ ییئے آپ کا انتظار تھا۔۔۔ عادل حیدر کا ہاتھ پکڑے اُٹھاتے ہوئے گانے لگتا ہے جو نیچے کارپٹ پر نفیسہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔۔۔

بس بس۔۔۔ آج تو میں کانوں میں ڈالنے والی دوائی بھی لے کر نہیں آئی۔۔۔ اُس کی آواز سن نور ہنستے ہوئے کہتی ہے جس پر سب ہنسنے لگ جاتے ہیں۔۔۔

دیکھ لیں حیدر بھائی آپکے آنے کی خوشی بھی نہیں منانے دیتے یہ ظالم لوگ۔۔۔ عادل حیدر کی طرف دیکھ کہتا ہے جو خود بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کیے کھڑا تھا۔

نور کچھ لحاظ کر لو ہمارے اتنے اچھے سنگر کی بے عزتی کر رہی ہو۔۔۔ اُس کی بات سن حیدر ہنسی دباتے ہوئے نور سے کہتا ہے۔

تو پھر آپ ہی سنیں ان کی سریلی آواز ہم تو چلے۔۔۔ اُس کی بات سن نفیسہ آنکھیں گھماتے ہوئے کہتی ہے۔

ارے اتنی بھی کیا جلدی ہے ابھی تو آپ نے بھی گانا گا کر سنانا ہے۔۔۔ حیدر ایک پیار بھری نظر نفیسہ پر ڈال کر مسکراتے ہوئے کہتا ہے جس پر نفیسہ اپنی نظریں نیچے کر لیتی ہے۔

مجھے کوئی گانا گانا نہیں آتا۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے آہستہ سے کہتی ہے۔

استغفار اتنا جھوٹ۔۔۔ اُسکی بات سن عادل کانوں کو ہاتھ لگائے کہتا ہے۔

میرا مطلب آتا ہے۔ لیکن گانا نہیں آتا۔۔ نفیسہ حیدر سے نظریں چراتے ہوئے کہتی ہے جس کی نظر کب سے بے شرموں کی طرح اُسی پر تھی۔

جو آتا ہے وہی سنادیں ویسے بھی آپکی آواز کسی میٹھی دھن سے کم نہیں۔۔۔ حیدر اُس کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔۔۔ نفیسہ حیدر سے کہتے وہاں سے جلدی سے اُٹھ باہر کو چلی جاتی ہے اُس کے دل کی دھڑکن کافی تیزی سے چل رہی تھیں۔

میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ نالائق ہے کوئی سنتا ہی نہیں میری۔۔۔ اُس کی بات سن اور جاتا دیکھ عادل کاندھے اُٹھائے کہتا ہے۔

اُس کو چھوڑیں عادل میاں یہ تو بتائیں آپ نے سر پر ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے؟؟ عادل کے کہنے پر حیدر کا دھیان عادل کے سر پر پہنی ٹوپی پر جاتا ہے جس پر وہ اُس سے پوچھتا ہے۔

وہ وہ بھائی ایسے ہی۔۔۔ عادل ٹوٹے ہوئے لفظوں سے کہتا ہے۔

ایسے ویسے نہیں حیدر بھائی ذرا ٹوپی اُتار کر دیکھیں سنگر کی۔۔۔ اُس کی بات سن لائبہ کہتی ہے۔

تم اپنی بولتی بند رکھو۔۔۔ عادل کہہ ہی رہا ہوتا ہے جس پر حیدر ایک دم سے ٹوپی اُتار دیتا ہے۔

ہائے اللہ میری عزت۔۔۔ عادل ایک دم سے ٹوپی اُترتے دیکھ منی پر دونوں ہاتھ رکھ حیرانگی سے کہتا ہے۔

جس پر سب ہنسنے لگ جاتے ہیں۔

آئے ہائے یہاں تو چمکتا ہوا ہیرا چھپا ہوا تھا۔۔۔ اُس کے زر کو دیکھ حیدر شرارتی انداز میں کہتا ہے نور اور لائبہ تو پہلے ہنس ہنس لوٹ ہو رہی تھیں۔

یہ اچھی بات نہیں ہے بھائی بندے کے قیمتی چیز کو ایسے کھلے عام ننگا کر دینا۔۔۔ عادل حیدر کو دیکھ میسنہ منی بنائے کہتا ہے۔

اوہ خطا معاف مہراج یہ لیں آپکا حفاظتی کوچ۔۔۔۔ حیدر شرارتی انداز میں کہتا ٹوپی عادل کی طرف کرتا ہے۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے معاف کیا آئندہ ایسی خطا پر سزا دی جائے گی تمھیں۔۔۔ اُسکی بات سن عادل بھی اُسی کی نقل کرتے ہوئے کہتا ہے۔

◈◈◈

بڑارات کو شرمارہی تھی۔۔۔اتنی معصومیت کہاں سے اُدھار لیتی ہو؟؟لائبہ نفیسہ کے ساتھ کلاس کی طرف جاتے ہوئے شرارتی انداز میں کہتی ہے۔

اوشٹ اپ۔۔۔ابھی فلحال مجھ پر دھیان دینے سے پہلے آگے جو ہٹلر کھڑا ہوگا اُس پر دھیان دو تو اچھا ہوگا تب تو تمھیں یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہنا کیا ہے تمھیں۔۔۔نفیسہ ہنستے ہوئے لائبہ سے کہتی ہے۔

اللہ پوچھے گا اُس سے بھی اور تم سے بھی۔۔۔لائبہ رونے والا منہ بنائے نفیسہ سے کہتی ہے۔

چل اب چلیں۔۔۔نفیسہ ہنستے ہوئے کہتی ہے جس پر لائبہ منہ بنائے اُس کے ساتھ کلاس میں چلی جاتی ہے۔

◈◈◈

تو سٹوڈنٹس آپ سب کے لیے میرے پاس ایک پروجیکٹ ہے۔۔۔جس کا مٹیریل آپ لائبریری سے ہی لیں گے۔۔۔اور جو کمپلیٹ نہیں کر پایا اُس کو سزا ملے گی۔۔۔داؤد ساری کی کلاس سے نظریں گھماتے ہوئے نفیسہ پر نظریں روک کہتا ہے۔

انشااللہ سر ہم ضرور کریں گے۔۔۔رمشہ داؤد کی بات سن اونچی آواز میں کہتی ہے۔

گڈ مجھے تم سے یہی سننے کی اُمید تھی باقی تو بس اپنے والدین کا پیسہ ضائع کرنے آتے ہیں۔۔۔داؤد رمشہ کی بات سن نفیسہ کو دیکھ کر کہتا ہے۔

جی بلکل سر اور کچھ تو سر بھی فضول کی تنخواہ لیتے ہیں۔۔اُس کی ٹوک سن نفیسہ کہتی ہے۔

اس بات سے کیا مطلب ہے آپکا؟؟داؤد ائی برو اُٹھائے کہتا ہے۔

مطلب یہی ہے کہ اگر سٹوڈنٹس والدین کہ پیسے ضائع کرنے آتے ہیں تو کچھ استاد بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔۔۔نفیسہ بات کو دوسرا رخ دیتے کہتی ہے۔

جی اچھا۔۔۔داؤد اُس کی بات سن خود کو کنڑول کیے کہتا ہے۔

آیا تھا بڑا مجھ پر بات کرنے والا۔۔۔نفیسہ منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے کہتی ہے۔

◇◇◇

لائبہ چل لائبریری چلیں۔۔۔لائبہ کو پریئنگ ہال میں لیٹا دیکھ نفیسہ کہتی ہے۔۔۔

چلی جا نفی آج سونے دے لائبہ کو۔۔۔لائبہ اپنی آنکھیں کو بازوں رکھے کہتی ہے۔

اوئے شرم کر ساری رات سوئی تو رہتی ہے۔۔۔نفیسہ اُس کو پاؤں مار کہتی ہے۔

نفی تو چاہتی ہے میرا سانس نکل جائے؟؟ کہا بھی تھا نہیں رکھوا روزہ لیکن ایک بھی نہیں سنی میری اب دفعہ ہو جا ورنہ میں نے روزہ توڑ کر اللہ کو تیرا نام بتا دینا ہے کہ اسکی وجہ سے ہے کیا میں نے۔۔۔لائبہ منہ بناتے کہتی ہے۔

ٹھیک ہے مر جا۔۔۔جا رہی ہوں میں۔۔۔نفیسہ اُس لیٹی کو ایک زور کی ٹانگ مارتے ہوئے کہتی باہر کو چلی جاتی ہے۔

◇◇◇

کہاں ملے گی کہاں ملے گی وہ بک۔۔۔نفیسہ لائبریری میں پروجیکٹ کے لیے ریفر کی گئی بک ڈھونڈتے ہوئے کہتی ہے جب ایک دم سے لائبریری میں مکمل اندھیرا ہو جاتا ہے۔

ارے میرا موبائل۔۔۔نفیسہ بیگ میں سے موبائل نکالنے کے ہاتھ ڈالتی ہے جب نا پاتے ہوئے کہتی ہے۔

آپ لائبہ کو دے آئی وہ تو۔۔۔ نفیسہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتی آگے کو بڑھتی ہے۔۔۔اور ایک دم کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر کسی پر گرتی ہے۔۔۔۔

ارے لگتا کوئی معصوم بلی نیچے آگئی۔۔۔ لیکن بلی نے آواز نہیں نکالی لگتا سچ میں بہت کمزور ہوں میں بلی کو میرا وزن ہی نہیں محسوس ہوا ہونا۔۔۔ نفیسہ اپنے نیچے کسی کو پا کر کہتی ہے۔

بلی نہیں شیر پر گر گئی ہو۔۔۔لڑکی۔۔۔ تبھی کسی کی بھاری آواز نفیسہ کے کانوں میں پڑتی ہے۔

کیا کہا؟؟ شیر کیا یہ شیر بولتا بھی ہے؟؟ نفیسہ نادانی سے کہتی ہے۔

جس پر نیچے گرے شخص کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آتی ہے وہ بھی اس لیے کہ اندھیرے میں نفیسہ کو کچھ دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ویسے یہ شیر اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔۔۔وہ اُس کے کاندھوں سے پکڑ خود سے ہٹاتے ہوئے کہتا ہے۔

س۔۔۔سوری مسٹر اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا پتہ نہیں کسی چیز سے پاؤں اٹکا تو گر گئی۔۔۔

ہمم بہانہ اچھا۔۔۔ لیکن کوئی نہیں۔۔۔وہ سنجیدگی سے کہتا ہے

میں بہانے نہیں بناتی اور تم بڑے سلمان خان ہو نہ جو میں جان بوجھ کر تم پر آ گری۔۔۔ نفیسہ غصے سے کہتی ہے۔

جی جی محترمہ۔۔۔ بلکل درست کہہ رہی ہیں آپ سلمان خان ہی تو ہوں میں۔۔۔وہ ہنسی دباتے ہوئے کہتا ہے۔

افسوس موبائل میری کزن کے پاس ہے ورنہ آج تم افریقہ سے آئے ہوئے کو شکل دیکھا دیتی تمھاری۔۔۔نفیسہ سر پر ہاتھ رکھے طنزاً کہتی ہے۔

جب ایک دم سے اُسے وہ ہاتھ سے پکڑ اپنے پاس کرتا ہے۔۔۔

ی۔۔۔یہ ک۔۔۔کیا۔۔۔

ششششش۔۔۔نفیسہ اٹک اٹک کر کہہ ہی رہی ہوتی جب داؤد اُسکے کان میں کہتا ہے جس پر وہ مکمل چپ ہو کر بت سی بن جاتی ہے۔

تبھی دو سیکنڈ میں لائیٹ بھی آجاتی ہے۔۔۔لیکن نفیسہ کہ آمنے سامنے کوئی نہیں ہوتا وہ اکیلی پسینہ پسینہ ہوئی کھڑی ہوتی ہے

ارے کہاں گیا کون تھا؟؟نفیسی کسی کو نہ پا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

لگتا ہے۔۔۔بھوت۔۔۔۔وہ کہتے کچھ سوچتی ہے اور بھوت کا نام لیے بھاگ کر وہاں سے نکلنے لگتی ہے۔

ڈفر۔۔۔اُس کے جاتے ہی کسی نے اُسے بھاگتے دیکھ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

◈◈◈

کیا ہوا کیا ہوا کیوں ایسے بھاگتی ہوئی آرہی ہو لگتا ہے کوئی بھوت لگ گیا پیچھے تمھارے؟؟لائبہ نفیسہ کو بھاگ کر اُسکے پاس آتا دیکھ کہتی ہے۔

بھ۔۔۔بھوت ہ۔۔۔ہی د۔۔۔دیکھا۔۔۔۔نفیسہ پھولے ہوئے سانس میں کہتی ہے۔

ہیں ناں کر۔۔۔۔لائبہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھتی ہے۔

ہاں اور تجھے کیا لگتا نفیسہ طارق کبھی کسی سے ڈرتی ہے۔۔۔نفیسہ کمر پر ہاتھ رکھ اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو نارمل کرتے ہوئے کہتی ہے۔

ڈرتی تو نہیں ہے لیکن سوچنے کی بات ہے۔۔۔۔لائبہ اُس کو دیکھ کچھ سوچتے ہوئے کہتی ہے۔

کیا۔۔؟؟نفیسہ سوالیہ نظروں سے اُس کو دیکھ پوچھتی ہے۔

ایک چڑیل بھوت سے کیسے ڈر سکتی ہے؟؟تو نے اچھے سے چیک کیا تھاناں اُس بھوت کو ہارٹ اٹیک تو نہیں آیا تھاناں؟؟لائبہ ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے۔

جس پر نفیسہ کی آنکھیں باہر کو نکلنے کو آتی ہیں۔

مجھے پہلے ہی پتا تھا کوئی نا کوئی چولی مارے گی۔۔ کبھی ناں جج کی بات کرنا تو۔۔۔نفیسہ غصے سے لال ہوتی اپنا موبائل اُس کے ساتھ سے اُٹھائے چلی جاتی ہے۔

ارے نفی بات سن ناں میری۔۔۔۔میں تو مذاق کر رہی تھی۔۔۔اُسے غصے میں دیکھ جاتے ہوئے کہتی اُس کہ پیچھے بھاگتی ہے۔

◈◈◈

وہ بیڈ پر جوتے سمیت لیٹا تھا۔۔۔اُس کے ساتھ ہی کھانے کا ٹرے پڑا تھا۔۔۔لیکن وہ فلحال حقیقی زندگی سے دور خیالات کی دنیا میں گھوم رہا ہوتا ہے۔

بھ۔۔۔بھوت۔۔۔۔اُس کہ کانوں میں بار بار نفیسہ کہ یہ کہنے کی آواز گونج رہی تھی۔۔۔

پاگل لڑکی۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

لیکن میں اُس کہ بارے کیوں سوچ رہا ہوں ؟؟ یہ میں کیا کر رہا ہوں ؟؟ مجھے کیا ہو رہا ہے ؟۔۔۔ وہ خود سے ایک دم سوال پر سوال کرنے لگ جاتا ہے۔

تو جانتا ہے ناں کہ تیری زندگی اب کیسی بن چکی ہے ؟ایسی سوچ آنا بھی تیرے لیے گناہ ہے۔۔۔ وہ ایک دم سے بیٹھتے ہوئے سر پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہتا ہے۔

یا اللہ تو رحم کر۔۔۔ وہ اپنی سوچوں پر قابو پاتے ہوئے ہوش کی دنیا میں آتے ہوئے کہتا ہے اور ایک نظر ساتھ پڑے کھانے پر ڈال اُٹھ کر واشروم کی طرف اپنا رخ کرتا ہے۔

◈◈◈

ہاں تو بھائی اب وقت آگیا ہے میری امانت مجھے دینے کا تو اب بس آپکی اجازت چاہیے ہو گی۔۔۔ علینہ مسکراتے ہوئے طارق کو دیکھ کہتی ہے۔

میں سمجھا نہیں بہنا۔۔۔ طارق صاحب سوالیہ نظروں سے علینہ کو دیکھتے ہیں۔۔۔

ارے میں حیدر اور نفیسہ کی شادی کی بات کر رہی ہوں۔۔۔ اب بس مجھ سے اور انتظار نہیں ہوتا۔۔۔ علینہ دونوں ہاتھ کھڑے کرتے کہتی ہے۔

کیا کیا ؟؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟ نفیسہ میری دلہن بنے گی۔۔۔ علینہ کی بات سن جواد جلدی سے کہتا ہے جس پر سب اُس کی طرف دیکھتے ہیں۔۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے جواد بڑوں کہ درمیان بولنے والی۔۔۔ اُسکی بات سن منیب کہتا ہے۔

کیسی بد تمیزی بابا ؟؟ نفیسہ صرف میری ہے اور میں ہی اُس کا دولہا بنوں گا آج تک میں نے اپنی زندگی کا ہر فیصلہ آپ کی مرضی کے مطابق کیا ہے لیکن آج میں اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ جواد اکڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہے۔

لو جی یہ ایک اور دیوانہ نکل آیا میری بہن کا پتہ نہیں وہ چڑیل انکو اچھی کیسے لگتی ہے۔۔۔ اُس کی بات سن عادل ہنسی دباتے شرارتی سے نور کو دیکھتے ہوئے کہتا ہے۔

فلحال منہ بند رکھو عادی۔۔۔ نور آنکھیں نکال اُسے دیکھ کہتی ہے۔

ہاں ہاں کر والو خاندان کہ سمجھدار انسان کو چپ دیکھنا ایک بھی سیدھا فیصلہ نہیں ہونا۔۔۔ وہ شرارتی انداز میں نور کو کہتا ہے۔

فلحال مذاق کا وقت نہیں۔۔! نور غصے سے عادل کو دیکھتے ہوئے کہتی ہے جس پر وہ چپ ہو جاتا ہے۔

اچھا ناں آنکھیں باہر آجائے گی۔۔۔ وہ نور کی آنکھوں کو دیکھ کہتا ہے جس پر وہ بس غصے سے اُسے دیکھتی ہے۔

جواد دفعہ ہو جاو یہاں سے اس سے پہلے میرا ہاتھ تم پر اُٹھ جائے۔۔۔ منیب غصے سے جواد کو دیکھتے ہوئے کہتا ہے۔

اُٹھا لیں بے شک لیکن نفیسہ حیدر کی نہیں جواد کی ہی دلہن بنے گی۔۔۔! جواد اُسی لہجے میں جواب دیتا ہے۔

جواد۔۔۔ منیب ایک دم سے جواد کی طرف جاتا ہے جس پر سارہ جلدی سے اُن دونوں کے درمیان آجاتی ہے۔۔۔

میں اسے سمجھاتی ہوں آپ کچھ نہیں کہیں اسکو۔۔۔ سارہ جلدی سے منیب کے آگے آکر کہتی ہے۔

سارہ اسکو یہاں سے لے جاو ورنہ میں اسکی وہ حالت کر دوں گا کہ یاد رکھے گا منیب اسلام کیا کر سکتا ہے۔۔۔ سارہ کے آگے آتے ہی منیب غصے سے کہتا ہے۔

چل ھواد تو باہر چل۔۔۔ سارہ ھواد کا ہاتھ پکڑ جلدی سے باہر کو بھاگتی ہے۔۔۔ ھواد کی نظریں اب بھی منیب پر اٹکی ہوتی ہیں۔۔۔

میں معذرت چاہتا۔۔۔

ارے ارے نہیں بھائی کوئی بات نہیں بچہ ہے ہو جائے گا ٹھیک۔۔۔ منیب معافی مانگ ہی رہا ہوتا ہے جب اچانک طارق اُسکی بات ٹوکتے ہوئے کہتا ہے۔

ہمم۔۔۔ منیب سر نیچے کیے کہتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیں بہنا ہم کیا کریں ایک طرف بھائی کا بیٹا ہے اور دوسری طرف آپکا اور دونوں کو میری نفی ہی پسند ہے۔۔۔ طارق علینہ کی طرف دیکھ کہتا ہے۔

معذرت چاہوں گا ماموں بڑوں کے درمیان بول رہا لیکن اگر یہ بات نفیسہ سے پوچھ لی جائے کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتی ہے تو زیادہ اچھا ہو جائے گا۔۔۔ طارق صاحب کہ کہتے حیدر سر نیچے کر کے کہتا ہے۔

ہاں بلکل صحیح کہا ہے حیدر نے۔۔۔ اُسکی بات سن کافی دیر سے چپ بیٹھا راجب کہتا ہے۔۔۔

ہمم صحیح ہے۔۔ طارق صاحب کچھ سوچتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

ویسے بھائی جان آج مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔۔۔ طارق اور سب کا منہ لٹکا دیکھ راجب رونے والا منہ بنائے کہتا ہے۔

کیوں کیا ہوا؟؟ منیب اور سب اُسکی طرف دیکھتے ہیں جس پر طارق صاحب حیرانگی سے پوچھتے ہیں۔۔۔

اب میرا ابھی ایک بیٹا ہوتا تو میں بھی نفیسہ کا رشتہ مانگ لیتا۔۔۔ اور نہ دینے پر بہوں کو بھگا لیتا۔۔۔ راجب شرارتی انداز میں کہتا ہے۔۔۔ جس پر سب ہنسنے لگ جاتے ہیں۔۔۔

اور کچھ خوشحال ماحول بنتا ہے۔

◈◈◈

عبداللہ بس اب میں ملنے نہیں آرہی اگر ملنا ہے تو شادی کہ لیے ہاتھ مانگو میرے پاپا سے ورنہ میں نہیں آؤنگی ملنے۔۔۔ نور کان سے موبائل لگائے غصے سے کہہ رہی ہوتی ہے جب نفیسہ اُس کے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔

کیا مطلب بات نہیں کر سکتے پیار محبت کرنے کا شوق ہوتا ہے بس؟؟ نبھانے کا نہیں اگر ایسا ہی ہے تو مجھے دوسری بار کال نہ آئے۔۔۔ نور غصے سے کہتی کال کاٹ دیتی ہے۔

کیا ہوا آپیا ابھی تک آپکا عاشق بات نہیں کر سکا ناں؟؟ اسی لیے کہتی تھی اسکو کھینچ کر رکھو۔۔۔ پر میری تو سننی نہیں کسی نے وہ مجنوں نے ایک آواز لگائے اور لیلہ بھاگ کر اُس کے پاس گئی۔۔۔ نفیسہ اُس کے ساتھ بیڈ پر لیٹتے آنگڑائی لیتے ہوئے کہتی ہے۔

دفعہ کرو اب میں بھی بات نہیں کرونگی اُس سے۔۔۔ نور منہ بنائے کہتی ہے۔

ہاں ہاں دیکھتے ہیں کب تک منصوبے قائم رہتے لیلہ کے۔۔۔ نفیسہ اُسے دیکھ کہتی ہے۔

ویسے نفی۔۔ نور آہستی سے کہتی ہے۔

جی۔؟؟؟نفیسہ سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

ایک بار ملنے میں کیا ہو جائے گا۔۔۔ شاید اُس کہ بعد وہ رشتہ لے آئے۔۔۔ نور منہ بنائے آہستہ سے کہتی ہے جس پر نفیسہ کی دونوں آنکھیں باہر نکلنے کو آتی ہیں۔۔۔

آپیا کیا آپ چاہتی ہیں کہ کل جیو نیوز پر بریکنگ نیوز آئے کہ چھوٹی بہن کے ہاتھوں بڑی بہن کا قتل ہو گیا؟؟نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے کہتی ہے۔

اللہ میں کیا کروں اُسے چھوڑ بھی نہیں سکتی۔۔۔ نور سر پر ہاتھ رکھ پریشانی والے لہجے میں کہتی ہے۔

وقت آنے پر سب ٹھیک ہو جائے گا انشااللہ آپ بس فلحال اُس سے ملیں نہیں۔۔۔ نفیسہ نور کو پریشان دیکھ اُسے تسلی دیتے ہوئے کہتی ہے۔

ہمم انشاءاللہ اور تم نے کیا سوچا ہے؟؟نور نرم لہجے میں کہتے ایک دن سے نفیسہ کو دیکھ پوچھتی ہے۔

کس بات ؟؟نفیسہ حیرانگی سے پوچھتی ہے۔

ارے گھر میں اتنا سب ہو رہا تم کہاں ہوتی ہو؟؟نور حیرت بھری نظروں سے دیکھ کہتی ہے۔

بس آپیا ایک بندے نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔۔۔ نفیسہ داؤد کے بارے سوچتی طنزاً کہتی ہے۔

کس نے؟؟نور اُس سے پوچھتی ہے۔

ہے ایک سر خیر آپ بتائیں کیا ہوا ہے؟؟نفیسہ بات پلٹتے ہوئے کہتی ہے۔

گھر میں تمھارے اور حیدر کے رشتے کی بات چل رہی ہے۔۔۔ نور اُسے دیکھ آہستہ سے کہتی ہے جس پر نفیسہ اپنی مسکراہٹ چھپانے لگ جاتی ہے۔

لیکن جواد کہہ رہا ہے کہ وہ ہی تم سے شادی کرے گا۔۔۔ نور کہتی ہے جس پر نفیسہ کے طوطے اُڑ جاتے ہیں۔۔۔

کیا مطلب ؟؟ وہ شرمیلی دلہن ؟؟ وہ مجھ سے شادی کرے گا ؟؟ نفیسہ غصے سے بھری آنکھوں سے دیکھ نور سے کہتی ہے۔

ہاں اُس نے تو بڑے پاپا کہ سامنے کہا بلکہ سب کے سامنے کہا ہے۔۔۔ نور وہ وقت یاد کرتے ہوئے کہتی ہے۔

واٹ ؟؟؟؟ سب کے سامنے اُس میں اتنی ہمت کہاں سے آئی ائی ایم شوکڈ آپیا۔۔۔ نفیسہ سر پر ہاتھ رکھتے حیرانگی سے کہتی ہے۔۔۔

ہاں نفی سب ہی حیران تھے۔۔۔ نور اُسے بتاتی ہے۔

اللہ تو پھر بڑے پاپا نے کچھ نہیں کہا ؟؟ نفیسہ پریشانی سے کہتی ہے۔

وہ تو اُٹھے تھے دو لگانے لیکن تائی جان نے روک لیا۔۔۔ اور جواد کو لے گئی۔۔۔ نور نفیسہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کہتی ہے۔

اُفففف یہ تائی جان بھی ناں لگنے دیتی دو تین نکل جاتا عاشقی کا بھوت خیر عدالت کس نتیجے پر پہنچی ؟؟ نفیسہ افسوس کرتے ہوئے کہتی ہے۔

کچھ نہیں حیدر بول اُٹھا کے نفیسہ سے پوچھ لیں جس سے وہ کرنا چاہے۔۔۔نور مسکراتے ہوئے نفیسہ سے کہتی ہے جس پر نفیسہ کی مسکراہٹ چہرے پر واپس آجاتی ہے۔

ارے ارے شرما رہی ہے میڈم۔۔۔نفیسہ کو مسکراتے دیکھ نور شرارتی انداز میں کہتی ہے۔

جس پر نفیسہ باہر کی طرف بھاگنے لگتی ہے۔اور نور مسکراتے ہوئے اُسے جاتا دیکھتی ہے۔

◈◈◈

وہ شیشے کے سامنے کھڑا خود کو دیکھ رہا ہوتا ہے جب ایک دم سے کسی کا چہرہ اُس کے سامنے کسی فلم کے سین کی طرح چلنے لگتا ہے۔۔۔جسجو سوچ وہ مسکراتا ہے اور کچھ ہی وقت میں وہ مسکراہٹ غصے میں بدل جاتی ہے۔

یااللہ کیوں؟؟؟؟؟؟وہ غصے سے ہاتھ شیشے پر مارتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

یہ بہت غلط ہو رہا ہے۔۔۔جو بھی ہے۔۔۔میں اب ایسا کچھ نہیں سوچوں گا بس۔۔۔اپنے اُپر قابو کرنا ہی ہوگا ورنہ بہت بڑا غلط فیصلہ ہو جائے گا مجھ سے۔۔۔وہ ٹوٹے ہوئے شیشے کو دیکھتے کہتا ہے جس کے ہاتھ سے بہت سا خون فرش پر گر رہا ہوتا ہے اور آنکھیں کسی لال انگارے کی طرح ہوئی ہوتی ہیں۔۔۔

وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنی لال ہوئی ناک کو مسلتے ہوئے سامنے پڑی گاڑی کی چابی اُٹھائے کمرے سے باہر کو چلا جاتا ہے۔

◈◈◈

نفی اُس دن جو تو گئی تھی؟لائبریری تو ملی تھی وہ بک؟؟لائبہ نفیسہ کے ساتھ گرانڈ میں بیٹھی کہتی ہے۔

وہی تو یار ایک دم لائیٹس بند ہو گئی تھی اور وہ بھوت۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے آنکھیں بند کرتے کہتی ہے۔

چل آ چلیں دیکھتے کونسا ایسا بھوت ہے جو لائیبریری میں پایا جاتا ہے۔۔۔

لائبہ نفیسہ کا ہاتھ پکڑے کھڑی ہوتے ہوئے کہتی ہے۔

نہیں ت۔۔۔ تو جا میں نہیں جا رہی۔۔۔۔ نفیسہ ہاتھ چھوڑواتے ہوئے کہتی ہے۔

ٹھیک ہے پھر داؤ دسر ہی پوچھیں گے تم سے لائبہ کہتی لائبریری کی طرف جانے لگتی ہے۔

اللہ پتا نہیں کونسا گناہ کیا تھا جو ایسے مونسٹر سے پالا پڑ گیا ہے۔۔۔ آوے رک آ رہی میں۔۔۔ نفیسہ خود سے منہ بنائے کہتی بیگ اُٹھائے لائبہ کو آواز دیتی اُس کے پیچھے بھاگنے لگتی ہے۔

◈◈◈

پتا نہیں اب وہ بک کہاں سے ملے گی۔۔۔ لائبہ لائبریری میں رکھی کتابوں کا جائزہ لیتے ہوئے بولتی ہے۔

ہمم۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے۔

ہمم کی بچی تم دوسری روم میں جا کر ڈھونڈو میں بھی یہاں دیکھتی ہوں۔۔۔ لائبہ اُس کا منہ بنا دیکھ کہتی ہے۔

ہاں ہاں جا رہی ہوں۔۔۔ نفیسہ آنکھیں گمائے کہتے دوسری روم میں چلی جاتی ہے۔

پتا نہیں کونسی بک ہونی ایک تو جوانی میں مزے کرنے کے دنوں میں پاگل بنی پھر رہی ہوں۔۔۔ نفیسہ غصے سے منمناتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔ جب ایک دم سے لائیٹ چلی جاتی ہے۔

ہائے اللہ۔۔۔ نفیسہ لائیٹ کہ جاتے ہی زور سے کہتی ہے۔

ارے محترمہ آج پھر سے آگئی ہیں؟؟ اُس کے کانوں میں وہی آواز ٹکراتی ہے جو پہلے لائیبریری میں سنی تھی۔

د۔۔۔ دیکھو م۔۔۔ مجھے ک۔۔۔ چھ مت کہنا میں تو صرف ک۔۔۔ کام کی وج۔۔۔ جہ سے آئی ہوں یہاں۔۔۔ نفیسہ آواز سن کانپتے ہوئے کہتی ہے۔

ہائے اللہ تم ڈرتی بھی ہو؟؟ وہ حیرانگی سے نفیسہ کی ڈرتی آواز سن کر پوچھتا ہے۔

ک۔۔۔ کیوں م۔۔۔ یں ا۔۔۔ نسان ہوں تو بھ۔۔۔ بھوتوں سے ڈروں گی ہی۔۔۔ نفیسہ کانپتے لفظوں سے کہتی ہے۔۔۔ اُسکا پورا جسم پانی پانی ہو جاتا ہے۔

میں انسان ہوں لڑکی۔۔۔ وہ طنزاً کہتا ہے۔

م۔۔ میں کیسے مان لوں۔۔۔ ؟؟ وہ ڈرتے ہوئے کہتی ہے۔ جس پر اُس کا کوئی ہاتھ پکڑ زور سے اپنی طرف کھینچتا ہے۔۔ اور وہ اُس کے پتھر سے سینے پر جا لگتی ہے۔۔۔۔

یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟ وہ ڈری ہوئی غصے سے کہتی ہے۔۔۔

بدتمیزی نہیں۔۔۔ ثبوت۔۔۔ وہ اکڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہے۔

کیسا ثبوت؟؟ نفیسہ اُسکی گرفت سے دور ہوتے ہوئے کہتی ہے۔۔

کہ میں انسان ہوں۔۔ وہ کہتا اُس کے پاس جا کر اُسکے کھلے بال پیچھے کو کرتا ہے۔۔ جس پر وہ ایک دم سے جھٹکا لیتی ہے اور اپنی آنکھیں بند کر دیتی ہے۔۔۔

کچھ دیر میں بلکل خاموشی ہونے پر وہ اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ سے کھولتی ہے اُس کے ماتھے پر پسینہ آیا ہوا تھا۔۔ لیکن آنکھیں کھولنے پر سامنے کسی کو نہیں پاتی۔۔ لائیٹ بھی آچکی ہوتی ہے۔۔ ایسے لگ رہا ہوتا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے اپنا پسینہ صاف کرتی ہے۔۔

تبھی ایک دم سے لائبہ بھی وہاں آجاتی ہے۔۔۔

ارے نفی؟؟ کیا ہوا؟ نفیسہ کی حالت دیکھ لائبہ کہتی ہے۔

پتہ نہیں وہ کون تھا بلکل بلکل میرے نزدیک آجاتا ہے۔۔ اقر کچھ ہی دیر میں غائب ہو جاتا ہے۔۔ نفیسہ کانپتے ہوئے لفظوں کا سہارا لیے کہتی ہے۔۔

کون نفی؟؟ لائبہ اُس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ پوچھتی ہے۔۔

کوئی نہیں۔۔۔ نفیسہ ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے کہتی لائبریری سے نکلنے والی کرتی ہے۔۔ اور لائبہ بھی بھاگ کر اُسکے پیچھے جانے لگتی ہے۔

اتنا بھی کیا ڈرنا؟؟ ابھی تو شروع کیا ہے میں نے۔۔۔ وہ اُسے ڈر کر جاتا دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

◈◈◈

بس بھائی ہم آپ سے بڑی اُمید لگا کر آئے ہیں۔۔ نور تو ہمیں شروع سے بہت پسند تھی لیکن جب سے پتا چلا ہے کہ ہمارے عبداللہ کی بھی پسند ہے ایک سیکنڈ نہیں لگا یا آپ کے گھر آنے میں۔۔۔ اختر طارق کو دیکھ کہتا ہے۔

آج نور کے لیے عبداللہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رشتہ لایا تھا۔۔۔نور کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی۔۔۔

وہ دوسرے کمرے میں بیٹھ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔۔۔لائبہ اور نفیسہ بھی اُس کے ساتھ بیٹھے اُسکی خوشی میں خوش ہو رہی تھیں۔۔۔

جی مجھے بھی عبداللہ بہت پسند ہے۔۔۔ لیکن بات ایسی ہے کہ میں اپنی بیٹی کی رضامندی جاننے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔۔۔طارق مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔۔

جی جی کیوں نہیں بھائی بیٹی سے پوچھنا تو پہلی شرط ہوتی ہے۔۔۔آپ نور کی رضامندی جان کر ہمیں بتادیجیئے گا تب تک ہم انتظار کریں گے۔۔۔اختر صاحب مسکراتے ہوئے طارق سے کہتے ہیں۔۔

انشاللہ ہم آپ کے انتظار کا بھرم رکھیں گے اختر۔۔۔اُس کی بات سن منیب کہتا ہے۔۔

او جی میں جانتا ہوں اسی لیے آپ سے اُمید لگا کر آیا ہوں۔۔۔ باقی ہمیں اجازت دیں انشاللہ پھر بارات کے ساتھ ملاقات ہو گی آپنی۔۔۔اختر اُٹھ منیب کو گلے لگاتے ہوئے کہتا ہے۔

جی جی انشاللہ۔۔۔منیب اور طارق مسکراتے ہوئے کہتے ہیں۔۔۔

سب سے مل اختر۔مسکان اور عبداللہ۔۔۔چلے جاتے ہیں۔۔۔

◈◈◈

ارے ارے آج تو آپیا بڑی لال ہو رہی ہے۔۔۔نور کو دیکھ لائبہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

خیال سے آپیا پھٹ نہ جانا خوشی کے مارے۔۔۔نفیسہ بھی نور کو کہنی مار شرارتی انداز میں کہتی ہے۔

دفعہ ہو جاوتم دونوں۔۔۔نور اپنا منہ چھپاتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

ہاں ہاں ہم تو اب پرائے ہو جائے گے ناں۔۔۔نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے اور لائبہ کو دیکھ آنکھ مارتی ہے۔

چپل نا کھالاوی میرے توں۔۔۔(چپل نا کھالینا میرے سے)نور نفیسہ کی بات سن کہتی ہے۔۔جس پر وہ دونوں ہنسنے لگتے ہیں۔۔۔

◈◈◈

کیا مجھے اُس سے محبت ہو گئی ہے؟؟وہ گاڑی چلاتے ہوئے خود سے کہتا ہے۔۔

نہیں محبت کیسے؟؟مطلب میں اور محبت ناممکن۔۔۔وہ یہ سوچتے اپنا سر جھٹک دیتا ہے۔

اچھا نہیں ہے تو پھر کیوں آج لائٹس بند کروائی لائبریری کی؟؟وہ خود سے کہتا ہے۔

لیکن اس میں کونسی بڑی بات ہے ایک دو دن میں محبت تو نہیں ہو جاتی شاید وہ مجھے بس اچھی لگنے لگی ہے۔۔۔وہ خود اپنی سوچوں سے لڑتے جواب دے رہا تھا۔

لیکن پھر تو اُس کے بارے اتنا سوچتا کیوں ہے؟؟بار بار اُسکا خیال تیرے دل ودماغ میں کیوں سوار رہتا ہے؟؟وہ خود سے کہتا ہے۔۔۔

بس بس بس نہیں ہے اُس لڑکی سے مجھے محبت وہ بس ایک بدتمیز اور نہایت چڑچڑی قسم کی لڑکی ہے میں اُس سے محبت نہیں کر سکتا اور اگر ایسا کچھ ہے بھی تو میں آج کے بعد اُس کو دیکھوں گا

بھی نہیں۔۔۔وہ گاڑی ایک دم سے روکتے غصے سے گاڑی کے سٹیر نگ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

نہیں محبت نہیں ہوسکتی مجھے۔۔۔میرے لیے محبت کرنا گناہ ہے۔۔۔وہ بار بار خود سے کہتا آنکھیں بند کر دیتا ہے۔

◈◈◈

نور اور نفیسہ کیا کر رہی ہیں آپ دونوں۔۔۔طارق اور کلثوم دونوں نور کے کمرے میں داخل ہوتے نور اور نفیسہ کو بیٹھا دیکھ کہتے ہیں۔۔۔

کچھ نہیں پاپا۔۔۔نور اُن دونوں کو آتے دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

اور تم چھوٹا پیکٹ؟؟ طارق شرارتی انداز میں نفیسہ کو دیکھ کہتے ہیں۔۔۔

پاپا پیار نہیں کہا کریں ایسا۔۔۔نفیسہ طارق کی بات سن منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاہاہا دیکھ لو کلثوم میری بیٹی کا ابھی تک بچپنا نہیں گیا اور تم کہتی ہو اسکی شادی کر دیں۔۔۔طارق نفیسہ کو دیکھ کلثوم سے کہتا ہے جس پر وہ مسکرانے لگ جاتی ہے۔

اچھا میری بچیوں ہم دونوں کو آپ دونوں بہنوں سے ضروری بات کرنی ہے۔۔کلثوم مسکراتے ہوئے نور اور نفیسہ سے کہتی ہے۔۔

جی جی امی آئیں۔۔۔نور بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ دیتے کہتی ہے۔۔جس پر وہ دونوں بیٹھ جاتے ہیں۔

پہلی باری نور کی۔۔۔طارق صاحب نور کی طرف ایک چاکلیٹ کرتے کہتے ہیں۔۔۔جس کو نور مسکراتے ہوئے لے لیتی ہے۔۔

تو میری پیاری بچی۔۔۔آپ جانتی تو ہو نگی آج ہمارے گھر آختر صاحب اپنے بیٹے عبداللہ کا رشتہ لے کر آئے تھے وہ بھی آپ کے لیے۔۔۔طارق نور کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں۔۔

جی پاپا جانتی ہوں۔۔۔نور سر جھکائے کہتی ہے۔

تو بیٹا کیا خیال ہے اگر تو کوئی اور پسند ہے تو بتا دو۔میں وہیں رشتہ کر دیتا ہوں۔۔۔طارق مسکراتے ہوئے کہتے ہیں جس پر نفیسہ۔۔منہ بنائے اُسے دیکھتی ہے۔

اس کی پسند یہی ہے میرے بھولے پاپا۔۔۔نفیسہ دل میں کہتے اپنے باپ کی سوچ پر افسوس کرتی ہے۔

نہیں پاپا مجھے کوئی پسند نہیں۔۔۔نور کہتی ہے۔۔

استغفار۔۔۔جس پر نفیسہ کانوں کو ہاتھ لگائے کہنے لگتی ہے لیکن آواز صرف نور کو جاتی ہے جس پر وہ اُسے پاؤں پر چٹکی کاٹ چپ رہنے کا کہتی ہے۔۔۔

پھر میں اختر صاحب کو ہاں کر دوں؟؟طارق مسکراتے ہوئے نور کو دیکھ کہتے ہیں۔۔

جی پاپا۔۔نور شرماتے ہوئے کہتی ہے جس پر طارق کلثوم کو دیکھ کر مسکرانے لگتے ہیں۔۔۔

ہاں تو چھوٹے پیکٹ یہ لو اور اب تمھاری باری۔۔۔طارق نفیسہ کی طرف چاکلیٹ کرتے کہتے ہیں۔۔۔

شکریہ پاپا لیکن میں بتا رہی ہوں میں جو بھی فیصلہ کروں گی میری مرضی میرے سے چاکلیٹ واپس مت لیجیئے گا۔۔۔نفیسہ منہ بنائے طارق سے کہتی ہے جس پر سب ہنسنے لگ جاتے ہیں اور نفیسہ بھی۔۔۔

نہیں لیتے ہم آپ سے چاکلیٹ۔۔۔ طارق صاحب ہنستے ہوئے کہتے ہیں۔۔

جی پھر ٹھیک ہے بولیں۔۔۔ نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے کہتی ہے۔۔۔

تو نور کا ایک طرف سے رشتہ آیا ہے لیکن آپ نے گھر کی طرح رشتے کے باری بھی ہمیں تنگ کر دیا ہے۔۔۔ طارق صاحب ہنستے ہوئے نفیسہ کو کہتے ہیں۔۔

پاپا۔۔۔ نفیسہ پاپا کو زور دے کر کہتی منہ بنانے لگ جاتی ہے۔۔

ہاں نہیں تو اور کیا ایک طرف بہن اور دوسری طرف بڑا بھائی اب بتاو کیا کروں؟؟

پاپا اب بس ہماری شادی ہی نہیں کریں ہم آپ کے پاس ہی رہ لیں گے۔۔۔ نفیسہ مسکراتے ہوئے طارق سے کہتی ہے۔

ارے نہیں بھائی مجھ میں تو اسے برداشت کرنے والی ہمت ختم ہو گئی ہے۔۔۔ نفیسہ کے کہنے پر کلثوم شرارتی انداز میں کہتی ہے جس پر سب ہنسنے لگتے ہیں سوائے نفیسہ کے۔

اللہ اللہ امی۔۔۔ نفیسہ رونے والا منہ بنائے اپنی ماں سے کہتی ہے جس پر وہ اُسے گلے لگا لیتی ہیں۔

میری پیاری بیٹی میں مذاق کر رہی تھی اب بتاو جواد کے لیے ہاں کریں یا حیدر کے لیے کیونکہ اب تمھاری رضامندی پر سب راضی ہونگے۔۔۔ کلثوم نفیسہ کے سر پر پیار کرتے کہتی ہے۔

امی۔۔۔ مجھے جواد بھائیوں کی طرح لگتا ہے اُس کے بارے ایسا کبھی سوچا نہیں آپ پلیز بڑے پاپ سے ہماری طرف سے معافی مانگ لیجئے گا۔۔۔ نفیسہ سر نیچے کر کہ کہتی ہے۔

بس میری بچی ہمیں بس آپکا فیصلہ سننا تھا باقی ہم سنبھال لینگے۔۔۔ اُسکی بات سن طارق کہتا ہے۔

لیکن پاپا جواد بہت اچھا ہے نفیسہ کے لیے۔۔۔نور شرارتی انداز میں نفیسہ کو دیکھ ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے۔۔

ہاں تو آپ کر لو ناں۔۔اُس شرمیلی دلہن سے شادی مجھے نہیں ساری زندگی اُسکو سمبھالنا۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے نور سے کہتی ہے جس پر سب ہنسنے لگ جاتے ہیں۔۔۔

ہور نہیں تو۔۔۔نفیسہ سب کو ہنستا دیکھ ہنستے ہوئے کہتی ہے۔

◈◈◈

تو کلاس بتائیں پروجیکٹ پر کام کیسا جا رہا ہے۔۔۔داؤد کلاس میں کھڑا سب کو دیکھ کہتا ہے۔

سر میرا تو بس کمپلیٹ ہونے والا ہے۔۔ باقیوں کا پتہ نہیں۔۔۔رمشہ کھڑی ہو کر کہتی ایک نظر نفیسہ پر ڈال کر طنزاً کہتی ہے جس پر نفیسہ کو بہت تپ چڑھی تھی۔

اور آپ دونوں کا کیا سین ہے ؟؟داؤد لائبہ اور نفیسہ کو دیکھ کہتا ہے۔۔جس پر لائبہ کے طوطے اُڑھنے لگتے ہیں۔

و۔۔۔وہ س۔۔۔رنفیسہ ٹوٹے لفظوں سے کہنے لگتی ہے۔

اوہ کمون نفیسہ بہانہ مت بنانا میرے آگے۔۔ویسے بھی تم لوگ کبھی کوئی کام نہیں کر سکتے۔۔۔اگر وقت ہی گزارنا ہے تو جاو گراؤنڈ میں جا کر گزارو گیٹ آوٹ۔۔۔وہ غصے سے نفیسہ کو دیکھ کہتا ہے جس پر اُسکی آنکھیں نم ہو جاتی ہے۔۔۔اور وہ جلدی سے بیگ اُٹھائے باہر کو بھاگتی ہے جس کے پیچھے لائبہ بھی بیگ اُٹھائے بھاگنے لگتی ہے۔

پتہ نہیں کہاں کہاں سے آجاتے ہیں۔۔۔داؤد دونوں کو باہر جاتے دیکھ کہتا ہے ساری کلاس میں بلکل خاموشی چھائی ہوتی ہے۔

نفی رک ناں کدھر جارہی ہے؟؟؟لائبہ اُس کو روتے ہوئے بھاگتا دیکھ پیچھے بھاگتے ہوئے کہتی ہے۔

لائبریری مرنے جارہی ہوں اور الزام بھی اُس داؤد کے بچے کے نام لگاؤ گی تاکے مزہ آجائے اُسے۔۔۔نفیسہ اپنی آنکھیں صاف کرتے بھاگتے ہوئے کہتی ہے۔

یار رنفی رک جا تجھے خدا کا واسطہ پھپھو کو کیا کہوں گی۔۔۔ نفی یار رک جاناں۔۔۔نفیسہ کو بھاگتا دیکھ لائبہ اونچی آواز میں اُسے کہنے لگتی ہے۔

نہیں رک رہی کہہ دینا کچھ بھی۔۔۔نفیسہ روتے ہوئے کہتی ہے۔

نفی تجھے حیدر کی قسم رک جا۔۔۔۔لائبہ اُس کو نارکتا دیکھ کہتی ہے۔۔

ہاں بھونک کیا مسئلہ ہے؟؟نفیسہ حیدر کا نام سن رکتے ہوئے کہتی ہے۔

یار کوئی ہوش سے کام لے کیا چھوٹی سی بات پر خودخوشی کرنے جارہی ہے۔۔۔لائبہ پھولے ہوئے سانس میں نفیسہ سے کہتی ہے۔

میں اتنی پاگل نہیں ہوں لائبریری میں پروجیکٹ ورک کے لیے جارہی اتنی عام نہیں جو ایک مونسٹر کہ لیے جان دے دوں۔۔۔نفیسہ ناک کو رگڑتے ہوئے کہتی ہے۔

میں سمجھ سکتی ہوں سر کو ایسا ہمارے ساتھ نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔لائبہ منہ بنائے کہتی ہے۔

یار اُسے جو بھی بکنا تھا بک دیتا لیکن اُس رمشہ کے طنز کے بعد تو نہ کہتا اُسے تو کسی کی فکر نہیں میری ایک غلطی پر ہر بار مجھے ذلیل کرتا رہتا ہے۔۔۔اللہ کرے اسکے یہ جو سلکی بال بنا کہ آتا اُتار دے تب جب سب اسے ٹکلہ ٹکلہ کہہ کر مذاق اُڑائیں گے تب میرا دل خوش ہو گا۔۔۔نفیسہ اپنی آنکھوں کو مسلتے ہوئے منہ بنائے فٹ فٹ کہتی ہے۔

ہاں بس تو چھوڑ چل چلیں۔۔لائبریری۔۔لائبہ اُسکا ہاتھ پکڑے لے جاتے کہتی ہے۔۔

◈◈◈

ایک کام کر میں یہاں دیکھتی ہوں تم وہاں بیٹھ کر نوٹس تیار کرو۔۔۔تب تک میں اور بھی ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔۔۔نفیسہ لائبہ کو ایک بک پکڑاتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں ٹھیک ہے۔۔۔لائبہ بک پکڑے تھوڑی دور پڑے صوفے پر بیٹھنے کے لیے چلی جاتی ہے۔

اُففف۔۔۔۔اب چل نفیسہ ڈھونڈ اور بک۔۔۔نفیسہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کہتی بک ڈھونڈنے لگتی ہے۔۔۔

وہ بڑے بڑے قدم اُٹھائے لائبریری میں پہنچتا ہے۔۔۔سامنے ایک آدمی کے ہاتھ میں ہزار کا نوٹ جلدی سے رکھتا اُسے لائیٹ بند کرنے کا اشارہ دیتا آگے کو بڑھنے لگتا ہے۔۔۔

کیا مسئلہ ہے میرے آتے ہی اس لائبریری کی لائٹس کو موت پڑ جاتی ہے۔۔۔لائٹس کے بند ہوتے ہی نفیسہ غصے سے کہتی ہے۔

میڈم اب لائیٹ بھی تم سے پوچھ کر جائے۔۔۔وہی بھاری آواز نفیسہ کے کانوں سے ٹکراتی ہے۔۔جسے سن نفیسہ اور غصے میں آجاتی ہے۔

نہیں مطلب کیا مسئلہ ہے تمھارا؟؟ جب بھی لائیٹس بند ہوتی تم حاضر ہو جاتے ہو۔۔ تمھاری وجہ سے آج اُس مونسٹر نے میری پوری کلاس کے سامنے بے عزتی کی۔۔ اگر تم نہ روز مجھے ملتے تو میں اپنا پروجیکٹ کمپلیٹ کر چکی ہوتی۔۔ نفیسہ غصے سے کہتی ہے۔

مجھ معصوم کی کیا غلطی میں بھی جب آتا لائٹس چلی جاتی ہیں۔۔ اور تم سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔۔۔ وہ الگ بات ہے کے پھر میرا دن اچھا نہیں گزرتا۔۔۔ وہ ہنسی دباتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

کیا مطلب دن اچھا نہیں گزرتا۔۔۔ نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے پوچھتی ہے۔

کچھ نہیں۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے جواب دیتا ہے۔

میری بات سن لو لڑکے۔۔ آئندہ اگر تم مجھے لائبریری میں ملے تو تمھارے نام کو پوری یونیورسٹی کی دیوار پر لکھ کر بدنام کر دونگی۔۔۔ نفیسہ کمر پر ہاتھ رکھ دھمکی دیتے کہتی ہے۔

اللہ کیا سچ میں؟؟ دیکھو رحم کھاؤ مجھ پر۔۔ میری چالیس گرل فرینڈز ناراض ہو جائیں گی۔۔۔۔ وہ ہنسی دباتے منت والے لہجے میں کہتا ہے۔۔۔

اللہ تمہارا بیڑا غرق کرے کتنی گرل فرینڈز پھر سے بتاؤ زرہ کہیں میرے کانوں نے سننے میں دھوکہ تو نہیں کھایا۔۔۔ نفیسہ اُس کی بات سن حیران ہوتے ہوئے کہتی ہے۔

دیکھو آپ نے جو سنا ٹھیک سنا اب معاف کر دیں مجھے آگلی ملاقات انشاءاللہ بہت اچھی طرح ہو گی ہماری۔۔۔ وہ ہنسی دباتے منتے کرتے کہتا ہے۔۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے نفیسہ بہت اہل ترس لڑکی ہے جاو معاف کیا۔۔ نفیسہ بالوں کو جھٹکا دیتے کہتی ہے۔

ویسے کس سر نے تمھاری بے عزتی کرنے کی ہمت

کی ہے؟؟ وہ نفیسہ سے پوچھتا ہے۔

وہ ہے ایک داؤد کا بچہ۔۔۔ ناک میں دم کر رکھا ہے پتا نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔ نفیسہ منہ بنائے غصے سے کہتی ہے۔

اوہ۔۔۔ اتنا برا لگتا ہے تمھیں وہ۔۔؟؟ وہ حیران ہوتے پوچھتا ہے۔

لگتا بلکل نہیں ہے۔۔۔ بلکہ وہ ہے۔۔۔ نفیسہ غصے سے کہتی ہے۔

نفیسہ کی پہلی بات سن سامنے کھڑے شخص کہ چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی لیکن دوسری بات پر جھٹ سے غائب ہو گئی تھی۔۔۔

ہمم ویسے اگر تمھیں ایک پورا دن اُس کے ساتھ رہنے کے لیے ملے تو کیا کرو گی؟؟ وہ اُسکی بات سن کہتا ہے۔

میں۔۔۔ کیا کرو نگی؟؟ نفیسہ سوچتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

جی کیا تم ہی؟؟ وہ اُسے کہتا ہے۔

میں نا اُس کے کھانے میں چوہے مار دوائی ملا دو نگی یا تو اُس سوئے ہوئے کے منہ پر تکیہ رکھ اُسے مار ڈالوں گی۔۔۔ نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے کہتی ہے۔

اللہ کتنی خطرناک ہو تم۔۔۔ وہ طنزاً کہتا ہے۔

ہاں تو تمھیں کوئی مسئلہ ویسے بھی میں اُسے مارنے کا کہہ رہی ہوں تمھیں تو کچھ نہیں کہا تمھاری کیوں جان گلے میں آگئی ہے۔۔۔نفیسہ اُس کی بات سن طنزاً کہتی ہے۔

پھر بھی آج اُسے مارنے کا منصوبہ بنا رہی کل مجھے بھی مار سکتی ہو۔۔وہ شرارتی انداز میں کہتا ہے۔

تمھیں مار میں اپنے ہاتھ گندے نہیں کرنا چاہتی۔۔۔وہ آنکھیں گھماتے ہوئے کہتی ہے جب وہ اُس کے ہاتھ سے پکڑ اُسے اپنے پاس کرتا ہے۔

تم مجھے ویسے بھی مار چکی ہو۔۔۔اُسکے بال اُسکے کان کے پیچھے کرتے اُس کے کان میں سرگوشی کرتے کہتا ہے۔

جس پر نفیسہ کا جسم کانپنے لگ جاتا ہے وہ جلدی سے اُسے دھکا دے کر پیچھے کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ وہاں سے انچ برابر بھی نہیں ہلتا جب کہ نفیسہ زور کی وجہ سے خود پیچھے ہو جاتی ہے۔۔

بھنڈی سی ہو تم۔۔۔اور حرکتیں تمھاری اللہ معاف کرے۔۔۔وہ اُسکی حرکت دیکھ کہتا ہے۔۔۔

میں بتاتی تمھیں۔۔۔نفیسہ کہتے ایک دم آگے بڑھتی ہے جب ایک دم لائیٹس جگمگانے لگ جاتی ہیں۔۔۔اور سامنے کوئی بھی نہیں ہوتا۔۔۔

کدھر گیا؟؟ نفیسہ ادھر اُدھر دیکھتے کہتی ہے لیکن کوئی بھی اُسے نظر نہیں آتا۔۔۔اور وہ ایک گہری سانس لیتی ہے۔

◇◇◇

وہ کرسی پر بیٹھا سگریٹ پینے میں مصروف تھا۔اُسکی سوچوں میں ایک لڑکی گھوم رہی تھی جسکی باتیں یاد کر وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔۔

ایسی چلاک لڑکی آج تک نہیں دیکھی میں نے۔۔۔وہ یہ سوچتے مسکرانے لگتا ہے۔۔

کیا تجھے محبت ہو گئی ہے اُس سے؟؟وہ خود سے سوال کرتا ہے۔۔

ہاں بلک ہو گئی ہے۔۔۔کب تک میں یہ سچائی خود سے چھپاتا پھروں گا۔۔وہ خود کو جواب دیتے کہتا ہے۔

وہ میرے حواسوں پر سوار ہوتی جا رہی ہے جبکہ ابھی تک اُس نے مجھ سے کبھی نرمی سے یا پیار سے بات تک نہیں کی۔۔۔اگر اُسکی اتنی بد تمیزی پر بھی مجھے اُس سے پیار ہو گیا ہے تو اگر وہ پیار کرے۔۔۔وہ خود سے کہتا ایک دم چپ ہو جاتا ہے۔۔۔

تو میں پاگل ہو جاؤ گا۔۔۔وہ کچھ دیر چپ ہو کر بعد میں کہتا مسکرانے لگ جاتا ہے۔۔۔

آہ۔۔۔میری جان مجھے معاف کر دینا۔۔تمھارے ساتھ ایسے بات کرنا مجھے تم سے زیادہ تکلیف دیتا ہے لیکن کیا کروں میں نہیں چاہتا کسی کو بھی میری محبت کے بارے پتہ چلے پھر چاہے وہ تم ہی کیوں نا ہو۔۔وہ کرسی سے ٹیک لگائے سگریٹ کا سوٹا بھر ہوا میں اُسے اُڑاتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

◈◈◈

اللہ اسکی ٹانگ توڑ دے بڑا آیا مجھے سنانے والا۔۔۔نفیسہ بڑبڑاتے ہوئے لائبہ کے پاس آتی ہے ھو اُسکا منہ دیکھ پہلے سب کچھ سمجھ جاتی ہے۔

کیا ہوا میڈم کرلی دل کی آس پوری لے آئی عزت کے دانے؟؟ اُسکو دیکھ لائبہ ہنستے ہوئے کہتی ہے۔

دیکھ لائبہ زیادہ بکواس مت کر اُسنے نہیں میں نے اُسے عزت کے دانے دیئے ہیں۔۔۔ نفیسہ منہ کے تیڑھے میڑھے نقشے بنائے بالوں کو پیچھے جھٹکا دے کر کہتی ہے۔

اوہ اچھا۔۔۔! لگتا تو نہیں ہے تیری شکل سے خیر بتا پھر کیا کہا تو نے؟؟ لائبہ آسکی بات سن حیرانگی سے پوچھتی ہے۔

میں نے اُسے کہا کلاس کیوں نہیں لی۔۔۔ اگے اُس نے کہا میری طبیعت خراب تھی۔۔۔ میں نے کہا طبیعت خراب تھی تو اس میں ہماری کیا غلطی ہماری تو کلاس مس ہو گئی ناں تمھاری وجہ سے۔۔۔

اچھا پھر پھر۔۔۔ نفیسہ کو اونچا ہوتے دیکھ لائبہ نے پوچھا تھا۔

پھر کیا منہ بنا کے کہتا سوری آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ مجھے ترس آگیا میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے آج کی معافی آئیندہ پرنسپل کو کمپلین کروگی۔۔۔ یہ کہہ کہ میں آگئی۔۔۔ نفیسہ اکڑتے ہوئے کہتی ہے جبکہ دل میں تو وہ شیشہ تھی۔۔۔

ماننے والی بات تو نہیں ہے لیکن چل مان لیتے ہیں۔۔ کیونکہ تجھے ذلیل کرنے کا موڈ نہیں میرا۔۔۔ لائبہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں ہاں نہ مان میں کونسا پاؤں پر گررہی ہوں ویسے بھی جو سچ ہے وہی بتایا۔۔۔ نفیسہ اُسکی بات سن ہڑبڑاتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔ جس کو دیکھ لائبہ نفی میں سر ہلانے لگتی ہے۔

◈◈◈

کیا میں اندر آ سکتا ہوں ؟؟ نفیسہ کمرے میں بیٹھی کتابوں کو دیکھ رہی تھی جب جواد کمرے کا دروازہ کھٹکائے آندر آنے کی اجازت لیتا ہے۔

ہاں آجاؤ۔۔۔ اُس پر ایک سرسری نظر ڈال نفیسہ کہتی ہے۔ جس پر وہ کمرے میں آجاتا ہے۔۔

کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کیوں نہیں کی ؟؟ نفیسہ کو دیکھ جواد سوالیہ نظروں سے دیکھ پوچھتا ہے۔۔

میری مرضی میں جس کو ہاں کروں اور نہ کروں اس سے تمھیں کیا ؟؟ نفیسہ ہاتھ میں پکڑی بک کو زور سے بند کرتے کہتی ہے۔

دیکھ نفیسہ۔۔ میں نے اپنی ماں کے بعد کسی سے محبت کی تو وہ تو ہے۔۔۔ اگر تو نے مجھ سے شادی نہیں کی تو تجھے میں مار ڈالوں گا۔۔ یاد رکھنا۔۔۔ نفیسہ کے کہتے ھواد اُسکے بازوں سے سختی سے پکڑے کہتا ہے جس پر نفیسہ کی ہلکی کی آہ کی آواز نکلی تھی۔

جواد اپنی اوقات میں رہو تمھاری اتنی ہمت کیسے ہوئی جو تم نے مجھے ہاتھ لگایا ؟؟ نفیسہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال غصے سے کہتی ہے۔

گھر میں اُس وقت نور اور نفیسہ ہی موجود تھیں باقی سب نور کے سسرال گئے ہوئے تھے۔۔۔ نور بھی اپنے کمرے میں عبداللہ سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔۔ جس پر جواد کو موقع مل گیا تھا نفیسہ سے بات کرنے کا۔

اوقات تو ابھی تک میں نے کراس نہیں کی بہت جلد وہ بھی بتادونگا کہ جواد منیب اوقات سے باہر ہو کر کیا کرتا ہے۔۔۔ نفیسہ کی بات سن جواد دانت پیستے غصے سے کہتا اُسکے بازوں سے زور سے چھوڑتا ہے جس پر نفیسہ بیڈ پر زور سے جھٹکا لیتی ہے۔۔۔

جواد میں تمھارا بڑے پاپا کو بتاؤں گی۔۔۔ نفیسہ اپنے بازو کو پکڑے زور آنکھوں میں آنسوں لیے کہتی ہے۔۔۔

جاؤ جا کر جس کو بتانا بتادو میں نہیں ڈرتا کسی سے۔۔۔ جواد دوسری طرف منہ کیے غصے سے کہتا ہے اور کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔ نفیسہ اُس سے اس حرکت کی بلکل اُمید نہیں رکھتی تھی اسی لیے وہ وہیں بیٹھی اُسے جاتا دیکھ رونے لگ جاتی ہے۔

◈◈◈

نفیسہ اتنا سب کچھ ہو گیا اور تو نے بڑے پاپا کو نہیں بتایا اپنے۔۔۔ لائبہ لائبریری میں ساتھ بیٹھی نفیسہ کو دیکھ حیرانگی سے کہتی ہے۔

یار میں نہیں چاہتی میرے پاپا اور بڑے پاپا کے درمیان مجھے لے کر کوئی بھی بات ہو۔۔۔ وہ بھی بس پاگل ہو گیا ہے اسی لیے یہ سب کر رہا ہے۔۔ ہو جائے گا ٹھیک۔۔ نفیسہ اپنے بازو پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے۔۔ جواد کے زور سے پکڑنے سے اُسکا بازوں اُس وقت سے درد کر رہا تھا اور زیادہ زور والی بھاری چیز بھی اُٹھانے سے قاصر تھا۔

تیری بات ٹھیک ہے لیکن جو اُس نے کیا اُس کا کیا؟؟

آہ۔۔۔لائبہ کہتے اُسکے بازوں پر ہاتھ رکھتی ہے جس پر نفیسہ کی آہ نکلتی ہے۔۔ جس پر اُن کے پیچھے بیٹھے باتیں سننے والے داؤد کے دل میں بھی درد سا محسوس ہوا تھا۔۔اور اُس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو ٹیبل پر غصے سے رکھا باہر کا رخ کیا تھا۔۔۔

سوری سوری نفی۔۔۔اُسکی آہ سن لائبہ جلدی سے ہاتھ اُٹھاتے کہتی ہے۔

کوئی بات نہیں۔۔۔نفیسہ آنسوں سے بھری آنکھوں سے دیکھ کہتی ہے۔

دیکھ اپنی حالت دیکھ ذلیل عورت اب بھی تو چپ ہے؟؟ حیرت ہوتی مجھے۔۔۔لائبہ اُسکی حالت دیکھ غصے سے کہتی ہے۔

خیر ہے لائبہ اللہ بہتر انصاف کرنے والا ہے۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

نفی اور نہیں تو حیدر کو ہی بتا دیتی اُسکی اس حرکت کے بارے۔۔۔لائبہ پریشانی سے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے۔

لائبہ میں نہیں ناں چاہتی میری وجہ سے فیملی میں کسی کی بھی کسی سے ان بن ہو۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ سمجھاتے ہوئے کہتی ہے۔

ہمم۔۔۔چل تجھے سوپ پیلاتی ہوں چھٹی ہی کر لیتی حالت دیکھ ہاتھ نہیں ہلا سکتی آپنا۔۔۔لائبہ اُسے دیکھ غصے سے کہتی ہے۔

یار میں گھر میں رہ کر بور ہو جاتی ہوں کوئی کہیں جا رہا کوئی کہیں پھر میں اکیلی ہو جاتی ہوں اور ویسے بھی تیرے بے عزتی کیے بغیر بھی مجھے سکون نہیں آتا۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ شرارتی انداز میں کہتی ہے۔

نہیں نہیں میری نہیں حقیقت میں تجھے۔۔۔داؤد سر کی باتیں بہت پسند ہیں اسی لیے چھٹی نہیں کرتی۔۔۔اُسکی بات سن لائبہ منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

نام نہ لینا اُس انسان کا میرے سامنے۔۔۔۔ایک جواد اور دوسرا یہ انسان گولی کی طرح لگتے مجھے۔۔۔نفیسہ اُسکی بات سن آنکھیں چھوٹی کر غصے سے کہتی ہے جس پر لائبہ ہنسنے لگ جاتی ہے۔

◈◈◈

ہیلو راجہ میری بات سنو۔۔۔وہ موبائل کان سے لگائے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہتا ہے۔

جی حکم کریں چھوٹے سرکار۔۔۔دوسری طرف سے راجہ کہتا ہے۔

ایک بندے کا نام اور پتہ بھیج رہا ہوں۔۔۔میرے دوسری بار کال کرنے پر وہ مجھے تمھارے پاس چاہیے۔۔۔اور یاد رہے اُسکو میرے کال کرنے سے پہلے اچھی خاصی عزت دینا اُسے اور اپنی حویلی میں رکھنا میں بھی کل تک پہنچتا ہوں وہاں۔۔۔۔کان سے موبائل لگائے وہ گاڑی چلاتے غصے سے بولا تھا۔۔۔

جو حکم آپکا چھوٹے سرکار آپ نام پتہ بھیج دیں۔۔۔دوسری طرف سے اُسے اسی جواب کی اُمید تھی جس کو سن اُس نے کال کو کاٹا تھا اور تیزی سے گاڑی روڈ پر بھگائی تھی۔۔۔

بڑا شوق ہے ناں تجھے شادی کرنے کا اور میری محبت کو ہاتھ لگانے کا۔۔۔صبر کر آرہا ہے داؤد بلوچ۔۔۔اُس نے کچھ سوچتے طنز اور غصے وا کے انداز میں خود سے کہا تھا۔۔۔

◈◈◈

بس بھائی اب ہمیں تاریخ دے دیں نفیسہ کی شادی کی۔۔۔علینہ کمرے میں بیٹھ طارق سے کہتی ہے۔

جی جی کیوں نہیں نکاح کر دیتے ہیں ہم نور کا بھی اور نفیسہ کا بھی اکھٹے۔۔۔طارق مسکراتے ہوئے کلثوم کو دیکھ علینہ کو جواب دیتے ہیں۔۔۔

ہاں بس آج ہی آپ نور کے سسرال والوں سے بات کر لیں ہم نکاح کرتے ہی واپس چلے جائیں گے اور ایک سال بعد آ کر شادی کر دیں گے ان دونوں کی۔۔۔علینہ جلدی سے کہتی ہے۔

انشااللہ بہنا۔۔۔بس اللہ میری بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے ایک باپ سب کچھ بیٹیوں کو دیں دے لیکن نصیب نہیں دے سکتا۔۔۔اور اسی بات کا مجھے ڈر رہتا ہے کہ آخر میری بیٹیاں خوش رہیں گی بھی یا نہیں۔۔۔طارق نرم لہجے میں کہتا ہے۔

بھائی آپ نے کبھی بھابھی سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی تو کیسے نور اور نفیسہ کہ ساتھ غلط ہو سکتا ہے۔؟؟علینہ مسکراتے ہوئے کلثوم کو دیکھ کہتی ہے۔

لیکن بہنا ہر لڑکی کا نصیب ایک جیسا نہیں ہوتا۔۔۔طارق علینہ کو دیکھ کہتا ہے۔

بس بھائی میں تو اپنی نفیسہ کو کبھی آپ لوگوں کی کمی محسوس نہیں ہونے دونگی۔۔۔۔نفیسہ مسکراتے ہوئے طارق کو دیکھ کہتی ہے جس پر وہ ایک نظر علینہ پر ڈالتا اُس کے سر پر ہاتھ رکھتا باہر کو چلا جاتا ہے۔

◈◈◈

تو پروجیکٹ کے بارے آپ سب بتائیں۔۔۔کیا کیا سرچ کیا آپ لوگوں نے؟؟اُس کی بھاری آواز پوری کلاس میں گونجی تھی۔۔۔جسے سن اکثر سٹوڈنٹس کے ماتھے پر پسینہ آ رہا تھا۔

سر۔۔۔میں بتاؤ؟؟نفیسہ ہاتھ کھڑا کر کہتی ہے جس پر وہ اُسے دیکھتا ہے آج اُس نے بلیو جینز کی شرٹ اور نیچے بلیک کلر کی پینٹ پہنی تھی دوپٹے کہ نام پر ایک چھوٹا سا سٹالر گلے میں رول کیا ہوا تھا۔۔۔

وہ اُسے دیکھ سن سا ہو جاتا ہے اُس کی آنکھیں آج اُس کے چہرے سے اُٹھنے سے انکار کر رہی تھی۔۔۔یہ اس لیے نہیں تھا کہ وہ آج خوبصورت لگ رہی تھی بلکہ وہ تو تھی ہی خوبصورت یہ اس لیے ہوا تھا کہ اُس نے اپنی محبت کو مانتے ہوئے اُسے قبول کر لیا تھا۔۔۔اور اب اُسکی آواز اُسکا چہرہ اور اُس سے جڑی ہر چیز سے اُسے محبت ہو گئی تھی۔

سر؟؟؟آپ ٹھیک ہیں؟؟داؤد کو نفیسہ میں کھو یا دیکھ رمشہ اونچی آواز میں کہتی ہے اُسے غصہ آیا تھا داؤد کا نفیسہ کو ایسے دیکھنے سے۔۔۔

ج۔۔۔جی آئی ایم فائن۔۔۔داؤد ہڑبڑاتے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ٹیبل پر پڑے پانی کے گلاس کو اُٹھاتے کہتا ہے۔

سر اگر آپ ٹھیک ہیں تو میں آکر اپنے پروجیکٹ کے بارے بتاؤ؟؟نفیسہ داؤد کو پانی پیتا دیکھ کہتی ہے۔

جی آجائیں۔۔۔داؤد اُس سے نظریں چراتے ہوئے کہتا ہے۔اُسے ڈر تھا کے کہیں کوئی اُسکی آنکھوں میں وہ نہ دیکھ لے جو وہ سب سے چھپانا چاہتا ہے۔۔۔

تھینک یو سر۔۔۔نفیسہ کہتی اُسکی طرف آنے لگتی ہے۔۔۔جس پر داؤد کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگ جاتے ہیں۔۔۔

جی سر۔۔۔جی جی سر میں بس آتا ہوں۔۔۔نفیسہ کہ سامنے آتے ہی داؤد اپنا موبائل کان سے لگائے کہتا ہے جبکہ اُس کے موبائل پر کسی کی کال بھی نہیں آئی تھی۔۔۔

سوری سٹوڈنٹس مجھے سر نے بلا لیا ہے انشاءاللہ کل بات ہو گی اس بارے۔۔۔داؤد پوری کلاس کو دیکھ کہتا نفیسہ کو بنا دیکھے اپنی فائلز اُٹھائے باہر کو جلدی سے چلا جاتا ہے۔

کیا ہے یہ سب؟؟؟؟نفیسہ اُس کو جاتا دیکھ لائبہ کو ہاتھ کا اشارہ کر کہتی ہے۔۔۔

◈◈◈

وہ اپنے آفس کا دروازہ کھول اُس میں داخل ہوتا ہے۔۔۔اُس کے دل کی دھڑکن بے قابوں ہو گئی تھیں۔۔۔وہ جلدی سے فائلز اپنے ٹیبل پر رکھ کرسی پر بیٹھتا ہے۔۔۔۔

کیا ہو گیا تھا مجھے؟؟میں داؤد بلوچ اتنا نرم کیسے ہو سکتا ہوں اتنا بے قابوں میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا یااللہ مجھ پر رحم کر میں نہیں چاہتا کہ کسی کو اس بات کی خبر لگے۔۔

میرا ایک بیٹا ہے اور میں کیسے شادی شدہ ایک بچے کا باپ ہو کر کسی لڑکی کو اپنا بنانا چاہوں گا یا زبردستی اُسکو اپنی زندگی میں لاوں گا۔۔۔نہیں داؤد بلوچ اب ایسا کچھ نہیں کرے گا۔۔۔میں اب اُس سے دور رہوں گا۔۔۔وہ کرسی سے سر کو ٹیکائے خود سے کہتا ہے۔۔۔اُسکا جسم ابھی تک کانپ رہا ہوتا ہے۔

وہ جلدی سے ٹیبل کا دراز کھول اُس میں رکھی سیگر کی ڈبی اُٹھاتا ہے۔۔۔اور ایک سگریٹ نکال اُسے لیٹر سے جلاتے اپنے کانپتے ہاتھوں سے منہ میں ڈالتا پینے لگتا ہے۔۔۔پورا آفس کچھ ہی دیر میں سگریٹ کے دھوئیں کا شکار ہو جاتا ہے۔

◈◈◈

نفی نفی میں بہت خوش ہوں۔۔۔نفیسہ کے گھر میں آتے ہی نور اُسے پکڑ گھومتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

کیا ہو گیا آپیا اتنی خوشی کس بات کی ؟؟نفیسہ شرارتی انداز میں نور سے پوچھتی ہے۔

استغفار کیا زمانہ آگیا ہے پہلے لڑکیاں ماں باپ کا گھر چھوڑ کر جانے لگتی تھیں تو رو رو کہ برا حال کر دیتی تھیں اور آج کل کی لڑکیاں خوشی سے پھولے نہیں سما رہی۔۔اُن دونوں کی بات سن عادل کانوں کو ہاتھ لگاتے کہتا ہے۔

اوئے گنجے۔۔جا کام کر اپنا۔۔۔نفیسہ اُسکی بات سن ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے جس پر عادل اُسکی نکل اُتارنے لگتا ہے۔

آپ بتائیں آپیا کیا ہوا ہے ؟؟نور عادل کو آنکھیں دیکھانے میں مصروف تھی جب نفیسہ اُس سے پوچھتی ہے۔۔۔

اگلے ہفتے ہم دونوں کا نکاح ہے نفی۔۔۔نور نفیسہ کو دیکھ گلے لگاتے کہتی ہے۔

کیا؟؟؟سچ میں ؟؟نفیسہ بھی خوشی سے اُچھالتے ہوئے کہتی ہے۔

اللہ معاف کرے کیا حالات آگئے ہیں۔۔۔نفیسہ کو دیکھ عادل پھر سے کہتا ہے۔

میری بات سن گنجے جا کہ پاپا سے پیسے لے کر شیمپو لگا تا کہ نکاح تک اس اُجڑے گلشن میں بہار آجائے۔۔نفیسہ ہنسی دباتے ہوئے عادل کے سر کی طرف اشارہ کرتے کہتی ہے۔

تیری تو۔۔۔عادل نفیسہ کی بات سن اُس کی طرف بڑھتا ہے جس پر نفیسہ ہنستے ہوئے آگے کو بھاگنے لگتی ہے اور نور اُن دونوں کو دیکھ ہنسنے لگ جاتی ہے۔

◈◈◈

نفیسہ چھت پر کھڑی ڈھلتے سورج کو دیکھنے میں مصروف تھی۔۔۔ اُسے وہ منظر بہت پسند تھا۔

کیا کر رہی ہیں محترمہ؟؟ نفیسہ سورج کو دیکھنے میں مصروف تھی جب ایک دم سے حیدر پیچھے سے آتے کہتا ہے۔۔

جس پر نفیسہ کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آجاتی ہے۔۔۔ لیکن وہ جلدی سے اُسے چھپا لیتی ہے۔

کچھ نہیں بس سورج کو دیکھ رہی۔۔۔ نفیسہ سورج کی طرف دیکھ کہتی ہے۔

آپکو پسند ہے یہ منظر؟؟ حیدر اُس کے ساتھ کھڑا ہوتے سورج کو دیکھ کہتا ہے۔

جی مجھے بہت پسند ہے یہ۔۔۔ نفیسہ مسکراتے ہوئے سورج کو دیکھتے کہتی ہے۔

اور میں؟؟ حیدر نفیسہ کی بات سن پوچھتا ہے۔۔۔ جس پر نفیسہ کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔۔۔

آپ جانتے ہیں چاند کی اپنی روشنی نہیں ہوتی؟؟ نفیسہ بات گھماتے کہتی ہے۔

جی وہ تو میں جانتا ہوں لیکن جو مجھے نہیں پتا اُس کے بارے جاننا چاہتا ہوں۔

کس بارے؟؟ نفیسہ جان کر بھی انجان بنتے کہتی ہے۔

نفیسہ کیا یہ ناچیز آپکو پسند ہے؟؟ حیدر اُسے دیکھ مسکراتے ہوئے پوچھتا ہے۔

امی بلا رہی ہیں میں آتی ہوں۔۔۔ نفیسہ کہتے جانے لگتی ہے جب ایک دم حیدر اُسکا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔

کہاں جا رہی ہو؟؟ مجھے میرا جواب دے دو پہلے۔۔۔ حیدر اُسکا ہاتھ پکڑے کہتا ہے۔

مجھے صرف اتنا پتا ہے۔۔۔نفیسہ کے دل و دماغ میں بچپن سے ہی حیدر بسا ہوا ہے۔۔۔نفیسہ یہ کہتا اپنا ہاتھ چھوڑواتے جلدی سے نیچے جانے لگتی ہے۔

اُسکی بات سن حیدر مسکرانے لگ جاتا ہے۔

◈◈◈

داؤد کمرہ جماعت میں داخل ہوتا ہے جہاں وہ سبکو بنا دیکھے اپنی کرسی کی طرف بڑھنے لگتا ہے سب اُسے سلام کرتے ہیں جس پر وہ ہاتھ کے اشارے سے سبکو بیٹھنے کا کہتا ہے آج وہ یہ سوچ کر آیا تھا کے وہ نفیسہ کو نہیں دیکھے گا جس پر وہ فلحال عمل کر رہا تھ۔۔۔

وہ بنا کسی کو دیکھے اپنا لیکچر دینے لگتا ہے آج اُس کے لیکچر میں پہلے جیسی بات نہیں تھی۔

لائبہ میرے نکاح کی شاپنگ کے لیے تم میرے ساتھ جانا۔۔۔نفیسہ ہاتھ میں آئس کریم پکڑے چلتے ہوئے لائبہ سے کہتی ہے۔

آج وہ داؤد کی کلاس بنک کرتے ہیں۔۔اور گرائونڈ میں گھوم رہے ہوتے ہیں۔

ہاں ٹھیک ہے اور مجھے بھی ایک سوٹ لے دینا۔۔۔نفیسہ کی بات سن آئس کریم کھاتے لائبہ کہتی ہے۔

ہاں ہاں کے دو نگی۔۔۔نفیسہ اُس کو دیکھ کہتی ہے۔

پہلے بھی میرال نے کہا تھا کہ لے دو نگی لیکن لے کر نہیں دیا۔۔۔لائبہ منہ بناتے اپنی دوست کے بارے بتاتی ہے۔

یار میں نے سنا ہے کے اُس کی شادی شادی شدہ بچوں والے آدمی سے ہوئی تھی؟؟ نفیسہ آئسکریم کھاتے آنکھیں چھوٹی کر پوچھتی ہے۔

ہاں یار اُس کے گھر والوں کی مرضی تھی اور ماشاءاللہ سے وہ بھی خوش تھی۔۔۔لائبہ آئسکریم کے مزے لیتے ہوئے کہتی ہے۔

پتا نہیں لڑکیاں کیسے شادی شدہ۔بچوں والے مردوں سے شادیاں کر لیتی ہیں۔۔۔نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے۔

ہاں یار میں خود بھی سوچتی ہوں لیکن نصیب پر کس کا زور چلتا ہے؟لائبہ اُسکی بات سن کہتی ہے۔۔

نہیں یار نصیب کی بات نہیں ہوتی بندا خود بھی کوئی ہاتھ پاؤں مار لیتا ہے۔۔۔نفیسہ طنزاً کہتی ہے۔

جس پر لائبہ چپ ہو جاتی ہے۔

◈◈◈

لیکچر دیتے ہی ایک دم سے اُسکی آنکھیں نفیسہ اور لائبہ کی کرسی کر طرف جاتی ہیں لیکن وہاں نفیسہ کو نا پا کر اُس کے دل میں ایک درد کی لہر پیدا ہوتی ہے۔

وہ خود کو سنبھال لیکچر کی طرف اپنا دھیان دیتا ہے۔۔۔

تو کلاس آج کے لیے اتنا بہت ہے جو سٹوڈنٹس آج نہیں آئے اُن سے میرا لیکچر شئیر کر لیجیئے گا۔۔۔داؤد نفیسہ کے نہ ہونے پر کلاس سے کہتا ہے۔

لیکن سر آپ تو کہتے ہیں آپکا لیکچر شیئر نہیں کرنا کسی سے؟؟ اُسکی بات سن رمشہ کہتی ہے۔۔۔

تب بھی میں نے کہا تھا تو آپ سب نے مانا تھا اور اب بھی نیں ہی کہہ رہا ہوں اور مجھ سے سوال جواب نہ ہی کریں تو بہتر ہو گا۔۔۔ داؤد اُسکی بات سن لال آنکھوں سے اُسے دیکھتے کہتا ہے۔

لیکن سر آج دو سٹوڈنٹس ہی نہیں آئے اور وہ تو ہمیشہ سے نالائق اور آپکو ناپسند ہیں۔۔۔ رمشہ داؤد کو یاد دلاتے کہتی ہے کیونکہ اُسے لگتا ہے داؤد کو یہ نہیں پتا کونسا سٹوڈنٹ آج نہیں آیا اور جب پتا چلے گا وہ نفیسہ ہے تو وہ اپنی بات واپس لے لیں گا لیکن اُس نے وہ بات اُسی وجہ سے کہی تھی اُسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو داؤد بلوچ کبھی ایسا نہ کہتا۔

پہلی بات وہ نالائق ہیں یا نہیں ہیں اسکا فیصلہ آپ لوگ نہیں کر سکتے اور دوسری بات وہ مجھے ناپسند ہے ایسا کس نے کہا؟؟ داؤد آنکھیں نکالتے اُسے دیکھ پوچھتا ہے۔

کہنے کی کیا بات سب کو نظر آتا ہے جیسے آپ اُس سے بات کرتے ہیں۔۔۔ رمشہ منہ بنائے کہتی ہے۔

اوہ شاٹ اپ۔۔۔ اور میرے آفس میں ملو آج مجھے۔۔۔ داؤد غصے سے کہتا اپنی فائلز اُٹھانے لگتا ہے۔۔

تبھی نفیسہ اور لائبہ دوسری کلاس کے لیے کمرے میں داخل ہوتیں ہیں۔۔۔ اُن دونوں کی نظر داؤد پر نہیں پڑی ہوتی ہے۔

---- congratulations----Congratulations

نفیسہ اور لائبہ کے کلاس میں داخل ہوتے ہی سب نفیسہ کو دیکھ کہتے ہیں۔۔۔ جس کی آواز داؤد کے کانوں میں پڑتی ہے۔۔

شکریہ بہت بہت۔۔۔ نفیسہ خوشی سے سبکو کہتی ہے لائبہ بھی اُسکو خوش دیکھ مسکرانے لگ جاتی ہے۔

جب ایک دم لائبہ کی نظر داؤد پر پڑتی ہے۔۔۔ جس پر اُس کے پاؤں سے زمین نکل جاتی ہے وہ ساتھ کھڑی نفیسہ کو ہاتھ لگاتے بتانے لگتی ہے۔

کیا موت ہے؟؟ نفیسہ لائبہ کے ہاتھ لگانے پر اُسے دیکھ کہتی ہے جس پر وہ سامنے داؤد کی طرف اشارہ کرتی ہے۔۔۔

داؤد کو سامنے کھڑا دیکھ نفیسہ کے بھی پاؤں سے زمین نکل جاتی ہے۔۔۔

داؤد فائلز اُٹھائے ایک نظر اُن پر ڈالتا باہر کی طرف چلا جاتا ہے۔۔۔ اُس کے جاتے ہی وہ دونوں اپنا رکا ہوا سانس بحال کرتی ہیں۔۔

شکر ہے بلا ٹلی۔۔۔ نفیسہ لائبہ کو دیکھ ماتھے پر سے پسینہ صاف کرتے کہتی ہے۔

جس پر وہ ہاں میں سر ہلاتی ہے۔

◈◈◈

داؤد کے کانوں میں کلاس کی مبارکباد دینے والی آوازیں گونج رہی تھیں اُس کے ذہن میں الگ الگ خیالات نے گھر کر کیا تھا۔۔۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا وہ اپنے آفس میں جا کر فائلز ٹیبل پر پھینک سگریٹ کی نکال پینے لگ جاتا ہے۔۔۔

وہ سگریٹ کی پوری ڈبی ختم کر کرسی سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کرتا ہے۔جب اُس کے آفس کے دروازے کو کوئی نوک کرتا ہے۔

Come in---

وہ ویسے ہی ٹیک لگائے کہتا ہے۔

اُسکے ایسا کہتے ہی رمشہ آفس کا دروازہ کھول اندر آتی ہے۔رمشہ کو دیکھ داؤد کا دماغ گھوم جاتا ہے۔اُسکی کہی ہوئی باتیں ابھی تک داؤد کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

جی سر آپ نے بلایا تھا مجھے ؟؟رمشہ مسکراتے ہوئے داؤد سے کہتی ہے۔

اوہ یس۔۔۔مس رمشہ آپ مجھے کتنا جانتی ہیں ؟؟داؤد اُسکی بات سن اکڑے لہجے میں پوچھتا ہے۔

سر آپ ایک وکیل ہیں ہمارے سر ہیں اور بہت اچھے ہیں۔۔۔رمشہ مسکراتے ہوئے جواب دیتی ہے۔

پہلی دو باتیں درست کہیں آپ نے لیکن آخری میں مار کھا گئی۔۔۔داؤد اپنا ہاتھ ٹیبل پر رکھ اُسے دیکھ کہتا ہے۔

وہ کیسے سر؟؟رمشہ اُسکی بات سن حیرانگی سے پوچھتی ہے۔

وہ اس لیے کے ابھی تک آپ کو اس بات کا علم نہیں ہونے دیا میں کیسا ہوں کس شخصیت کا مالک ہوں۔۔۔وہ لال آنکھوں سے اُسے دیکھ کہتا ہے جس پر رمشہ تھوک نگلتی ہے۔

سمجھ رہی ہو ناں میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں ؟؟اُسے دیکھ داؤد غصے سے کہتا ہے۔

ج۔۔۔جی سر۔۔رمشہ منہ بنائے ڈری ہوئی کہتی ہے۔

تو بہتر نہیں کے اپنے کام سے کام رکھا جائے؟؟ نا آپ کسی کے بارے کچھ کہیں نا مجھے موقع دیں اپنی اصل شخصیت دیکھانے کا؟؟ کیا خیال ہے؟ وہ اُسے دیکھ اکڑے لہجے میں کہتا ہے۔۔۔

جی سر میں سمجھ گئی۔۔۔رمشہ اُسکی بات سمجھتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

گڈ جاو اب۔۔۔داؤد اُسے کہتا دوبارہ کرسی سے سر کی ٹیک لگاتا ہے۔۔۔

ایک منٹ۔۔۔رمشہ جانے لگتی ہے جب ایک دم سے داؤد کی آواز اُس کے کانوں سے ٹکراتی ہے اور وہ پیچھے مڑتی ہے۔

وہ سٹوڈنٹ جو ہے۔۔۔۔جس نے اج کی کلاس نہیں لی کیا نام تھا اُسکا؟؟۔۔۔داؤد وہیں سر ٹیکائے سر پر ہاتھ رکھ جان بوجھ انجان بنتے کہتا ہے۔

نفیسہ؟؟ رمشہ اُسکی بات مکمل کرنے کا راستہ دیتی ہے۔

ہاں وہی نفیسہ واٹ ایوار۔۔۔۔داؤد جان بوجھ کر اکڑے لہجے میں کہتا ہے لیکن اُس کے نام پر ایک دم اُسکا دل دھڑکا تھا۔

اُسکو کس چیز کی مبارکباد بعد دی جا رہی تھی؟؟ داؤد کے دماغ میں جو سوال کب سے اُس کے دل کو بے چین کر رہا تھا۔۔وہ پوچھ لیا۔

سر اُسکا نکاح ہے اگلے ہفتے۔۔اُسی کے لیے مبارک دے رہے سب۔۔۔رمشہ کہتی ہے ھس پر داؤد کا دل درد محسوس کرنے لگتا ہے اور اُسکی سانسوں میں خلل سی پڑنے لگ جاتی ہے۔

ٹھ۔۔۔ ٹھیک ہے جاو تم۔۔۔ داؤد بڑی مشکل سے اپنی حالت چھپاتے اُسے جانے کا کہتا ہے۔۔۔

اوکے سر۔۔۔ رمشہ کہتے آفس سے باہر چلی جاتی ہے۔

ک۔۔۔ کیا؟؟ ایسا نہیں ہو سکتا یہ کیا کر رہی ہو میرے ساتھ نفیسہ۔؟؟ اتنا بڑا ظلم مجھ پر؟؟ داؤد کی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک آنسوں گرنے لگتا ہے۔۔۔ اُسکا جسم پوری طرح سے کانپنے لگ جاتا ہے۔۔۔ اور وہ آپنے دل کا درد زیادہ ہوتے محسوس کرتے کہتا ہے۔

مانا کہ میں عصیل ہوں۔۔۔ برا ہوں لیکن میری اتنی بڑی سزا تو نہیں بنتی تھی؟؟ وہ خود سے کہتے آپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کرتا ہے۔

نہیں داؤد بلوچ۔۔۔ نہیں تم کون ہوتے اُس کی زندگی میں گھسنے والے؟؟ داؤد ایک دم خود سے کہتا ہے۔

اُسکی مرضی وہ جس سے بھی شادی کرے تم بھی تو شادی شدہ ایک بچے کے باپ ہو۔۔۔ آخر کون لڑکی ایسے انسان سے شادی کرے گی جس کا ایک بیٹا ہو۔۔۔ آہ۔۔۔ نفیسہ کیا کر دیا تم نے۔۔۔ وہ کرسی سے ٹیک لگائے اپنی آنکھیں صاف کرنے لگتا ہے۔ جس میں ایک کہ بعد ایک آنسوں آرہا ہوتا ہے۔

◈◈◈

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول اندر داخل ہوا تھا۔۔۔ کمرہ پوری طرح سے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔

آج اُسے ہر چیز کھانے کو دوڑ رہی تھی اُسکا دل کافی بھاری تھا آج اُسکا جسم بھی اُسکا ساتھ نہیں دے رہا تھا اُسے آج ہر چیز بری لگ رہی تھی۔

کمرے میں آتے ہاتھ میں پکڑے کوٹ کو وہ بیڈ پر زور سے پھینکتا ہے اور خود بیڈ کی ٹیک لگ زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔

پینٹ کی جیب سے سگریٹ اور لیٹر نکالتا ہے۔۔۔اور سگریٹ جلا کر کانپتے ہاتھ سے اُسے منہ سے لگاتا پینے لگتا ہے۔

ایسا کیوں ہو رہا ہے میرے ساتھ ؟؟نفیسہ میرے ساتھ اتنی زیادتی نہیں کرو لڑکی۔۔۔داؤد تمھیں دل و جان سے اپنا مان چکا ہے آج دیکھو تم نے کتنی بڑی تکلیف مجھے دے دی ہے۔۔۔وہ خود سے کہتے سگریٹ کا ایک کش لگاتا ہے۔

لیکن وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے میں رہا ایک شادی شدہ۔۔۔ایک بچے کا باپ۔۔اور وہ کم عمر لڑکی۔۔آخر کون لڑکی ایک شادی شدہ مرد سے شادی کرے گی ؟اُس نے شکایت والے لہجے میں خود سے کہا تھا اور اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

وہ نفیسہ کو یاد کرنے اور اپنے درد کو محسوس کرنے کے ساتھ زاتھ سگریٹ پی رہا تھا۔۔۔جب اُسکا موبائل کوٹ کے جیب میں بجنے لگتا ہے۔

جس کو وہ نظر انداز کر دیتا ہے اور سگریٹ کو منہ سے لگائے اُسکا دھواں ہوا میں اُڑاتا ہے۔

کافی دیر بجنے پر وہ غصے سے آگ بگولہ ہوتے بیڈ پر پڑے کوٹ کو سختی سے اپنی طرف کرتا ہے۔۔۔

کوٹ سے موبائل نکال وہ کوٹ کو زور سے بیڈ پر پھنکتا ہے۔۔۔اور اسکرین پر نظر آنے والے نمبر کو دیکھ وہ کال پک کرتا ہے۔

جب بندا ایک بار میں کال نہیں اُٹھائے تو اسکا مطلب وہ مصروف ہے یہ بار بار کال کرنے والی حرکت کسی دن میرے ہاتھوں تمھیں مار ڈلوائے گی۔۔۔وہ غصے سے کال کو کان سے لگائے کہتا ہے۔

مصروف تھے؟؟اوہ جانتا ہوں کہاں مصروف تھے تم سگریٹ پینے کے علاوہ اور کونسا کام ضروری لگتا ہے تمھیں؟؟دوسری طرف سے کسی نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

دیکھ حیدر میرا دماغ خراب نا کر جس کام کے لیے کال کی بتا اور کال بند کر۔۔داؤد نے اپنی چوری پکڑنے پر غصے سے کہا تھا۔

دیکھ داؤد تیرے ایسا کرنے سے بھابھی نے واپس نہیں آجانا اسی لیے خود کو سنبھال اپنے بچے کو دیکھ لے اُسے ضرورت ہے باپ کی۔۔۔حیدر نے نرمی سے سمجھاتے کہا تھا۔

اور ماں کی بھی۔۔۔داؤد نے نفیسہ کو سوچتے ہوئے آہستہ سے کہا تھا جسے حیدر نے سن لیا تھا۔

ماں کی ضرورت ہے میں سمجھ سکتا ہوں برا نہ مانے تو ایک بات کہوں؟؟حیدر کچھ سوچتے کہتا ہے۔

بک۔۔۔داؤد سختی سے کہتا ہے۔۔۔جس پر حیدر نفی میں سر ہلاتا ہے۔

تو دوسری شادی کر لے۔۔۔حیدر آہستہ سے کہتا ہے۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔اُسکی بات سن داؤد زور سے قہقہ لگائے ہنستا ہے۔

میں نے کوئی لطیفہ نہیں سنایا۔۔۔ حیدر منہ بنائے کہتا ہے۔

اچھا۔۔۔ لیکن مجھے لگا۔۔ داؤد ایک دم سے دوبارہ سنجیدہ ہوتے کہتا ہے۔

یار کر لے شادی اچھا ہو جائے گا ارحم اور تیرے لیے۔۔۔ حیدر اُسے سمجھاتے کہتا ہے۔

تو چاہتا ہے میں شادی کر لوں؟؟ داؤد سنجیدگی سے پوچھتا ہے۔

ہاں۔۔۔ حیدر اُسکی بات کا مختصر جواب دیتا ہے۔

میں بھی چاہتا ہوں۔۔۔ داؤد سنجی سے کہتا ہے۔

کیا؟؟؟ سچ میں اللہ مجھے بہت خوشی ہو رہی تیرے منہ سے یہ بات سن کر۔۔۔ حیدر خوش ہوتے ہوئے کہتا ہے۔

لیکن جس سے پیار کرتا ہوں اُسکا اگلے ہفتے نکاح ہے۔۔۔ داؤد ایک دم سے کہتا ہے جس پر اُسکے دل میں ایک درد کی لہر پیدا ہوتی ہے۔

اور حیدر کی خوشی بھی ایک دم سے اُداسی میں بدل جاتی ہے۔

اوہ۔۔۔ کون ہے وہ لڑکی؟ حیدر افسوس کرتے کہتا ہے۔

سٹوڈنٹ ہے میری۔۔۔ داؤد اُسکے سوچتے جواب دیتا ہے۔

ہمم کیا وہ بھی تم سے پیار کرتی ہے؟ حیدر داؤد کو بات سن کہتا ہے۔

نہیں بلکہ وہ تو مجھ سے نفرت کرتی ہے۔۔۔ اُسے میں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔۔ داؤد افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے۔

پیار نہیں کرتی یہ تو سمجھ آتا ہے لیکن نفرت کیوں کرتی ہے اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔۔۔اُسکی بات سن حیدر پریشان ہوتے کہتا ہے۔

کیونکہ کلاس میں میں اُس کے ساتھ اچھا بی ہیو نہیں کرتا۔۔۔وہ آہستہ سے کہتا ہے۔

ہاں شاباش آب آیا مزہ اور بن ہیٹلر۔۔۔۔حیدر طنزاً غصے سے کہتا ہے۔

یار میں ایسا نہیں کرنا چاہتا لیکن اپنے جذبات چھپانے کی کوشش جب ناکام ہونے لگتی تو غصہ آجاتا اور وہ اُس پر نکال دیتا۔۔۔داؤد افسوس کرتے کہتا ہے۔

ماشاءاللہ استاد جی۔۔۔بہت خوب۔۔۔اب تو اچھا ہے شادی کر لے کسی اور سے۔۔۔حیدر طنزاً کہتا ہے۔

حیدر انسان کا بچہ بن اور زیادہ بکواس مت کر ایسا نہ ہو میں تیرے پاس آکر تجھے گولی کی موت دے دوں۔۔۔داؤد غصے سے کہتا ہے۔

اچھا چھا ریلکس۔۔۔۔یہ بتا کیا سچ میں پیار کرتا ہے؟؟ حیدر شرارتی انداز میں کہتا ہے۔

آبے بغیرت انسان میری ادھر جان نکلنے کو آئی ہوئی ہے اور ابھی تک تو اس کشمکش میں ہے؟؟ کیا کبھی پہلے بھی کہا ہے کہ مجھے کوئی پسند ہے یہ وہ۔۔۔داؤد غصے سے کہتا ہے۔

اچھا اچھا مان گیا بھائی مان گیا میں نے تو اپنے نکاح کا بتانے کے لیے کال کی تھی۔۔۔اور یہاں تو پہلے معاملہ خراب ہے خیر کرتا ہوں میں کچھ تو صبر کر اور خود کو سنبھال۔۔۔حیدر کچھ سوچتے ہوئے کہتا ہے۔

ناممکن ہے لیکن کوشش کروں گا۔۔۔ داؤد کہتے کال کاٹ دیتا ہے اور موبائل کو بیڈ پر پھینک ایک اور سگریٹ جلائے اپنے کمرے میں لگی بڑی کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے جہاں سے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگتا ہے۔

◈◈◈

نفی آج سر داؤد کو پروجیکٹ دیکھا کر چھٹیوں کی بھی بات کر لیں گے۔۔۔ لائبہ کلاس میں بیٹھے ساتھ بیٹھی نفیسہ سے کہتی ہے۔

ہاں یار مانے گا تو مشکل لیکن کیا کر سکتے ہیں مانگنی تو پڑے گی۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے۔

اسلامک سٹوڈنٹس۔۔۔ وہ دونوں باتیں کر رہی ہوتی ہیں جب ایک مس کلاس میں آتے سب کو کہتی ہے۔

وعلیکم اسلام۔۔۔ اُسکے سلام پر ساری کلاس کی توجہ اُسکی طرف ہو جاتی ہے اور وہ اُس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

سٹوڈنٹس آج سر داؤد کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ اپکی کلاس نہیں لے سکیں گے۔۔۔ تو آج آپکی یہ کلاس فری ہے۔۔۔ تھینک یو۔۔۔ وہ مس سب کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی باہر کو چلی جاتی ہے۔۔۔

اُس کی بات سن کچھ سٹوڈنٹس خوش ہو جاتے ہیں اور کچھ اُداس لیکن زیادہ تر سٹوڈنٹس خوش ہی ہوتے ہیں۔

◈◈◈

شکر ہے آج سر نے کلاس نہیں لی۔۔۔ گرائونڈ میں چلتے لائبہ نے نفیسہ سے کہا تھا۔

ہاں شکر ہے بلا ٹلی آج۔۔۔نفیسہ نے آنکھیں گماتے ہوئے کہا تھا۔

اے وہ دیکھ داؤد سر۔۔۔نفیسہ کے کہنے پر لائبہ ایک دم سے نفیسہ کا بازو پکڑ کھینچتے ہوئے سامنے بینچ پر بیٹھے داؤد کی طرف اشارہ کرتے کہتی ہے۔

یار لائبہ مجھے تو یہ کسی اینگل سے بیمار نہیں لگ رہا مجھے لگتا اس نے جان بوجھ کر ہماری کلاس نہیں لی۔۔۔نفیسہ آنکھیں چھوٹی کرتے داؤد کو دیکھ کہتی ہے۔

نہیں یار سر داؤد جتنے بھی غصے والے ہو۔۔۔لیکن لیکچر مس نہیں کر سکتے جان بوجھ کے۔۔۔ لائبہ منہ بنائے کہتی ہے۔

بڑی آئی تو سر داؤد کی چمچی۔۔۔نفیسہ اُسکے کاندھے پر ایک زور کا تھپڑ مارتے کہتی ہے۔

اب دیکھ زرہ بڑا آیا مجھے ڈانٹنے والا آج اسکو بتاتی ہوں میں۔۔۔نفیسہ سامنے بیٹھے داؤد کو دیکھ اپنے کاندھے پر لٹکائے بیگ کو ٹھیک کرتے داؤد کی طرف بڑھتی ہے۔

اللہ تجھے برباد کرے لڑکی۔۔رک جا تجھے خدا کا واسطہ۔۔۔کچھ نہ کہنا اُنھیں۔۔۔لائبہ اُسکی بات سن اُسکے جاتا دیکھ کہتی ہے۔۔۔جس کو نفیسہ نظرانداز کرتے آگے کو بڑھ جاتی ہے۔

اسلامو علیکم س۔۔۔سر۔۔نفیسہ اُسکے سامنے جاتے کہتی ہے۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔نفیسہ کی آواز سن اُسکا جسم ایک بار کانپ اُٹھا تھا لیکن اُس نے بنا محسوس کرواتے جواب دیا تھا۔۔۔

سر مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔۔۔نفیسہ نے آہستہ سے کہا تھا۔

بولو۔۔ جلدی اور جاو یہاں سے۔۔ اُسکی بات سن داؤد نے آپنے چہرے کے سامنے رکھی کتاب کو گود میں رکھتے سختی سے کہا تھا۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا اُسے کچھ بھی محسوس ہو۔

س۔۔ سر آج اپنے لیکچر کیوں نہیں لیا؟؟ نفیسہ آہستہ سے کہتی ہے۔

لیکچر لینا نہ لینا میرے موڈ پر ہے اس سے تمھیں کیا؟؟ داؤد نے سخت لہجے میں کہا تھا۔۔

لیکن سر ہمارے تو لیکچر مس ہو رہے ہیں ناں؟؟ کیا یونیورسٹی والے اسی لیے آپ کو تنخواہ دیتے ہیں؟ نفیسہ طنزاً کہتی ہے لیکن انداز اُس کا نرم ہی ہوتا ہے۔

تم مامی لگتی ہو یونیورسٹی کی؟؟ داؤد غصے سے اُسکی طرف بڑی بڑی آنکھیں نکال دیکھ پوچھتا ہے۔

ن۔۔ نہیں لیکن لیکچر دے دیتے تو کچھ آسانی ہو جاتی آج پڑھنے میں۔۔ نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے جس کو دیکھ داؤد اپنے چہرے کے آگے کتاب کر لیتا ہے۔

تمھیں دیکھ لوں تو ویسے بھی لیکچر نہیں دے سکتا۔۔ داؤد آہستہ سے خود سے کہتا ہے جس کو نفیسہ سن لیتی ہے۔۔۔

کیا مطلب آپکا سر؟؟ نفیسہ بات سن پوچھتی ہے۔

کچھ نہیں وقت آنے پر سمجھا دونگا فلحال نکلو یہاں سے۔۔ داؤد سختی سے کتاب کی دوسری سائیڈ سے کہتا ہے۔

جس پر نفیسہ اُسکو گھورنے لگتی ہے۔

جاؤ گی؟؟ یہاں سے اور ہاں خدارا کوئی سوال جواب مت کرنا میرا پہلے دماغ گھومہ ہوا ہے۔۔۔ ایک سیکنڈ میں بنا آواز کیے یہاں سے چلتی بنو۔۔۔ ورنہ اچھے سے جانتی ہو مجھے۔۔۔ داؤد سختی سے کہتا ہے۔

لیکن مجھے ابھی تک جواب تو ملا ہی نہیں۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے کہتی ہے جس پر داؤد کے دل میں ایک درد کی لہر پیدا ہوئی تھی۔

موڈ نہیں تھا میرا تمھارا چہرہ دیکھ اپنا دن خراب کرنے کا اب نو دو گیارہ ہو جاو۔۔۔ داؤد سختی سے کہتا ہے جس پر نفیسہ دل ہی دل میں داؤد کو اچھی خاصی سناتے وہاں سے غصے سے چلی جاتی ہے۔ گئی تھی اُسے سنانے اُلٹا خود کی عزت کروالی آخر کار آگے بیٹھا انسان بھی داؤد بلوچ تھا۔

◈◈◈

اللہ اسکی ٹانگ توڑ دے بڑا آیا مجھے سنانے والا۔۔۔ نفیسہ بڑبڑاتے ہوئے لائبہ کے پاس آتی ہے ھو اُسکا منہ دیکھ پہلے سب کچھ سمجھ جاتی ہے۔

کیا ہوا میڈم کرلی دل کی آس پوری لے آئی عزت کے دانے؟؟ اُسکو دیکھ لائبہ ہنستے ہوئے کہتی ہے۔

دیکھ لائبہ زیادہ بکواس مت کر اُسنے نہیں میں نے اُسے عزت کے دانے دیئے ہیں۔۔۔ نفیسہ منہ کے تیڑھے میڑھے نقشے بنائے بالوں کو پیچھے جھٹکادے کر کہتی ہے۔

اوہ اچھا۔۔۔! لگتا تو نہیں ہے تیری شکل سے خیر بتا پھر کیا کہا تو نے؟؟ لائبہ آسکی بات سن حیرانگی سے پوچھتی ہے۔

میں نے اُسے کہا کلاس کیوں نہیں لی۔۔۔اگے اُس نے کہا میری طبیعت خراب تھی۔۔۔میں نے کہا طبیعت خراب تھی تو اس میں ہماری کیا غلطی ہماری تو کلاس مس ہو گئی ناں تمھاری وجہ سے۔۔۔

اچھا پھر پھر۔۔۔نفیسہ کو اونچا ہوتے دیکھ لائبہ نے پوچھا تھا۔

پھر کیا منہ بنا کے کہتا سوری آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔مجھے ترس آ گیا میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے آج کی معافی آئیندہ پر نسپل کو کمپلین کرو گی۔۔۔یہ کہہ کہ میں آ گئی۔۔۔نفیسہ اکڑتے ہوئے کہتی ہے جبکہ دل میں تو وہ شیشہ تھی۔۔۔

ماننے والی بات تو نہیں ہے لیکن چل مان لیتے ہیں۔۔کیونکہ تجھے ذلیل کرنے کا موڈ نہیں میرا۔۔۔لائبہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں ہاں نہ مان میں کونسا پاؤں پر گر رہی ہوں ویسے بھی جو سچ ہے وہی بتایا۔۔۔نفیسہ اُسکی بات سن ہڑ بڑاتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔جس کو دیکھ لائبہ نفی میں سر ہلانے لگتی ہے۔

◈◈◈

کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟؟نفیسہ کمرے میں بیٹھی کتابوں کو دیکھ رہی تھی جب جواد کمرے کا دروازہ کھٹکائے آندر آنے کی اجازت لیتا ہے۔

ہاں آ جاؤ۔۔۔اُس پر ایک سرسری نظر ڈال نفیسہ کہتی ہے۔جس پر وہ کمرے میں آ جاتا ہے۔۔

کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کیوں نہیں کی؟؟نفیسہ کو دیکھ جواد سوالیہ نظروں سے دیکھ پوچھتا ہے۔۔

میری مرضی میں جس کو ہاں کروں اور نہ کروں اس سے تمھیں کیا؟؟ نفیسہ ہاتھ میں پکڑی بک کو زور سے بند کرتے کہتی ہے۔

دیکھ نفیسہ۔۔میں نے اپنی ماں کے بعد کسی سے محبت کی تو وہ تو ہے۔۔۔اگر تو نے مجھ سے شادی نہیں کی تو تجھے میں مار ڈالوں گا۔۔یاد رکھنا۔۔۔نفیسہ کے کہتے ھواد اُسکے بازوں سے سختی سے پکڑے کہتا ہے جس پر نفیسہ کی ہلکی کی آہ کی آواز نکلی تھی۔

جواد اپنی اوقات میں رہو تمھاری اتنی ہمت کیسے ہوئی جو تم نے مجھے ہاتھ لگایا؟؟ نفیسہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال غصے سے کہتی ہے۔

گھر میں اُس وقت نور اور نفیسہ ہی موجود تھیں باقی سب نور کے سسرال گئے ہوئے تھے۔۔۔نور بھی اپنے کمرے میں عبداللہ سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔۔جس پر جواد کو موقع مل گیا تھا نفیسہ سے بات کرنے کا۔

اوقات تو ابھی تک میں نے کراس نہیں کی بہت جلد وہ بھی بتادونگا کہ جواد منیب اوقات سے باہر ہو کر کیا کرتا ہے۔۔۔نفیسہ کی بات سن جواد دانت پیستے غصے سے کہتا اُسکے بازوں سے زور سے چھوڑتا ہے جس پر نفیسہ بیڈ پر زور سے جھٹکا لیتی ہے۔۔۔

جواد میں تمھارا بڑے پاپا کو بتاؤں گی۔۔۔نفیسہ اپنے بازو کو پکڑے زور آنکھوں میں آنسوں لیے کہتی ہے۔۔۔

جاؤ جا کر جس کو بتانا بتادو میں نہیں ڈرتا کسی سے۔۔۔جواد دوسری طرف منہ کیے غصے سے کہتا ہے اور کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔نفیسہ اُس سے اس حرکت کی بلکل اُمید نہیں رکھتی تھی اسی لیے وہ وہیں بیٹھی اُسے جاتا دیکھ رونے لگ جاتی ہے۔

◇◇◇

نفیسہ اتنا سب کچھ ہو گیا اور تو نے بڑے پاپا کو نہیں بتایا اپنے۔۔۔لائبہ لائبریری میں ساتھ بیٹھی نفیسہ کو دیکھ حیرانگی سے کہتی ہے۔

یار میں نہیں چاہتی میرے پاپا اور بڑے پاپا کے درمیان مجھے لے کر کوئی بھی بات ہو۔۔۔وہ بھی بس پاگل ہو گیا ہے اسی لیے یہ سب کر رہا ہے۔۔ہو جائے گا ٹھیک۔۔نفیسہ اپنے بازو پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے۔۔جواد کے زور سے پکڑنے سے اُسکا بازوں اُس وقت سے درد کر رہا تھا اور زیادہ زور والی بھاری چیز بھی اُٹھانے سے قاصر تھا۔

تیری بات ٹھیک ہے لیکن جو اُس نے کیا اُس کا کیا؟؟

آہ۔۔۔لائبہ کہتے اُسکے بازوں پر ہاتھ رکھتی ہے جس پر نفیسہ کی آہ نکلتی ہے۔۔جس پر اُن کے پیچھے بیٹھے باتیں سننے والے داؤد کے دل میں بھی درد سا محسوس ہوا تھا۔اور اُس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو ٹیبل پر غصے سے رکھا باہر کا رخ کیا تھا۔۔۔

سوری سوری نفی۔۔۔اُسکی آہ سن لائبہ جلدی سے ہاتھ اُٹھاتے کہتی ہے۔

کوئی بات نہیں۔۔۔نفیسہ آنسوں سے بھری آنکھوں سے دیکھ کہتی ہے۔

دیکھ اپنی حالت دیکھ ذلیل عورت اب بھی تو چپ ہے؟؟حیرت ہوتی مجھے۔۔۔لائبہ اُسکی حالت دیکھ غصے سے کہتی ہے۔

خیر ہے لائبہ اللہ بہتر انصاف کرنے والا ہے۔۔۔نفیسہ اُسے دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

نفی اور نہیں تو حیدر کو ہی بتا دیتی اُسکی اس حرکت کے بارے۔۔۔لائبہ پریشانی سے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے۔

لائبہ میں نہیں ناں چاہتی میری وجہ سے فیملی میں کسی کی بھی کسی سے ان بن ہو۔۔۔ نفیسہ اُسے دیکھ سمجھاتے ہوئے کہتی ہے۔

ہمم۔۔۔ چل تجھے سوپ پیلاتی ہوں چھٹی ہی کر لیتی حالت دیکھ ہاتھ نہیں ہلا سکتی آپنا۔۔۔ لائبہ اُسے دیکھ غصے سے کہتی ہے۔

یار میں گھر میں رہ کر بور ہو جاتی ہوں کوئی کہیں جا رہا کوئی کہیں پھر میں اکیلی ہو جاتی ہوں اور ویسے بھی تیرے بے عزتی کیے بغیر بھی مجھے سکون نہیں آتا۔۔۔ نفیسہ اُسے دیکھ شرارتی انداز میں کہتی ہے۔

نہیں نہیں میری نہیں حقیقت میں تجھے۔۔۔ داؤد سر کی باتیں بہت پسند ہیں اسی لیے چھٹی نہیں کرتی۔۔۔ اُسکی بات سن لائبہ منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

نام نہ لینا اُس انسان کا میرے سامنے۔۔۔۔ ایک جواد اور دوسرا یہ انسان گولی کی طرح لگتے مجھے۔۔۔ نفیسہ اُسکی بات سن آنکھیں چھوٹی کر غصے سے کہتی ہے جس پر لائبہ ہنسنے لگ جاتی ہے۔

◈◈◈

ہیلو راجہ میری بات سنو۔۔۔ وہ موبائل کان سے لگائے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہتا ہے۔

جی حکم کریں چھوٹے سرکار۔۔۔ دوسری طرف سے راجہ کہتا ہے۔

ایک بندے کا نام اور پتہ بھیج رہا ہوں۔۔۔ میرے دوسری بار کال کرنے پر وہ مجھے تمھارے پاس چاہیے۔۔۔ اور یاد رہے اُسکو میرے کال کرنے سے پہلے اچھی خاصی عزت دینا اُسے اور

اپنی حویلی میں رکھنا میں بھی کل تک پہنچتا ہوں وہاں۔۔۔کان سے موبائل لگائے وہ گاڑی چلاتے غصے سے بولا تھا۔۔۔

جو حکم آپکا چھوٹے سرکار آپ نام پتہ بھیج دیں۔۔۔دوسری طرف سے اُسے اسی جواب کی اُمید تھی جس کو سن اُس نے کال کو کاٹا تھا اور تیزی سے گاڑی روڈ پر بھگائی تھی۔۔۔

بڑا شوق ہے ناں تجھے شادی کرنے کا اور میری محبت کو ہاتھ لگانے کا۔۔۔صبر کر آ رہا ہے داوٗد بلوچ۔۔۔اُس نے کچھ سوچتے طنز اور غصے وا کے انداز میں خود سے کہا تھا۔۔۔

◈◈◈

کمرے میں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا کسی کے زور زور سے غصے سے بات کرنے کی آواز اُس کمرے کی خاموشیوں کو توڑ رہی تھی۔۔۔وہ کرسی پر بندھا ہوا تھا اُس کی آنکھوں پر کالی پٹی بندھی ہوئی تھی۔۔۔

کیا مسئلہ ہے تجھے منہ بند کر کے بیٹھ ادھر کوئی نہیں آنے والا تجھے بچانے والا یہاں تو کوئی پرندہ بھی پر نہیں مارتا تیری آواز سننے کے لیے انسان کہاں سے آئے گے؟؟وہ ایک اڈھیڑ عمر کا شخص تھا جس کی آنکھیں نیلے موتیوں کی طرح اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔۔۔اُس نے اُسے چینختا دیکھ طنزاً کہا تھا۔

آخر تم لوگ ہو کون۔۔۔کیوں اُٹھایا ہے مجھے کیا چاہتے ہو مجھ سے بتاو جو چاہیے مل جائے گا لیکن مجھے جانے دو۔۔۔وہ آپنے سر کو ادھر اُدھر ہلاتے کہتا ہے۔

مجھے کچھ نہیں چاہیے تم سے۔۔۔وہ منہ بنائے اُسکی بات سن کر کہتا ہے۔

تو پھر کیوں اُٹھایا ہے مجھے؟؟وہ حیرانگی سے اُس کی بات سن کہتا ہے۔

میں نے نہیں تمھیں چھوٹے سرکار نے اُٹھوایا ہے۔۔۔ وہ اُسے دیکھ طنزاً مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

ہاں تو پوچھوناں اپنے سرکار وٹ ایور سے کیا چاہیے اُسے مجھ سے۔۔۔ وہ غصے سے کہتا ہے۔

دیکھو میاں۔۔ چھوٹے صاحب بہت کم لوگوں کو اُٹھوانے کا کہتے ہیں۔۔ لیکن جس کو بھی آج تک اُٹھوایا ہے وہ بیچارہ زندہ تو اس جگہ سے نہیں باہر جاسکا۔۔۔ وہ اُسکی بات سن اپنے ہاتھ میں پکڑی گن کو صاف کرتے کہتا ہے۔

میں نے کیا بگاڑا ہے تمھارے سرکار کا۔۔۔ وہ اُسکی بات سن اُکتا جانے والے انداز میں پوچھتا ہے۔

تم نے جو کیا ہے وہ تو آج تک کسی نے نہیں کیا۔۔۔ اُسکی بات سن داؤد نے کمرے میں داخل ہوتے غصے سے کہا تھا۔۔۔ اور اُس کے پاس تیزی سے جاتے ایک مکا اُس کے منہ پر مارا تھا۔

اسلام و علیکم بڑے سرکار۔۔۔ اُسے دیکھ راجہ نے سر جھکائے کہا تھا۔

تم۔۔۔ تم جو بھی ہو ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔۔۔ اور کیا مسئلہ ہے تمھیں مجھ سے۔۔ داؤد کے مکے پر وہ اپنے سر کو سنبھالتے ہوئے کہتا ہے۔

ہمم سوال تو بہت ہی اچھا کیا ہے۔۔۔ لیکن وہ کیا ہے ناں میں ابھی جواب دینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔۔ وہ اُسکو دیکھ ایک آئی برو اُٹھائے کہتا ہے۔

ہاں تو پھر چھوڑ مجھے۔۔۔ اُسکی بات سن جواد غصے سے ہاتھ چھوڑوانے کی ناممکن کوشش کرتے کہتا ہے

ہاہاہاہا راجہ بات سن۔۔۔ اُسکی بات سن داؤد راجہ کو کہتا ہے۔

جی چھوٹے سرکار۔۔۔ راجہ اُسکو دیکھ سر نیچے کرتے کہتا ہے۔

اس کو آزادی کی آگ لگی ہوئی ہے۔۔۔ اس کا کھانا پینا بند کر دو۔۔۔ اور جو جو کہہ رہا ہوں وہی کرو اس کے ساتھ۔۔۔ داؤد راجہ کو حکم دیتے طنزاً مسکراتا ہے اور ایک نظر اُس پر ڈالتا ہے جو اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

◈◈◈

طارق صاحب جواد آپ کے ہاں آیا ہے؟؟ طارق کو کال ملائے منیب بے چینی سے پوچھتا ہے۔

نہیں بڑے صاحب یہاں تو نہیں آیا۔۔۔ کیا ہوا خیریت ہے؟؟ طارق صاحب اُن کو پریشان ہوتے دیکھ پوچھتے ہیں۔

طارق جواد اپنے دوست کے گھر گیا تھا اور ابھی رات ہونے والی ہی کوئی خبر نہیں اُسکی موبائل بھی بند جا رہا ہے اُسکا۔۔۔ وہ پریشانی سے طارق سے کہتا ہے۔

بھائی تو جس کے گھر گیا تھا اُس سے پتہ کیا آپ نے؟؟ طارق صاحب بھی اپنے بیڈ سے جلدی سے اُٹھتے ہوئے کہتے ہیں۔

ہاں طارق ہر جگہ پتہ کیا ہے ہر دوست سے پتہ کیا کسی کو اُسکی کوئی خبر نہیں ہے۔۔۔ وہ اور بے چین ہوتے کہتے ہیں۔

بھائی آپ پریشان مت ہوں۔۔۔ میں ابھی آپ کی طرف آتا ہوں اور مل کر ڈھونڈتے ہیں اُسے یہیں کہیں ہو گا۔۔۔ طارق اپنے جوتے پہنتے کہتے ہیں۔۔۔ جس کو دیکھ کلثوم بھی اُن کو اشارہ کر کے پوچھنے لگتی ہے۔۔۔

ہاں طارق آجاو جلدی اور رجب کو بھی لیتے آنا سارہ نے تو رو رو برا حال کر لیا ہے۔۔۔بھابھی اور نفیسہ وغیرہ کو بھی لیتے آنا اسکو سمبھالے کوئی میری تو ایک بھی بات نہیں سن رہی بس ھواد کا نام لے لے کر روئے جا رہی ہے۔۔۔طارق کی بات سن منیب سارہ کا بتاتے کہتا ہے۔

ہاں بھائی بس رک جائیں ہم پہنچتے ہیں۔۔۔طارق صاحب جلدی سے کہتے کال کاٹ دیتے ہیں۔

کیا ہوا نور کے ابو خیریت تو ہے کیا ہوا بھابھی کو؟؟کال کاٹتے ہی کلثوم بے چینی سے پوچھتی ہے۔

جواد ابھی تک گھر نہیں آیا موبائل بھی بند ہے اُسکا بھائی بھابھی پریشان ہو رہی ہیں تم ایسا کرو جلدی سے نور اور نفیسہ کو لے کر گاڑی میں بیٹھو میں رجب کو بولا کر لاتا ہوں۔۔۔طارق صاحب جلدی سے کلثوم کو کہتے باہر کو چلے جاتے ہیں۔

یااللہ خیر۔۔طارق صاحب کو دیکھ کلثوم اللہ سے اُسکے ملنے دعا کرتے کہتی ہے۔

◈◈◈

چھوٹے سرکار آپ کو حویلی میں نہیں آنا چاہیے تھا آپ جانتے ہیں ناں یہاں آنا آپ کے لیے مناسب نہیں۔۔وہ اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھا غصے سے جھول رہا تھا۔۔جب راجہ اُس کے سامنے کھڑا سر جھکائے کہتا ہے۔

وہ ایک بہت ہی خوبصورت اور بڑی حویلی تھی۔۔۔جس کی ہر چیز بہت قیمتی اور خوبصورت تھی لیکن وہاں ایک راجہ کے علاوہ کوئی نہیں رہتا تھا۔۔داؤد اُس گاؤں کے سرپنچ کا بیٹا تھا جس کو گاؤں کے کچھ غدار لوگوں نے مار ڈالا تھا۔۔جب داؤد چھ سال کا تھا داؤد کی ماں تو اُسے پیدا کرتے ہی ارحم کو طرح اُسے چھوڑ چلی گئی تھی۔۔۔جس کی وجہ سے داؤد کا ماں کا پیار نصیب نہیں ہوا تھا اور قسمت نے پھر ہاتھ پھیرا تھا ویسے ہی داؤد کے بیٹے ارحم کے ساتھ بھی ہوا۔۔۔داؤد

اپنے باپ سے بہت محبت کرتا تھا اُس کے جانے کے بعد اُس کو راجہ نے شہر ہوسٹل میں پڑھنے کے لیے چھوڑ دیا تھا میٹرک کرنے کے بعد داؤد کو لندن بھیج دیا گیا وکالت کی ڈگری کے لیے۔۔۔ لیکن آج تک داؤد کے دل سے وہ آگ نہیں بجھا سکے تھے جو اُس کے دل میں دشمنوں کے خلاف جل رہی تھی۔

اُسکو اکیلا محسوس نہ ہو اسی لیے راجہ نے اُسکی شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کروادی تھی لیکن داؤد نے کبھی اُس سے دلی محبت نہیں کی تھی اُسکی ہر ضرورت پوری کرتا تھا ایک اچھے شوہر ہونے کا فرض ادا کیا تھا لیکن کبھی اُس کے دل میں سکون والی محبت نہیں بنا سکی تھی شادی کے دو سال بعد ہی ارحم پیدا ہو گیا اور ارحم اور داؤد اکیلے رہ گئے۔۔۔ جس سے داؤد کو اپنے بچے کی فکر نے بہت ہی سخت اور دل کی بے سکونی دے دی تھی لیکن اب نفیسہ کے آنے پر اُسے دلی سکون محسوس ہونے لگا تھا اور پھر وہ اُس کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا کچھ بھی لیکن اُسے نہیں چھوڑنے والا تھا۔

◈◈◈

راجہ میں یہاں تمہارا مناسب نہ مناسب سننے نہیں آیا تو بہتر ہے ان باتوں کو میرے سامنے مت کرو۔۔۔ وہ کرسی پر جھولتے ہاتھ میں سگریٹ پکڑے اکڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہے۔

جی بہتر چھوٹے سرکار۔۔ وہ سر جھکائے آہستہ سے کہتا ہے۔

چھوٹے سرکار ایک اور بات پوچھ سکتا ہوں ؟؟ راجہ سر جھکائے کہتا ہے۔

بولو۔۔۔ ہونٹوں سے سگریٹ سے لگائے اُس نے کہا تھا۔

یہ کون ہے اور اس نے کیا کیا ہے ؟؟ راجہ جواد کے بارے پوچھتا ہے۔

یہ ؟؟ یہ میرا ہونے والا سالہ ہے۔۔۔وہ سگریٹ کو پھینکتے مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

معذرت چاہوں گا چھوٹے سرکار کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کسی سے شادی کرنے والے ہیں ؟؟ وہ سر کو ویسے ہی جھکائے آہستہ سے پوچھتا ہے۔

راجہ۔۔۔شادی بھی کرلوں گا پہلے دلہن کو اُٹھا تو لوں۔۔وہ اُسے دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

مطلب سرکار ؟؟ معذرت چاہتا ہوں۔۔وہ حیرانگی سے اُسے دیکھ پوچھتا ہے جس پر داؤد ایک دم سے اُسے دیکھتا ہے جس پر وہ جلدی سے سر جھکائے معذرت کہتا ہے۔

تیاری کرو راجہ میں ارحم اور اُسکی ماں کے ساتھ واپس آؤں گا تب تک محل کو سجا دیا جائے۔۔۔میں نہیں چاہتا میری بیوی کو کسی بھی چیز کی کمی ہو۔۔داؤد کرسی سے اُٹھتا کہتا ہے۔

جی ضرور سرکار اور چھوٹے سرکار اس کا کیا کرنا ہے جو نیچے سٹور روم میں بند ہے۔۔۔راجہ اُسکی بات پر ہاں کرتے جواد کے بارے پوچھتا ہے۔

اُس کو دن میں ایک بار کھانا دینا اور ہاں اُس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک میخ ڈلوا ٹھوکوا دو اور اس کے موبائل کو آن کر کے اس سے اپنے گھر کال کرواں اور جیسا جیسا کہتا ہوں وہی بولوانا۔۔۔داؤد اُسکو کچھ کہتا باہر کو چلا جاتا ہے جس کی پیٹھ کو راجہ تکتا رہتا ہے۔

◈◈◈

کیا ہوا بھائی کچھ پتہ چلا جواد کا ؟؟ طارق رجب حیدر اور منیب گھر آتے ہیں تب اُنھیں دیکھ علینہ پوچھتی ہے۔

امی ٹینشن کی بات نہیں ہے جواد کی کال آئی تھی اُس نے کہا ہے کہ نفیسہ کی شادی میں وہ نہیں آنا چاہتا اسی لیے وہ اپنے کسی دوست کے گھر ہے اور شادی کے بعد ہی آئے گا اُسے کال کر کے تنگ نا کیا جائے یہ بھی وہ حکم دے چکا ہے۔۔۔ حیدر علینہ کو دیکھ کہتا ہے۔

کیا مطلب شادی پر نہیں آئے گا وہ میرے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اُسکا نکاح میں شرکت کرنا ضروری ہے۔۔۔ علینہ پریشان ہوتے کہتی ہے۔

بہنا ہم نے بہت سمجھایا اُسکی ایک ہی رٹ تھی کہ وہ نہیں آئے گا کال مت کرنا۔۔ اُسکی بات سن طارق کہتا ہے۔

مجھ سے بات کرواؤ میرے بچے کی میں سمجھاتی ہوں اُسکو۔۔ طارق کی بات سن لال آنکھیں لیے سارہ کہتی ہے جس نے رو رو برا حال کر دیا ہوتا ہے۔

ڈرامہ باز انسان۔۔۔ اُن سب کی باتیں سن عادل نور کو دیکھ آہستہ سے جواد کو کہتا ہے۔

عادل تم ہمیشہ سیریس وقت میں ہی فضول باتیں کرتے ہو۔۔ عادل کی بات سن نور غصے سے دیکھ کہتی ہے۔

آپیا کیا غلط بول رہا عادل یہ بھی کوئی بات ہوئی پورے خاندان والوں کو پریشان کر دیا اُپر سے سارہ تائی کو دیکھیں کیسے رو رو برا حال کر دیا ہے۔۔۔ نور کی بات سن نفیسہ آہستہ سے منہ بنائے کہتی ہے۔

نفی میں اُسکو ٹھیک نہیں کہہ رہی لیکن یہ سب باتیں اس وقت کرنے والی نہیں ہیں۔۔۔ نور نفیسہ کی بات اُسے سمجھاتے ہوئے کہتی ہے۔

جو بھی ہو آپیا۔۔نور کی بات سن نفیسہ آنکھیں گھماتے کہتے ہے۔

سارہ خود کو سنبھالو وہ غصے میں ہے جیسے ہی عاشقی والا بھات اُترے گا آجائے گا خود ہی۔؟ منیب غصے سے دیکھ سارہ سے کہتا ہے۔

لیکن پھر بھی جواد۔۔۔

پورے خاندان کو پریشان کر دیا تمھارے بیٹے نے اب اور نہیں۔۔۔سارہ کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب منیب اُسکی بات کاٹتے کہتا ہے جس پر سارہ کو چپ لگ جاتی ہے۔۔۔

میں معذرت چاہتا ہوں آپ سب سے آپ سب کو خامخواہ پریشان کر دیا۔۔۔منیب طارق حیدر اور رجب کو دیکھ کہتا ہے۔

نہیں بھائی جان ایسی بھی کیا بات۔۔طارق اُسکی بات سن کہتا ہے۔۔

جی ماموں ایسی بات کر کے ہمیں شرمندہ مت کریں۔۔حیدر منیب کو دیکھ کہتا ہے۔

شکریہ میرے بچے۔۔منیب حیدر کی بات سن اُسے مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

◈◈◈

ہیلو جان من۔۔۔داؤد کے کال اُٹھانے پر اُسکو آواز آئی تھی۔

حیدر فلحال کوئی بکواس نہیں بتا کیا سوچا تم نے؟؟ داؤد حیدر کی بات سن کہتا ہے۔

یار کیا ہے ہر وقت غصے والا انداز ہوتا تیرا پتا نہیں اُس بیچاری کا کیا بنے گا جس سے تجھے پیار ہو گیا ہے۔۔۔حیدر شرارتی انداز میں کہتا ہے۔

حیدر کام کی بات کرتے ہو یا میں موبائل رکھ دوں؟؟ داؤد اکڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہے۔

ہاں ہاں بتا رہا ہوں۔۔۔ داؤد کی بات سن حیدر جلدی سے کہتا ہے۔

دیکھ آرام سے اُٹھا لے اُسے اور میں بتاتا ہوں کیا کیسے کب کرنا ہے۔۔۔ حیدر اُسے سب بتانے لگتا ہے۔

◈◈◈

طارق صاحب کا گھر لائٹس سے جگمگا رہا تھا۔۔۔ ہر طرف مہمانوں کے آنے جانے کا رش تھا۔۔۔ ہر کوئی رنگ برنگے بھاری کپڑوں میں ملبوس تھا۔۔۔ کہیں کوئی باتیں کر رہا تھا کہیں کوئی کاموں میں مصروف تھا آج نور اور نفیسہ کا نکاح تھا۔۔

نور اور نفیسہ تیار ہونے کے لیے پارلر گئی ہوئیں تھیں حیدر بھی اپنے کمرے میں تیار ہو رہا تھا عبداللہ کی بھی آج خوشی کی انتہا نہیں تھی۔۔۔ عادل میاں جی تو آج کام کاج میں مصروف تھے لیکن لڑکیوں کو دیکھ بات کرنے سے رہا نہیں تھا وہ۔۔۔

لائبہ نور اور نفیسہ کے ساتھ پارلر گئی ہوئی تھی۔۔۔

نفیسہ نے ڈارک مہرون کلر کا لہنگا پہنا تھا جس پر بہت ہی خوبصورت کام ہوا تھا وہ کافی بھاری تھا اور ہماری نفیسہ تقریباً سو بار یہ رونا رو چکی تھی کہ لہنگا بہت بھاری ہے۔

نور کا ڈارک ریڈ کلر کا لہنگا تھا جس پر نفیسہ کے لہنگے جیسا ہی کام ہوا ہویا تھا۔۔۔

دونوں ہی تیار ہو رہیں تھی۔

لائبہ نے سرمائی کلر کا لانگ فراک پہنا ہوا تھا جس پر سفید رنگ کے موتیوں سے چھوٹا چھاٹا کام ہوا ہویا تھا۔ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔ بڑی بڑی آنکھیں چھوٹی سی ناک اور چھوٹے سے گلابی ہونٹ جس پر ایک خوبصورت تل جو اُسے اور بھی پر کشش بناتا تھا۔

آپیا میرا دم گھٹنے لگا ہے اس لہنگے میں۔۔۔ کرسی پر بیٹھی تیار ہوتی وہ اُکتا جانے والے لہجے میں کہتی ہے۔

نفی اب صبر سے کام لو نکاح کے بعد اُتار دینا ابھی اس وقت ہم کیا کر سکتے ہیں۔؟؟ نور بھی کرسی پر بیٹھی میک اپ کرواتے ہوئے کہتی ہے۔

جس کی بات سن نفیسہ کے عجیب و غریب منہ بنتے ہیں۔

ہاں ہاں نکاح کے بعد خود ہی سکون آجائے گا اس لہنگے میں۔۔۔ لائبہ اُن دونوں کی باتیں سن شرارتی انداز میں کہتی ہے۔ جس کی بات سن نور کے ساتھ ساتھ پارلر والی لڑکیاں بھی مسکرائی تھیں۔

لائبہ شکر کر میں ابھی پارلر میں ہوں ورنہ تجھے اچھا خاصا جواب دیتی۔۔۔ نفیسہ اُسکی بات سن دانت پیستے ہوئے کہتی ہے۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔ اُس کے کچھ نہ بولنے پر لائبہ ہاتھ اُٹھائے منہ پر پھیرتے کہتی ہے۔۔ جس پر سب ہنسنے لگتے ہیں سوائے نفیسہ کے جو فلحال اپنے لہنگے سے پریشان ہوئی بیٹھی تھی۔

◈◈◈

ماشاءاللہ۔۔۔ نور اور نفیسہ کے تیار ہونے پر لائبہ کہ منہ سے نکلتا ہے۔۔۔ وہ دونوں ماشاءاللہ بے حد خوبصورت تھیں نفیسہ کی تو بات ہی الگ تھی۔۔

لائبہ کے کہنے پر نور اور نفیسہ شرمانے لگ جاتی ہیں۔

ارے یہ شرمانا باہر جو حیدر بھائی آئے ہوئے ہیں ناں اُن کے سامنے کرنا۔۔لائبہ باہر حیدر کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے شرارتی انداز میں کہتی ہے۔

کیا باہر ہمیں لینے حیدر آیا ہوا ہے؟؟اُسکی بات سن نور حیرانگی سے کہتی ہے۔

اور نفیسہ بھی اُسے حیرت سے دیکھنے لگ جاتی ہے۔

ارے نہیں نہیں۔۔۔لائبہ کہتی ہے جس پر نفیسہ کی رکی ہوئی سانس بہال ہوتی ہے۔

بلکہ آپ کو لینے عبداللہ بھائی آئے ہوئے ہیں اور نفیسہ کو لینے حیدر بھائی۔۔۔لائبہ اُن کو ریلکس ہوتا دیکھ کہتی ہے۔۔۔

جس پر دونوں کی آنکھیں نکلنے کو آجاتی ہیں۔۔۔

واٹ؟؟؟لیکن پاپا کیوں نہیں لینے آئے ہمیں۔۔۔اُس کی بات سن نفیسہ حیرانگی سے کہتی ہے۔

ارے انکل کہہ رہے تھے کہ آج نکاح ہے دونوں دولہنوں کو اُن کے ہونے والے دولہے لینے جائیں گے۔۔لائبہ مسکراتے نفیسہ کو تنگ کرنے والی نظروں سے دیکھ کہتی ہے۔۔

لائبہ ت۔۔۔تم میرے ساتھ جاؤ گی۔۔۔اُسکی بات سن نفیسہ گھبراتے ہوئے کہتی ہے جبکہ نور تو خوشی سے پاگل ہو رہی ہوتی ہے اور شرم سے بھی۔

ارے دماغ جگہ پر ہے تمھارا؟؟مجھے عادل لینے آرہا ہے میں تو اُس کے ساتھ جاؤنگی اور دوسری بات مجھے کباب میں ہڈی بننے کا بلکل شوق نہیں ہے۔۔۔لائبہ کمر پر ہاتھ رکھتے ہنسی دباتے ہوئے کہتی ہے۔

یا اللہ خیر۔۔۔نفیسہ ادھر اُدھر سر کو گھوماتے گھبراتے ہوئے کہتی ہے۔ جس کو دیکھ نور اور لائبہ اُس سے ہنسی چھپانے لگ جاتی ہیں۔

اب باقی باتیں حیدر بھائی کے ساتھ کرنا چلو اُٹھو شاباش۔۔۔اُسکو دیکھ لائبہ ہنستے ہوئے اُسکے چہرے پر چادر ڈال کہتی ہے۔

لائبہ اللہ تجھ سے پوچھے گا۔۔۔نفیسہ کرسی سے اُٹھتے کہتی ہے۔۔

ہاں ہاں پوچھ لینگے فلحال تو تیری باری ہے۔۔۔لائبہ ہنستے ہوئے نور کو آنکھ مارتے کہتی ہے جو لائبہ کو دیکھ ہنسنے لگ جاتی ہے اور اپنی چادر منہ پر کر لیتی ہے۔۔۔

◈◈◈

نفیسہ کو حیدر کی گاڑی میں اور نور کو عبداللہ کی گاڑی میں بیٹھا کر لائبہ عادل کے ساتھ بائیک پر بیٹھنے کے لیے جاتی ہے۔

اے موٹی آرام سے بیٹھنا میں اس جوانی میں مرنا نہیں چاہتا ابھی تک تو میں نے کشمیر بھی نہیں دیکھا۔۔لائبہ کے بائیک پر بیٹھنے سے پہلے عادل کہتا ہے۔

وی وی وی۔۔مجھے شوق بھی نہیں ہڈیوں کے راجہ کے ساتھ بیٹھنے کا یہ تو مجبوری ہے کہ پھپھو نے کہا تم عادل کے ساتھ آجانا۔۔۔لائبہ منہ بنائے اُسکی نکل اُتارتے ہوئے کہتی ہے۔

اور مجھے بھی میری ماں نے مینتں کر کے بھیجا ہے۔۔۔ورنہ کون پاگل انسان آتا کسی چڑیل کو لینے۔۔۔۔عادل اُسے دیکھ آئی بروز اُٹھائے کہتا ہے۔

تمھیں ڈر ہے کہ کہیں میرے بیٹھ جانے سے تمھیں سب لڑکیاں اگنور کریں گی۔لائبہ بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیتے کہتی ہے۔

اوہ نہیں نہیں مجھے تو ڈر ہے کہیں تم پیچھے بیٹھ گئی تو بائیک آگے سے اُپر نہ چلا جائے۔۔۔لائبہ کی بات سن عادل طنزاً کہتا ہے۔

تمھیں گھر جا کر بتاؤ نگی۔۔۔ بائیک پر بیٹھتے لائبہ اُکتا جانے والے انداز میں کہتی ہے۔

استغفار استغفار پارلر والوں کا سارا بیس ضائع کر دیا لگتا۔۔۔ اُس پر ایک نظر ڈال عادل کانوں کو ہاتھ لگائے کہتا ہے۔

عادل میں پھپھو کو بتاؤ نگی۔۔۔ عادل کی بات سن لائبہ رونے والے انداز میں کہتی ہے۔

اچھا اچھا رونے نہ لگ جانا مذاق کر رہا تھا۔۔۔ عادل اُسکا آنداز دیکھ کہتا بائیک کو کک لگاتے گھر کی طرف جانے لگتا ہے۔

◈◈◈

چادر اُتار نا پسند کریں گی؟؟ نفیسہ اور حیدر کے درمیان کافی دیر کی خاموشی ٹوٹی تھی۔

نفیسہ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔۔۔ حیدر نفیسہ کو اپنی بات پر چپ کرتا دیکھ کہتا ہے۔

ج۔۔۔جی نفیسہ چادر اپنے چہرے سے سر پر رکھتے کہتی ہے۔

ماشاءاللہ۔۔۔ اُس کو ایک نظر دیکھ وہ گاڑی چلاتے ہوئے کہتا ہے۔

جس پر نفیسہ کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگتی ہیں۔

آج تو آپ تم پری لگ رہی ہو۔۔۔ اُسکو دیکھ وہ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

آپیاز یادہ پیاری ل۔۔لگ رہی ہیں۔۔نفیسہ اٹک اٹک کر بولتی ہے کیونکہ اُسے سمجھ نہیں آرہا ہوتا کیا کہوں۔۔

ارے وہ تو اُسکے بندے کو لگے گی۔۔۔ لیکن مجھے تو وہ لگے گی جو میری ہے۔۔ جس پر کچھ دیر بعد میرا حق ہو گا۔۔۔ حیدر اُس سہمی ہوئی کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

اُسکی بات سن نفیسہ باہر کو دیکھنے لگ جاتی ہے۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے اُسکو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

ویسے مجھے دیکھ کر مسکراؤ گی تو زیادہ اچھا لگے گا مجھے۔۔۔ حیدر اُسکے گاڑی کے باہر دیکھنے پر وہ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

نفیسہ ایک دم سے اُسکی بات سن حیران ہوتی ہے کہ اس کو کیسے پتہ چلا کے وہ شرمانے کے مقصد سے وہاں دیکھنے لگی تھی۔

ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ وہ بس باہر دیکھنا پسند ہے ہمیں سفر میں۔۔۔ نفیسہ کچھ دیر سوچتے جواب دیتی ہے۔

جس کو سن حیدر مسکرانے لگ جاتا ہے۔

جی جی دیکھیں دیکھیں۔۔۔ تم باہر والے چاند کو دیکھو اور میں میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھے اپنے چاند کو۔۔۔ حیدر ایک ہاتھ گاڑی کے اسٹیئرنگ پر رکھ دوسرا ہاتھ نفیسہ کے مہندی والے ہاتھ پر رکھتے کہتا ہے۔۔ حیدر کے اس عمل پر نفیسہ کو ایک جھٹکا سا لگا تھا لیکن حیدر نے اُس کے اس طرح جھٹکا لینے پر اور زور سے ہاتھ پکڑا تھا۔۔۔

حیدر سے اپنے ہاتھ کو آزاد کروانا نا ممکن سا لگا تھا نفیسہ کو جس پر وہ بغیر کچھ کہے گاڑی ڈے باہر دیکھنے لگ جاتی ہے۔

◈◈◈

عبداللہ تم گاڑی اتنی تیز کیوں چلا رہے ہو؟؟۔۔۔عبداللہ کے تیزی سے گاڑی چلانے پر نور کہتی ہے۔

یار جلدی سے نکاح ہو جائے۔۔۔میں چاہتا۔۔عبداللہ گاڑی چلانے پر دھیان دیتے کہتا ہے۔

عبداللہ نکاح تو ہونا ہی ہے پھر جلدی کیوں؟؟نور حیرانگی سے کہتی ہے جس پر عبداللہ گاڑی کی سپیڈ آہستہ کر دیتا ہے۔

نور۔۔۔میں نے بہت بے صبری سے اس دن کا انتظار کیا ہے مجھے بس جلدی سے نکاح کرنا ہے تاکہ ہم ایک ہو جائیں۔۔۔عبداللہ نور کو دیکھ نرم سے لہجے میں کہتا ہے۔

عبداللہ مجھے بھی انتظار تھا اور دیکھو آج وہ دن آ گیا تم فکر نہیں کرو انشاللہ سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔۔نور اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے۔

نور تم میرا سکون ہو۔۔۔اور میں چاہے جتنا بھی تم سے لڑتا ہوں غصہ کرتا ہوں لیکن میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تم میری زندگی کا سکون ہو۔۔۔کبھی مجھ سے الگ مت ہونا۔۔۔نور کے ہاتھ رکھنے پر عبداللہ اُسکو دیکھ کہتا ہے۔

کبھی بھی نہیں۔۔۔نور اُسکی بات سن مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

اور دو جوڑی لو برڈز کا ایک ہونے کے لیے کچھ ہی دیر کا سفر ختم ہونے والا ہوتا ہے۔

◈◈◈

دونوں گاڑیاں طارق صاحب کے گھر کے باہر رکی تھیں۔۔نور اُتر کر نفیسہ کو ساتھ لیئے لائبہ کے ہمراہ کمرے میں چلے گئے تھے۔۔۔

عبداللہ اور حیدر بھی اپنے اپنے دوستوں اور رشتے داروں کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

وہ تینوں کمرے میں بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔۔۔

جب ایک دم سے دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔۔

آجاو۔۔۔دستک سن لائبہ کہتی ہے۔

نور آپی کو ساتھ والے کمرے میں بلایا ہے اُن کی ہونے والی ساس نے۔۔۔کمرے میں داخل ہوتی لڑکی نے اُن تینوں کو دیکھ کہا تھا۔

اچھا میں لے آتی ہوں آپ جائیں۔۔۔لائبہ اُسکو دیکھ مسکر ہوئے کہتی ہے جو مسکراتے ہوئے ٹھیک کہتے باہر کو چلی جاتی ہے۔

ارے کیا بات ہے؟؟ابھی سے ساس نے اپنے رنگ دیکھانے شروع کر دیئے۔۔۔لائبہ نور کو دیکھ شرارتی انداز میں کہتی ہے۔۔۔

ایسی بات نہیں کوئی بات ہو گی اسی کیے بلا رہی ہیں۔۔۔نور اپنے سر پر لیا دوپٹہ ٹھیک کرتے کہتی ہے۔

ہاں ہاں چلیں چلیں یہ تو وہیں جا کر پتا چلے گا۔۔۔لائبہ نفیسہ کو آنکھ مارتے کہتی ہے جو پہلے سے اُس کو دیکھ آہستہ سے ہنس رہی ہوتی ہے۔

ارے کہاں جا رہے ہو مجھے اکیلا چھوڑ۔۔۔نفیسہ ایک دم سے باہر بادل کے چمکنے کی آواز سن ایک دم سے کہتی ہے۔

آج موسم بھی بہت خراب تھا۔۔۔اور نفیسہ کا دل بھی نجانے کیوں پریشان سا تھا۔۔

تم بیٹھو تمھاری ساس نے نہیں بلایا تمھیں جس کی ساس نے بلایا ہے اُس کو لے کر جا رہی ہوں۔۔۔لائبہ اُسے دیکھ ہاتھ کا اشارہ کر رکنے کا کہتی ہے۔

لیکن تم کہاں جا رہی ہو؟؟آپیا چلی جائیں گی ناں۔۔۔نفیسہ منہ بناتے باہر کھڑکی کی طرف دیکھتے کہتی ہے جس کے سامنے لگے پردے ہوا کی وجہ سے تیزی سے جھول رہے تھے۔

نفی میں اکیلی کیسے گھوم سکتی تن یہیں بیٹھو میں لائبہ کو بھیجتی ہوں۔۔۔نفیسہ کو کہتا سن نور نے اُسے تسلی دیتے کہا تھا۔۔۔

ہمم ٹھیک ہے۔۔۔نفیسہ نے منہ بناتے جواب دیا تھا۔۔۔۔وہ دونوں باہر کو چلی گئیں تھیں اور جاتے ہوئے دروازہ بند کر کے گئیں تھیں۔۔۔

یااللہ خیر۔۔۔بجلی کی گرجنے کی آواز سن نفیسہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ ڈرتے ہوئے آنکھیں بند کرتے کہتی ہے۔اُس کے دل کی دھڑکنیں زوروں سے چل رہیں تھیں۔۔۔آہستہ سے آپنی آنکھیں کھول وہ تھوڑی سکون میں آئی تھی۔

اللہ پوچھے لائبہ کو نا جانے کہاں رہ گئی یہ بد معاش عورت۔۔۔اُس نے کھڑے ہوتے دانت پیستے دروازے کو دیکھ کہا تھا۔۔۔

◈◈◈

یہ دیکھو آگئی میری گڑیا۔۔۔نور اور لائبہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ عبداللہ کی ماں ساتھ بیٹھی عورت سے کہتی ہے۔۔۔

نور کو دیکھ ساتھ بیٹھی عورت کے منہ سے ماشاءاللہ نکلتا ہے۔

جی آنٹی آپ نے بلایا۔۔۔نور مسکراتے ہوئے اپنے لہنگے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اُس کے پاس آتے کہتی ہے۔

جی میرا بچہ ان سے ملو یہ ہے عبداللہ کی چچی۔۔۔اور تمھاری بڑی ساس۔۔وہ نور کو اپنے ساتھ بیڈ پر بیٹھاتے ہوئے کہتی ہے۔

اسلام و علیکم آنٹی۔۔۔نور اُسکو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

و علیکم اسلام بیٹی۔۔۔نور کو دیکھ وہ مسکراتے ہوئے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے کہتی ہے۔

لائبہ تم جاو نفی کے پاس۔۔۔نور لائبہ کے سب کو سلام دعا کرنے کے بعد اُسے کہتی ہے۔

ج۔۔جی۔۔لائبہ کہتے جانے لگتی ہے۔

ارے رکو بیٹا ادھر آو۔۔۔ تبھی عبداللہ کی چچی اُس کو جاتا دیکھ روکتی ہے۔۔

جی آنٹی۔۔لائبہ پلٹتے ہوئے کہتی ہے۔

یہاں آو کتنی پیاری ہو تم۔۔۔کس کی بیٹی ہو؟؟وہ اُسے دیکھ مسکراتے اپنے پاس بلاتی ہے۔۔

جس کی بات سن لائبہ مسکرانے لگ جاتی ہے اور اُن کے پاس جا کر بیٹھ جاتی ہے۔

◈◈◈

ارے کہاں رہ گئی؟؟نفیسہ کمرے میں ادھر اُدھر چکر کاٹتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

تبھی ایک دم اُسکی آنکھ میں کچھ چلا جاتا ہے جس سے اُس کی آنکھ میں درد سا ہونے لگتا ہے۔

ارے یہ ہوا کی وجہ سے لگتا کچھ چلا گیا۔۔۔نفیسہ اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھ سامنے رکھے شیشے کے سامنے جاتے کہتی ہے۔

شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے وہ اپنی آنکھ کو دیکھنے لگتی ہے۔۔۔

اللہ یہ کیا ہو گیا۔۔۔ایک دم اُس کے کمرے کی لائٹ چلی جاتی ہے جس کو دیکھ نفیسہ گھبراتے ہوئے کہتی ہے۔۔

وہ وہیں کھڑی شیشے کے آگے اندھیرے میں ادھر اُدھر اپنی چمکتی ہوئی آنکھیں گھماتی ہے۔۔۔

تبھی اُسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے جیسے کوئی کھڑکی سے اندر آیا تھا۔۔۔

ک۔۔۔کون ہے۔؟؟ نفیسہ ڈرتے ہوئے کہتی ہے جس پر اُسے کوئی جواب نہیں ملتا۔۔۔

لگتا ہے۔۔بلی ہو گی ہاں بلی ہی ہو سکتی ہے۔۔۔نفیسہ اپنے سر پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے کہتی ہے۔

اور اپنا چہرہ شیشے کی طرف پھر سے کرتی ہے۔۔۔

اُسے اپنی پیٹھ پر کسی کا سینا لگتا محسوس ہوتا ہے۔۔۔جس پر اُس کی سانس رکنے کو آتی ہیں۔۔۔وہ کچھ بولنا چاہتی ہے لیکن بول نہیں سکتی۔۔۔بھاگنا چاہتی ہے لیکن اُس کے قدم اُسکا ساتھ نہیں دے رہے ہوتے۔۔۔بس آسکی آنکھیں باہر کو نکلنے والی تھیں۔۔ڈر کے مارے اُسکے سر پر پسینہ آرہا ہوتا ہے۔

ت۔۔۔تم ج۔۔۔و بھی ہو م۔۔یں نہیں ڈرتی تم س۔۔۔ے۔۔۔نفیسہ ٹوٹے ہوئے لفظوں کا سہارا لیتے بہادر بنتے کہتی ہے۔۔

جس پر پیچھے کھڑے شخص کے چہرے پر مسکراہٹ چھا جاتی ہے۔۔۔

اور وہ آہستہ سے اُسکی کمر میں اپنا ہاتھ رکھتا ہے۔۔۔ جس کو محسوس کر نفیسہ ایک دم سے بے ہوش ہو جاتی ہے جس کو دیکھ پیچھے کھڑے شخص نے اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔۔۔۔

بھنڈی سی نہ ہو تو۔۔۔ اتنے میں ہی بہادری نکل گئی تمھاری۔۔۔ وہ اُسکو سمبھالتے مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔۔

تم نے کیا سوچا تھا میں ایسے ہی چھوڑ دونگا؟؟ کہا تو تھا داؤد بلوچ اپنی چیز کبھی کسی کو نہیں دیتا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔۔ پھر تم تو میری جان ہو۔۔۔ میری محبت داؤد بلوچ کی ہونے والی بیوی۔۔۔ وہ اُسے گود میں اُٹھائے کہتا ہے۔۔۔

کھڑکی سے وہ اُس بے ہوش ہوئی بے جان سی گڑیا کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے باہر کی طرف لے جاتا ہے۔۔۔

◈◈◈

نکاح کی تقریب شروع ہو گئی تھی۔۔۔ کمرے میں آتے ایک لڑکی نے نور اور لائبہ وغیرہ کو اطلاع دی تھی۔۔

سب سے پہلے نور اور عبداللہ کا نکاح مولوی صاحب نے پڑھنا شروع کیا تھا۔۔۔

لائبہ نفیسہ کے پاس چلتے ہیں۔ نور نے نکاح کی تقریب شروع ہونے جا سن لائبہ کا ہاتھ پکڑتے جلدی سے اُٹھتے کہا تھا۔۔ کیونکہ اتنی دیر بعد اُس کو نفیسہ کی یاد آئی تھی۔

◈◈◈

عبداللہ سے رضامندی پوچھنے کے بعد نور کو بلانے کے لیے مولوی صاحب نے کہا جس پر کلثوم اور سارہ جلدی سے نور کو لینے گئی۔۔۔

ارے نور بیٹا چلو جلدی مولوی صاحب بلا رہے ہیں۔۔۔ نور کو لائبہ کا ہاتھ پکڑے کمرے سے نکلتے دیکھ کلثوم کہتی ہیں۔۔۔

ج۔۔جی امی۔ میں زرہ نفی۔۔۔

ارے وہ بچی نہیں ہے جو اُس کا خیال رکھنا پڑے چلو جلدی سے مولوی صاحب بلا رہے ہیں۔۔ نور دوسرے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی لگتی ہے جس میں نفیسہ کو چھوڑ کر گئی تھیں۔۔ تبھی ہی اُسکا بازو پکڑتے سارہ کہتی اُسے ساتھ لیجانے لگتی ہے۔۔۔

لائبہ تم بھی آو پھر نفیسہ کو لینے کے لیے تمھیں بھیجوں گی۔۔۔ لائبہ کو وہیں کھڑا دیکھ کلثوم کہتی ہے۔۔

جی پھپھو۔۔ جس کی بات سن لائبہ کہتی اُن کے ساتھ چلنے لگتی ہے۔

وہ لہنگا پہنے آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے سر پر عبداللہ کی دلہن والا دوپٹہ پہن چہرے پر لیے آرہی تھی اُسے دیکھ عبداللہ کا دل ایک بار زور سے دھڑکا تھا۔

کیا کوئی اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے؟؟ اُسے دیکھ عبداللہ دل ہی دل میں سوچ مسکرانے لگتا ہے۔

نور کو عبداللہ کے ساتھ سٹیج پر بیٹھاتے مولوی صاحب اُس سے اُسکی رضامندی پوچھتے ہیں جس پر وہ ایک میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ۔۔ تین بار قبول ہے قبول ہے قبول ہے کہتی ہے۔۔۔

اُس کے منہ سے خود کو قبول کرنے کا سن عبداللہ کو دلی سکون محسوس ہوتا ہے۔۔آج وہ عبداللہ کی بن چکی تھی اُس نے جو بھی وعدے نور سے کیے تھے اُسے پورا کر آج وہ بے حد خوش تھا۔

"مرد وہی ہوتا ہے جو اپنے کیے ہوئے وعدوں سے مکرے نہیں اور اپنی پسندیدہ عورت کو اپنا نام دے کر اُسے دنیا میں عزت دے اور دب کے سامنے بھی ایک پاک رشتہ قائم کرے۔"

◈◈◈

وہ تیز بارش میں سنسان راستے پر گاڑی بھگائے جا رہا تھا۔۔۔اُس کے بال اُس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے اُس کی آنکھیں لال تھیں۔۔جیسے وہ کئی دنوں سے سویا نہیں تھا گاڑی چلاتے ہوئے اُس نے اپنے ساتھ والی سیٹ کو دیکھا تھا۔۔۔

جو دلہن کا جوڑا پہن بے ہوشی کی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔اُس نے اُس کو سیٹ بیلٹ باندھ بیٹھایا تھا۔

ابھی تک اسکو ہوش نہیں آیا اور بہادر تو ایسے بنتی ہے جیسے باڈر پر جب جنگ ہوتی تو حکومت اسے بولاتی ہے۔۔۔اُس نے ساتھ بے ہوش پڑی نفیسہ کو دیکھ طنزاً مسکراتے ہوئے منمنایا تھا۔

ویسے اچھا ہو گیا بے ہوشی کی دوا بچ گئی آسان کر دیا میرا کام۔۔۔سامنے گاڑی سے شیشے کی طرف منہ کیے وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہتا ہے۔

چلو داؤد بلوچ کی جان آج تمھیں اپنے راج میں لے کر چلوں وہاں جہاں پرندہ بھی میری اجازت بغیر نہیں آسکتا۔۔۔پتہ ہے مجھے تم جب ہوش میں آو گی تو سو سوال کرو گی اور فلحال میں چاہتا تم کچھ مت پُوچھو کیونکہ داؤد بلوچ ابھی خود سمجھ نہیں پا رہا۔۔۔لیکن ممکن ہی کہاں ہے کہ تم اپنی زبان پر کنٹرول کر لو۔۔۔وہ اُسے دیکھ اپنا ایک ہاتھ گاڑی کے اسٹیئرنگ پر رکھ دوسرے ہاتھ کی

مدد سے اُس کے چہرے پر آئی لیٹوں کو پیچھے کرتے کہتا رہا تھا۔ جب ایک دم اُسکی باتیں یاد کر منہ بناتے کہتا ہے۔

اپنے چہرے پر کسی کے ہاتھ کو محسوس کر اُسے نفیسہ اپنی جگہ سے سر کی تھی جسے دیکھ داؤد نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔

◈◈◈

اب مولوی صاحب حیدر کے پاس بیٹھے اُس سے رضامندی پوچھ نفیسہ کو بولانے کا کہہ چکے تھے۔۔۔

جاو لائبہ نفی کو لے کر آؤ۔۔۔ مولوی صاحب کے کہنے پر کلثوم نفیسہ کو دیکھ جلدی سے کہتی ہے۔۔ جس کو سن لائبہ جلدی سے ہاں میں سر ہلاتے نفیسہ کے پاس جاتی ہے وہ تو کب سے نفیسہ کے پاس جانا چاہتی تھی لیکن کاموں کی وجہ سے وہ نکل نہیں پائی تھی۔

نفی آجا اب تیرے انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئی ہی۔۔۔ وہ کمرے کا دروازہ کھول شرارتی انداز میں کہتی ہے جب کمرے میں نفیسہ کو نا پا کر اُس کی زبان کو بریک لگی تھی۔

نفی؟؟ کدھر ہے؟؟ وہ کمرے کے اندر ادھر اُدھر دیکھ دل میں بے چینی لیے کہتی ہے۔۔۔

ارے کہاں گئی واشروم میں ہو؟؟ نفی؟؟ لائبہ دل کو تسلی دیتے واشروم کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر کہتی ہے۔

نفی یار آجا باہر مولوی صاحب کو دیر ہو رہی ہے ایسا نہ ہو تمھاری وجہ سے آج وہ اپنی بیوی سے کٹ ہی نہ کھا لے۔۔۔ لائبہ شرارتی انداز میں کہتی ہے لیکن دل میں ڈر سا بھی ہوتا ہے۔

نفی تم اندر ہی ہو؟؟ کافی دیر کوئی جواب نہ آنے پر لائبہ ڈرتے ہوئے آہستہ سے کہتی ہے۔

نفیسہ کیا مسئلہ ہے۔۔۔ کوئی بھی جواب ناں آنے پر لائبہ نے بے چین ہوتے واشروم کا دروازہ تیزی سے کھولا تھا۔

نفیسہ؟؟؟ وہاں نفیسہ کو ناپا کر لائبہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئیں تھیں۔۔ اُس کو چکر سے آنے لگے تھے۔۔۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ گئی تو گئی کہاں؟؟ بھاگ جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ حیدر اُسکی محبت تھی۔۔ اور وہ بچپن سے اُس سے شادی کی خواہش مند تھی۔۔ اُسے ڈر تھا تو اس بات کا کے کہیں اُس کو کوئی مصیبت کا سامنا نا کرنا پڑ گیا ہو۔۔۔

لائبہ واشروم کے دروازے پر ایک ہاتھ رکھتے خود کو سمبھالتی ہے اور دوسرا ہاتھ اپنے سر پر رکھتی ہے جو گھومے ہی جا رہا ہوتا ہے۔۔

کچھ دیر کے بعد اُسے بہت سی سوچوں نے گھیر لیا تھا اُسے نفیسہ کو اکیلے چھوڑ کر جانے پر افسوس ہونے لگا تھا۔۔۔ سوچتے سوچتے ایک دم وہ زمین بوس ہو گئی تھی۔

◈◈◈

لائبہ کا کچھ دیر انتظار کرنے کہ بعد اُس کو نفیسہ کو ساتھ لاتے دیکھ کلثوم اور سارہ نفیسہ کے کمرے میں جانے لگتے ہیں۔۔

لائبہ کب سے کہا مولوی۔۔۔ کلثوم دروازہ کھول کہتی ہے جب سامنے زمین پر گری لائبہ کو دیکھ اُس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے اور اُس کی زبان کو بریک لگ جاتی ہے۔

کیا ہوا کلثوم۔۔۔ کلثوم کو صدمے میں دیکھ سارہ اندر آتے کہتی ہے اور کلثوم کی نظروں کی ترتیب کو دیکھ وہ سامنے دیکھتی جہاں لائبہ گری ہوئی نظر آتی ہے۔۔۔

یہ کیا ہے ؟؟ کیا ہوا اسے ۔۔ لائبہ لائبہ لڑکی کیا ہو گیا تمھیں اور نفیسہ کدھر ہے ۔۔ کلثوم جلدی سے لائبہ کے پاس جا کر اُسے اُٹھانے لگتی ہے تبھی نفیسہ کا سوچ ادھر اُدھر دیکھ کہتی ہے ۔

سارہ جلدی سے جگ پانی کا اٹھائے کلثوم کے پاس آتی ہے جس نے لائبہ کا سر اپنی گود میں رکھا ہوتا ہے اور اُسے اُٹھانے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے ۔

کلثوم یہ پانی ڈالو اس کے چہرے پر ۔۔۔ سارہ کانپتے ہاتھوں سے جگ اُس کی طرف کرتے کہتی ہے ۔

بھابھی یہ سب کیا ہو گیا ہے ۔۔۔ کلثوم جگ لیتے رونے والے انداز میں کہتی ہے ۔

پریشان نہیں ہو کلثوم اس کو اٹھاؤ پتہ لگ جاتا ہے ۔۔۔ سارہ لائبہ کی طرف اشارہ کر کے کلثوم سے کو تسلی دیتے ہوئے کہتی ہے جو خود کانپ رہی تھی ۔۔

ہ ۔۔ ہاں ۔۔ کلثوم جلدی سے جگ سے پانی نکال اپنے ہاتھ پر ڈالتی ہے اور لائبہ کے منہ پر پانی کے چھینٹیں مارنے لگتی ہے ۔

لائبہ لائبہ ۔ ؟؟ کلثوم اُس کے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے پر اُسے اُپر اُٹھاتے ہوئے کہتی ہے ۔

پھپھو ۔۔۔ لائبہ اپنا سر پکڑے آنکھیں آہستہ سے بند کرتے کھولتے کہتی ہے ۔

لائبہ بتا نفیسہ کہاں گئی ؟؟ اور تم ادھر بے ہوش کیسے ؟؟ کلثوم اُس کو ہوش میں آتا دیکھ روتے ہوئے پوچھتی ہے ۔

پھپھو وہ نفی ۔۔۔ لائبہ سر پر ہاتھ رکھ کہتی ہے جس کا سر درد سے پھٹ رہا ہوتا اُسے خود سمجھ نہیں آ رہی ہوتی کہ نفیسہ گئی تو گئی کدھر ۔۔۔

ہاں لائبہ جلدی بتاؤ کہاں ہے نفیسہ ؟؟ اُسکو بولتا دیکھ سارہ اُس کے چہرے پر سے بال پیچھے کرتے پوچھتی ہے۔

آنٹی ج۔۔جب م۔۔میں ک۔۔مرے م۔۔۔یں آئی ت۔۔تون۔۔ن۔۔فی نہیں تھی۔۔۔ لائبہ اپنے سر کو سنبھالتے ٹوٹے ہوئے لفظوں سے کہتی ہے۔

کیا مطلب نہیں تھی ؟؟ کہاں گئی میری بچی ؟؟ کلثوم اُس کی بات سن حیران ہوتے ہوئے کہتی ہے۔

کلثوم حوصلہ رکھیں۔۔۔پہلے اس بچی کو بیڈ پر لیٹاتے ہیں۔۔کیونکہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں میں منیب زے بات کرتی ہوں۔۔۔سارہ لائبہ کی حالت کلثوم سے کہتی ہے جو سر پر ہاتھ رکھ رو رہی ہوتی ہے۔

بھابھی کیسے حوصلہ رکھوں ؟؟ نیچے سارے نفیسہ کے انتظار میں بیٹھے ہیں سب کیا کیا سوچیں گے ؟؟ کلثوم سارہ کو دیکھ روتے ہوئے کہتی ہے۔

کلثوم کیا کہہ رہی ہو تم ؟؟ کیا تم یہ سوچ رہی ہو کے ہماری نفی کسی کے ساتھ۔۔۔؟؟ نہیں کلثوم ہماری بچیاں ایسی نہیں ہیں اور خبر دار جو ایسا کچھ سوچا بھی۔۔۔سارہ کلثوم کی بات سن سختی سے کہتی ہے۔

نہیں بھابھی میں تو جانتی ہوں بلکہ ہم سب جانتے ہیں ہماری بچی ایسی نہیں ہے لیکن لوگ یہ بات نہیں جانتے۔۔۔کلثوم نے نم آنکھوں سے سارہ کو دیکھ کہا تھا۔

کہتے رہیں جو کہنا ہمیں فرق نہیں پڑتا لیکن گھر کے مردوں کو خبر دینی چاہیے کیا پتہ ہماری بچی کسی مصیبت میں نہ ہو۔۔۔سارہ کلثوم کو دیکھ کہتی ہے۔

ہاں بھابھی طارق صاحب اور منیب بھائی سے بات کرلیں۔۔کلثوم سارہ کو دیکھ کہتی ہے۔

نہیں کلثوم۔۔۔اُن کو بتانا مناسب نہیں ہوگا ابھی میں حیدر سے بات کرتی ہوں۔۔۔وہ سمجھدار ہے سمجھ جائے گا باقی منیب اور طارق کہیں جذبات میں اکر کچھ اور ہی نہ سوچ لیں اور کچھ اور ہی نہ کردیں۔۔۔سارہ کچھ سوچتے کہتی ہے۔

ہاں بھابھی کچھ بھی کریں میری بچی کو واپس لادیں۔۔۔کلثمسارہ کو دیکھ روتے ہوئے کہتی ہے۔

لائبہ ابھی وہیں بیٹھی اپنا سر دبا رہی ہوتی ہے اُسکی سمجھ سے سب باہر تھا آج۔۔۔

میں کرتی کچھ تم پریشان مت ہو اور ہاں لائبہ کو بیڈ پر لیٹاو اور کوئی میڈیسن دو اسے۔۔۔سارہ لائبہ کو دیکھ کہتی ہے اور باہر کو چلی جاتی ہے۔

یااللہ میری بیٹی کو اپنی حفظ وامان میں رکھنا اور جلدی سے وہ مل جائے جہاں بھی ہے۔سارہ کے جاتے کلثوم آسمان کی طرف دیکھ نفیسہ کے لیے دعا کرتی ہے۔

اور لائبہ کو ہاتھ سے پکڑتے بیڈ کی طرف لے جانے لگتی ہے۔

◈◈◈

گاڑی کا شیشہ تھوڑا سا نیچے ہوتا ہے جس سے ہلکی ہلکی پانی کی بوندیں اُس کے چہرے پر گرتی ہیں خود کو کسی جھولتی چیز میں محسوس کرتے اور آپنے چہرے پر پانی محسوس کرتے وہ آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولتی ہے۔۔۔

مکمل آنکھیں کھولنے پر وہ خود کو گاڑی کی فرنٹ سیٹ میں بیٹھا پاتی ہے۔۔۔

یہ کیا؟؟ نکاح ہو بھی گیا؟ اور میری تو رخصتی پڑھائی کے بعد ہونی تھی یہ پاپا کا فیصلہ بدل کیسے گیا۔۔۔ نفیسہ گاڑی میں خود کو پا کر سوچنے لگتی ہے۔۔۔

سر پر ہاتھ رکھ وہ آہستہ سے اپنے ساتھ والی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف دیکھتی ہے۔۔۔ جب سامنے بیٹھے انسان کو دیکھ اُسکی آنکھیں باہر نکلنے کو آتی ہیں۔۔ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ آخر یہ کیا کیوں کیسے ؟؟ یوں کہنا بہتر ہو گا۔۔۔ "نفیسہ گئی صدمے میں"۔۔

آپ کھاؤں گی کیا؟؟ وہ داؤد کو بڑی بڑی آنکھیں نکال اُسے گھورنے میں مصروف تھیجب اُسکی نظریں خود پر محسوس کرتے وہ گاڑی چلاتے ہوئے سنجیدگی سے کہتا ہے۔

س۔۔ سر یہ ہم کہاں جا رہے ہیں ؟؟ وہ اُسکی بات سن خود کو نارمل کرتے ڈرتے ہوئے پوچھتی ہے۔۔۔

آئسکریم کھانے۔۔۔ وہ گاڑی چلاتے ہوئے اُسی انداز میں کہتا ہے۔۔

ریلی ؟؟ لیکن میں چاکلیٹ فلیور کھاؤں گی۔۔ داؤد کو پہلی بار اُس سے ایسی بات کرتے دیکھ وہ سب کچھ بھول خوشی سے کہتی ہے۔

اُس کی بات سن داؤد نے حیرت سے آئی بروز اُٹھائے تھے۔۔ اور دل میں اُسے بیوا قوف کا نام دے کر نوازہ تھا۔۔ اور پھر ایک غصے والی نظر اُس خوش ہوتی لڑکی پر ڈالی تھی۔

عقل سے پیدل لڑکی تمھیں تمھاری شادی سے اُٹھا کر لے جا رہا ہوں۔۔ داؤد نے اُسے دیکھ سنجیدگی سے کہا تھا لیکن لہجہ ابھی بھی سخت ہی تھا۔

کیا؟؟اوہ ابھی یاد آیا میرا تو آج نکاح تھا ہائے اللہ میرا حیدر۔۔۔کچھ دیر اُسکی بات پر غور کرتے وہ سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتی ہے۔۔

خبردار جو کسی اور کا نام نکلا تمھارے منہ سے تمھارے منہ سے ایک ہی نام سنوں اور وہ نام داؤد ہو بسس۔۔۔اُسکے منہ سے حیدر کا نام سن داؤد کا خون کھولا تھا اُس کے دل پر جیسے کسی نے خنجر چلایا تھا۔۔۔وہ یہ اپنے دل میں کہتا ہے۔۔کیونکہ وہ ابھی اُس کو ایسا ویسا کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا اس لیے خاموش رہا۔۔لیکن اُس نے اپنے اسٹیئرنگ کو زور سے پکڑا تھا تاکہ اپنے غصے کو کنڑول کرلے۔۔۔

نفیسہ خاموشی سے بیٹھی رہو۔۔۔اُس کو وہ بس اتنا کہہ سکا تھا۔۔

◈◈◈

لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا؟؟داؤد کی بات سن وہ کچھ دیر خاموش رہتی ہے اور ھر اُسکی طرف دیکھ پوچھتی ہے۔

وہ جانتا تھا قہ جواب لیے بغیر دم نہیں لے گی اسی لیے اُس نے اُسے جواب دینا ہی بہتر سمجھا تھا وہ الگ بات تھی کے اُسکا جواب نفیسہ کو حیران کردے گا۔

کیونکہ آج تم نے کلاس مس کردی اور پتہ ہے ناں میں اپنی کلاس میں کسی کو بھی غیر حاضر نہیں ہونے دیتا۔۔وہ گاڑی چلاتے ہوئے سنجیدگی سے کہتا ہے جس کی بات سن نفیسہ کا دماغ گھوم جاتا ہے۔۔ایک تو اُس کو اُس کے نکاح سے اُٹھا لایا تھا اور اُپر سے بات ایسے کررہا تھا جیسے اُسے اس بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑرہا تھا۔۔

میرے نکاح سے زیادہ ضروری تھی آپکی کلاس وہ غصے سے اُسے دیکھ کہتی ہے۔۔۔

ہاں میرے لیے زیادہ اہم ہے اُس نے سرسری سا جواب دیا تھا۔

اچھا چلیں آپ کی کلاس مس کردی لیکن وہ میں نے دن کے وقت کی تھی تو ابھی کونسی کلاس ہے ھو مجھے لے کر جا رہے ہیں؟؟ آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے میرے گھر سے آدھری رات کو وہ بھی میرے نکاح والے دن اُٹھا کر لے جا رہے ہیں؟؟ اُس نے غصے سے چینختے ہوئے اُس گاڑی چلاتے مصروف انسان سے کہا تھا۔۔

سچ بتاؤ؟؟ داؤد اُسے بغیر دیکھے کہتا ہے۔

تو کیا میں آپ سے اس وقت جھوٹ کہنے کا بولوں؟؟ نفیسہ اور غصے سے کہتی ہے اس کا بس نہیں چل رہا ہوتا کے سامنے بیٹھے انسان کا خون کر دے۔۔

مجھے سچ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ اُس کو غصے میں دیکھ وہ گاڑی چلاتے کاندھے اُٹھائے کہتا ہے۔

کس بات کا؟؟ نفیسہ حیرانگی سے اُس کی طرف دیکھتے پوچھتی ہے۔

اس بات سے کے تمھارے نکاح سے تمھیں اُٹھا کر لے جا رہا ہوں۔۔ اور اس بات سے بھی کے تمھا گھر سے لے جا رہا ہوں وہ بھی آدھی رات کو۔۔ داؤد نے بغیر اسے دیکھے پہلی بات کہی تھی اور دوسری بات اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کی تھی رات کو پر زور دیتے ہوئے۔

جس کو دیکھ نفیسہ دھنگ رہ گئی تھی۔۔

اب مجھ سے کوئی بھی سوال کرنے سے پہلے یہ سن لو کے آدھی رات کو یہ داؤد بلوچ ایک دلہن کے جوڑے میں ملبوس لڑکی کو اس سنسان سڑک پر گاڑی سے اُتار اکیلا بھی چھوڑ سکتا ہے۔۔

نفیسہ کو کچھ بولتا محسوس کر اُس نے ایک گہری اور ڈرا دینے والی نظریں اُس پر ڈال کر دھمکی دینے والے انداز میں کہا تھا جس پر نگیشنے ایک نظر اُسے اور دوسری نظر گاڑی سے باہر سنسان سڑک پر ڈالی تھی جو بارش ہونے کی وجہ سے بھیگی ہوئی تھی اور پھر آسمان پر ڈالتے وہ خاموش ہو گئی تھی جس پر چمکتی بجلی کی روشنی اُسکی دونوں آنکھوں میں پڑی تھی۔

داؤد جانتا تھا کے وہ زیادہ دیر تک چپ نہیں ہو گی لیکن اُس کے اتنا کہنے پر وہ چپ ہو گئی تھی جس نے داؤد کو بھی حیران کیا تھا ایک چور نظر اُسمنہ پھولائی لڑکی پر ڈال وہ گاڑی سامنے دیکھ گاڑی چلانے لگتا ہے۔

◈◈◈

مامی آخر اتنی رات کو بارش میں نفیسہ اپنے ہی کمرے سے غائب کیسے ہو سکتی ہے لائبہ اور نور کہاں تھے اُس وقت ؟؟ حیدر سارہ کی بات سن سر پر ہاتھ رکھ کمرے میں ادھر اُدھر گھومتے ہوئے کہتا ہے۔

بیٹا ہم خود بھی نہیں جانتے لیکن ہم بہت پریشان ہیں کیا پتہ وہ خود چلی۔۔۔

مامی بس۔۔۔! نفیسہ کی ماں ہو کر آپ ایسی بات کیسے سوچ سکتی ہیں میں جانتا ہوں اُسے وہ مجھے چھوڑ کہیں نہیں جاسکتی ضرور اُس کے ساتھ کچھ ہوا ہے اور کیا ہوا یہ میں پتہ لگا کر رہوں گا۔۔ فلحال آپ لوگ پریشان نہیں ہوں میں ماموں لوگوں کو بتا کے اُن کے ساھ اُس کو ڈھونڈنے جاتا ہوں۔۔۔ حیدر کی بات سن کلثوم روتے ہوئے کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب حیدر سخت انداز میں اُس کی بات کاٹتے کہتا ہے جس کو سن کلثوم کو چپ لگ جاتی ہے۔۔اور حیدر کمرے سے باہر تیزی سے نکل جاتا ہے۔

◈◈◈

وہ منہ پھلائے بیٹی دل ہی دل میں داؤد کو اچھی خاصی گلیاں دے رہی ہوتی ہے۔۔

وہ جانتا تھا کے اُس کی اچھی خاصی اُس کے دل میں عزت ہو رہی ہے لیکن وہ خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا تھا اُسے پتہ تھا نفیسہ سے اس وقت بات کرنا شہد کی مکھیوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے برابر ہے۔

ہم کہاں جا رہے ہیں؟؟ اخر کار اُن کے درمیان کی خاموشی نفیسہ نے توڑی تھی۔

جہاں بھی جا رہے ہیں پہنچتے ہی خود دیکھ لینا۔۔ وہ اکڑے ہوئے انداز میں کہتا ہے۔

میرے گھر والے کیا سوچ رہے ہونگے سر؟؟ کے میں بھاگ گئی ہوں؟؟ اُس بت بنے انسان کو دیکھ آنکھوں میں آنسوں لیے وہ نرم لہجے میں اُس سے کہتی ہے۔

یقیناً۔۔ وہ اُس کے سوال کا مختصر جواب دیتا ہے۔

میں بے قصور ہوں۔۔۔ وہ روتے ہوئے اُس سے کہتی ہے۔

یہ میں جانتا ہوں نا کہ تمھارے گھر والے۔۔ اُسے روتا دیکھ اُس کا دل کانپا تھا لیکن بغیر کوئی تاثرات دیکھائے وہ اُسی انداز میں جواب دیتا ہے۔

آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ میری غلطی کیا ہے جو آپ ایسے مجھے میری فیملی کے سامنے گرا رہے ہیں آج سے پہلے جو بھی آپ نے کیا اُس کے لیے نفیسہ شاید آپکو معاف کر دیتی لیکن آج جو کیا اُس کے لیے کبھی کبھی بھی نہیں کرونگی کبھی نہیں۔۔۔ اُس نے روتے ہوئے اُسے انگلیوں سے اشارہ کرتے کہا تھا۔۔۔ جسے سن داؤد کا دل پھٹنے لگا تھا۔۔۔ وہ جو بھی بول رہی تھی وہ ٹھیک تھا لیکن داؤد کو اُن سب سے کوئی بھی غرض نہ تھی اُسے غرض تھی تو بس نفیسہ کے ساتھ

زندگی گزارنے کی اور اُس کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا اور آج بھی اُسے اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔۔۔ لیکن ابھی اُسکی باتیں سن اُس کے دل پر چوٹ لگی تھی۔۔۔

ب۔۔۔س لڑکی ب۔۔۔۔س بہت بول لیا تم نے اب اگر ایک اور زرہ سا لفظ بھی تمھارے ان ہونٹوں سے نکلا تو میں تمھاری جان نکال لوں گا۔۔۔ اُس کی باتیں سن اُسے تکلیف ہوئی تھی اور وہ اُس کے برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔۔ اُسے غصہ بہت ہی جلدی آجاتا تھا۔۔۔ اور نفیسہ کی بات اُس نے غصے سے گاڑی کی بریک لگاتی ہوئے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اُسے دیکھاتے غصے سے شہادت کی انگلی اُس کی طرف کرتے وارن کیا تھا۔۔۔

داؤد کی بڑی بڑی لال آنکھیں دیکھ نفیسہ سانس لینا بھی بھول گئی تھی۔۔۔ اُس کی آنکھوں سے ب۔۔۔س آنسوں ہی بہے جارہے تھے۔۔

جسے دیکھ داؤد نے ایک گہری سانس لیتے باہر کو خارج کی تھی۔۔۔

نفیسہ میں نہیں چاہتا میں وہ کر دوں جو میں نہیں کرنا چاہتا اس لیے خدارا مہربانی کرو اور چپ کر کے سفر گزارو۔۔۔ اُس۔۔ے ڈرا ہوا دیکھ وہ خود کو نارمل کرتے کہتا ہے۔۔۔

جس کی بات سن وہ روتے ہوئے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیتی ہے۔۔۔ اور اُسکی اس حرکت کو دیکھ داؤد غصے سے گاڑی سٹارٹ کرتے تیزی سے بھاگتا ہے۔۔۔

◈◈◈

اُنکی گاڑی ایک بہت ہی بڑی حویلی کے گیٹ کے آگے رکی تھی نفیسہ نے ایک چور نظر داؤد پر ڈال کر حویلی کو دیکھا تھا وہ کافی پرانی وقتوں کی حویلی جیسی لگ رہی تھی لیکن اُسکی بناوٹ اُس کی

خوبصورتی بجلی کی چمک میں نظر آ رہی تھی۔۔۔ایسی حویلیاں نفیسہ کو بچپن سے ہی بہت پسند تھیں لیکن آج اُسے وہ حویلی دیکھ بلکل بھی خوشی نہیں ہوئی تھی۔۔۔

گاڑی کے روکنے کی آواز سن سنتے ہی حویلی کے اندر سے راجہ بھاگتا ہوا آیا تھا اور برستی بارش میں حویلی کا بڑا اور خوبصورت دروازہ کھولا تھا۔

اُس کے دروازہ کھولتے ہی داؤد نے گاڑی کو حویلی کے اندر داخل کیا تھا۔

وہ چپ چاپ بیٹھی بس جو ہو رہا تھا اُسے دیکھی جا رہی تھی۔

اُترو اور میرے پیچھے آو۔۔۔گاڑی سائیڈ پر لگائے داؤد نے اُترتے کہا تھا۔

جس کی بات سن نفیسہ کو بہت غصہ آیا تھا۔۔۔وہ حیران تھی کے آخر کیوں وہ اُس کو اپنے ساتھ یہاں لایا ہے۔لیکن گلے وہ خاموشی سے گاڑی سے اُترتے اپنے لہنگے کو مہندی والے ہاتھوں سے پکڑتے بارش کے پانی سے گھیلی زمین پر آہستہ آہستہ سے چلنے لگی تھی۔۔

حویلی کے اندر داخل ہوتے اُس نے ایک سر سری نظر حویلی کے اندر رکھی چیزوں پر ڈالی تھی جو کافی مہنگی اور نفیس تھیں۔۔اور پھر ایک نظر پیٹھ دیکھاتے داؤد پر پڑی تھی۔۔جس نے پینٹ کی جیب ایک سگریٹ نکال اُسے جلا کر منہ سے لگایا تھا۔اور اُونچی آواز ملازمہ کو لگائی تھی۔جو بھاگتی ہوئی اُس کے پاس آئی تھی۔

ج۔۔جی چھوٹے سرکار۔۔۔ملازمہ اُس کے سامنے کھڑی نظریں جھکائے کہتی ہے۔

ارحم کہا ہے ؟؟اُس کو بنا دیکھے سگریٹ کا دھواں ہوا میں اُڑاتے کہا پوچھا تھا۔

و۔۔وہ سو گئے ہیں چھوٹے سرکار۔۔۔ملازمہ سر جھکائے جلدی سے کہتی ہے۔

ہمم۔ داؤد سگریٹ کا دھواں اپنے اندر کھینچتے کہتا ہے۔

پیچھے میرے ایک بھنڈی سی لڑکی دلہن کے حلیے میں نظر آ رہی ہے ناں۔۔ وہ ایک چور نظر سے پیچھے نفیسہ کو کھڑا محسوس کرتے ملازمہ سے کہتا ہے۔۔ جس پر وہ ایک نظر نفیسہ پر ڈالتی ہے جو ابھی تک حویلی کے اندر آنے کے دروازے پر کھڑی ہوتی ہے۔

ج۔۔جی آ رہی ہے نظر۔۔۔ ملازمہ نفیسہ کے بعد داؤد کے سامنے سر جھکاتے ہوئے کہتی ہے۔

اور مجھے بڑی بڑی آنکھیں نکال کر بھی دیکھ رہی ہو گی یقیناً۔۔ وہ سگریٹ کو منہ سے ہٹاتے دھواں ہوا میں اُڑاتے پوچھتا ہے۔

جس پر ملازمہ جھٹ سے نفیسہ کو دیکھتی ہے جو واقعی داؤد کو بڑی بڑی آنکھیں نکال دیکھ رہی ہوتی ہے۔۔۔

جی سرکار بہت بڑی بڑی آنکھیں نکال کر دیکھ رہی ہیں۔۔ ملازمہ نفیسہ کی طرف اپنی آنکھیں رکھتے بہت حیرانگی سے کہتی ہے۔

جس پر داؤد کے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی ہے۔۔

ذرا غور سے دیکھوں اُس کے ہونٹ ہل رہے ہونگے جیسے وہ کچھ بول رہی ہے۔۔۔ داؤد نے پھر سے ملازمہ سے کہا تھا۔۔

جس پر۔ ملازمہ نے نفیسہ کے ہونٹوں کی طرف دھیان سے دیکھا تھا جو واقعی ہل رہے تھے۔

ہاں ہاں چھوڑ سرکار ہل رہے ہیں۔۔۔ ملازمہ بڑی حیرانگی سے نفیسہ کی طرف دیکھتے ہی کہتی ہے۔

یقیناً گالیاں دے رہی ہو گی۔۔۔ داؤد نے خود سے آہستہ آواز میں کہا تھا اور مسکرانے لگا تھا۔۔۔

جی سرکار۔۔۔ جس کی دھیمی آواز ملازمہ کو سمجھ نہیں آئی تھی اور اُس نے پوچھا تھا۔

کچھ نہیں اُس کے ساتھ کچھ پڑا ہوا ہے؟؟ داؤد نے ملازمہ کی بات ٹالتے اُسے نفیسہ کے ساتھ کچھ ہونے کا پوچھا تھا۔

جی سرکار ایک گلدان پڑا ہے۔۔۔۔ ملازمہ نے آس پاس دیکھتے کہا تھا۔۔۔

بڑا ہے؟؟ داؤد نے آئی بروز اُٹھائے پوچھا تھا۔

ج۔۔جی سرکار۔۔ ملازمہ نے گلدان کی طرف دیکھتے کہا تھا۔

ابھی جو پیچھے لڑکی کھڑی ہے ناں کیا وہ معصوم لگتی ہے؟؟ داؤد ملازمہ سے پوچھتا ہے۔

جی سرکار چھوٹی سی معصوم سی لگتی ہے۔۔۔ ملازمہ نفیس کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

جس کی بات سن داؤد طنزاً مسکرایا تھا۔۔

ابھی وہ جو اُس کے پاس گلدان پڑا ہے ناں وہی اُٹھائے گی دیکھو ذرا۔۔ داؤد سگریٹ کو زمین پر پھینک اُسے پاؤں سے مسلتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

ملازمہ کے دیکھتے ہی نفیسہ گلدان اُٹھا چکی ہوتی ہے۔۔۔

جی سرکار۔۔۔ ملازمہ بڑی بڑی آنکھیں نکال حیرانگی سے کہتی ہے۔

اب داؤد بلوچ تو گیا۔۔۔ داؤد جلدی سے کہتا پیچھے مڑتا ہے اور وہاں سے نفیسہ بھی وہ گلدان اُٹھائے اُس کا سر پھاڑنے کی غرض سے اُس کی طرف پھینکتی ہے۔۔ جو داؤد جلدی سے پکڑ لیتا ہے۔۔۔

اے لڑکی دماغ تو ٹھیک ہے تمھارا۔۔۔ داؤد گلدان پکڑتے اُسے غصے سے دیکھتے کہتا ہے۔

نہیں ہے ٹھیک۔۔۔ نفیسہ بھی ویسے ہی غصے میں اُس سے کہتی ہے۔۔۔

اس چھپکلی کو اُپر والے کمرے میں لے جاو اور تم بھی اس کے ساتھ سو جانا اور اگر اس نے ذرا سی بھی چلاکی کی تو اسے بتا دینا یہ داؤد بلوچ کی دنیا ہے یہاں سے نکلنا مشکل نہیں ناممکن ہے۔۔۔!

داؤد نے ملازمہ کو دیکھ اکڑے ہوئے لہجے میں کہا تھا اور اُپر سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔۔

ملازمہ بھی سرہاں میں ہلاتے نفیسہ کے پاس آئی تھی۔

بی بی جی چلیں۔۔۔ نفیسہ کے پاس–س جاتے ملازمہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

یہ کوئی پاگل واگل انسان ہے کیا۔۔۔ نفیسہ داؤد کو اُپر جاتا دیکھ ملازمہ سے کہتی ہے۔

نہیں بی بی جی۔۔۔ وہ حیران ہوتے کہتی ہے۔

چیک کرواں اس بد دماغ انسان کو۔۔۔ نفیسہ سر کو جھٹکا دیکھ منہ بنائے کہتی ملازمہ کے ساتھ چلی جاتی ہے۔

◈◈◈

پتہ چلا نفیسہ کا کہیں۔۔؟؟ کہاں ہے میری بچی بتاو مجھے؟ حیدر کو بارش سے بھیگی حالت میں گھر میں داخل ہوتا دیکھ کلثوم روتے ہوئے کہتی ہے۔

مامی ہم نے ہر جگہ ڈھونڈھ لیکن۔۔۔

کیا مطلب تمھارا کہاں گئی میری بچی؟؟ حیدر رھواب دیتے دیتے رک گیا تھا جس کی بات سن کلثوم روتے ہوئے کہتی ہے۔

کلثوم بس کردو چلی گئی تمھاری بیٹی ہمیں یہاں ذلیل ہونے کہ لیے چھوڑ کر۔۔۔اگر شادی نہیں کرنی تھی تو بتادیتی ایسے سارے خاندان کے سامنے ناک کٹوانے کی کیا ضرورت تھی۔۔بس دعا کرنا نفیسہ کبھی میرے سامنے نہ آئے ورنہ میں اُسے جان سے ماردونگا۔۔۔

کلثوم کو روتے دیکھ طارق صاحب غصے سے بھڑکتے ہوئے کہتا ہے۔۔جس کو دیکھ سب کی بڑی بڑی آنکھیں نکل آتی ہے۔۔کوئی بھی اس بات کو نہیں مان سکتا تھا کے نفیسہ گھر اپنی مرضی سے چھوڑ کر گئی ہے لیکن حالات نے سکو یہ بات منوا ہی لی تھی۔۔۔لیکن ایک شخص ان سب کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا وہ تھا حیدر۔۔۔کیونکہ وہ جانتا تھا نفیسہ اُس سے بچپن ہی سے محبت کرتی ہے۔۔وہ ایسے خود نہیں کر سکتی اور اگر اُس کے علاوہ کسی سے محبت کرتی بھی ہوتی تو اُس دن چھت پر اُسے بتادیتی۔۔۔لیکن وہ فلحال کسی کو کچھ سمجھا نہیں سکتا تھا اسی لیے چپ رہنا ہی بہتر سمجھا تھا۔۔۔

طارق اور پڑھاؤ یونیورسٹی نفیسہ کو مجھے پہلے ہی پتہ تھا کوئی نہ کوئی ایسا ہی انجام ہوگا۔۔۔طارق کے خاموش ہوتے ہی منیب اُسے دیکھ اکڑتے ہوئے کہتا ہے۔۔

معذرت چاہتی ہوں بڑے پاپا آپ لوگوں کی باتوں میں آرہی ہوں لیکن یونیورسٹی تو میں بھی پڑھ کر آئی ہوں۔۔تو میں نے کونسا انجام دیا سب کو؟؟اور دوسری بات میری بہن نے بھی ایسا ویسے کچھ نہیں کیا۔۔مجھے پورا یقین ہے آپ لوگ بجائے یہ سب سوچنے کے اور غصہ کرنے کے پولیس میں مسینگ کمپلین کروادیں ناجانے کہا اور کس حال میں ہوگی میری بہن۔۔۔

منیب کو باتی سن کے نور کو بہت غصہ آیا تھا۔۔جس پر وہ غصے کو پیتے کہتی ہے لیکن لہجے سے صاف لگ رہا ہوتا ہے کے اُسے منیب کی بات بری لگی تھی۔

بس کر دو نور اب ہر لڑکی ایک جیسی نہیں ہوتی۔۔ اُس کے لہجے کو دیکھ منیب کہتا ہے۔

بلکل یہی بات میں آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں ہر لڑکی ایک جیسی نہیں ہوتی جو آپ سمجھ رہے ہیں کے نفیسہ بھاگ گئی ہے۔۔ کیا پتہ وہ کسی مصیبت میں ہو۔۔۔ نور منیب کی بات سن اپنے باپ کو دیکھتے ہوئے کہتی ہے جو ایک کونے میں سر نیچے کر کے کھڑا ہوتا ہے۔

اُسکو کوئی کیوں اغوا کرے گا؟؟ کیا اُسکی کسی سے دشمنی تھی؟؟ لائبہ؟ منیب نور کی بات سن لائبہ کو دیکھ سوال کرتا ہے۔

ن۔۔ نہیں آنکل۔ منیب کی بات پر لائبہ جو سوچوں میں گم تھی ایک دم ہڑبڑاتے ہوئے کہتی ہے۔

تو صاحب صاف بات ہے۔۔ آگے تمھاری مرضی طارق۔۔ میں یہی کہوں گا کہ اُسے ڈھونڈنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔۔ منیب طارق کو دیکھ کہتے کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔

کلثوم ابھی تک رونے میں مصروف تھی سارہ علینہ اور باقی سب اُسے چپ کروانے میں لگے ہوئے تھے۔۔ نور دلہن کے جوڑے میں وہیں زمین پر بیٹھ گئی تھی۔۔ جسے عبداللہ نے جلدی سے اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک دیا تھا۔۔۔ لائبہ کا ابھی تک سر درد کر رہا تھا اور دل ہی دل میں اُسے نفیسہ کی فکر ہو رہی تھی۔۔ اور وہ دعائیں کر رہی تھیں۔۔

کچھ دیر پہلے شادی والا گھر اب جیسے ماتم والا بن گیا ہو۔۔

عادل اپنے باپ طارق کے ساتھ ہی کھڑا سوچوں میں گم تھا۔۔ اُسے بھی یقین نہیں تھا کے نفیسہ ایسا کچھ کر سکتی ہے۔۔

◈◈◈

بی بی جی یہ لیں کپڑ آپ بدل لیں۔۔۔ ملازمہ کمرے میں کھڑی الماری سے کپڑے نکال نفیسہ کو دیتے کہتی ہے جب پر نفیسہ اُس پر ایک نظر ڈال پیچھے کھلی الماری کو دیکھتی ہے جو نئے نئے کپڑوں سے بھری ہوئی تھی۔۔

ک

یہاں کوئی اور بھی رہتی ہے؟؟ عورت۔۔ نفیسہ ملازمہ کو دیکھ پوچھتی ہے جو ہاتھ میں کپڑے پکڑے اُس کو ہی دیکھ رہی تھی۔

جی۔۔! بی بی جی۔۔ میں اور دو اور ملازمہ یہاں رہتی ہیں۔۔ نفیسہ کی بات سن ملازمہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

اوہ تو یہ سب کپڑے آپ لوگوں کے ہے؟؟ نفیسہ الماری کی طرف دیکھتے پوچھتی ہے۔

ارے نہیں نہیں بی بی جی۔۔۔ ہماری اتنی حیثیت کہاں۔۔ یہ تو چھوٹے سرکار نے لیے ہیں آپ کے لیے۔۔ اُس کی بات سن ملازمہ کانوں کو ہاتھ لگاتے جلدی سے کہتی ہے اور پھر نفیسہ کو کپڑوں کا بتاتی ہے۔

مطلب تیاری کے ساتھ اُٹھایا گیا نفیسہ کو۔۔ نفیسہ ملازمہ کی بات سن منمناتی ہے۔۔

ٹھیک ہے میں چینج کر لیتی ہوں آپ اب سو جائے۔۔ نفیسہ اُس کے ہاتھ سے کپڑے لیتے کہتی ہے۔

ناں ناں بی بی جی صاحب کا سختی سے حکم ہے کہ جب تک آپ نہیں سو جاتی تب تک ہم نہیں سوئیں گے۔۔۔ ملازمہ نفیسہ کو جلدی سے کہتی ہے۔

ٹھیک ہے۔۔۔ ملازمہ کی بات سن نفیسہ کو بہت غصہ آیا تھا اور اُس نے ملازمہ کو دیکھ غصے سے کہتی واشروم چلی جاتی ہے جو کہ کمرے میں ہی ہوتا ہے۔

◈◈◈

نفیسہ ایک نظر نیچے زمین پر بستر بیچھائے سوئی ملازمہ پر ڈالتی ہے جو نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی ہوتی ہے۔ اور پھر نظر سامنے کمرے کے دروازے پر ڈال نکلنے کا سوچتی ہے۔۔

یہ تو سو گئی لگتا۔۔ موقع اچھا ہے۔۔ اُٹھ نفی کیسے بھی کر کے ادھر سے نکل جا۔۔ نفیسہ اپنے اُپر سے بستر کو آہستہ سے بنا آواز کیے اُٹھاتے کہتی ہے۔۔۔

اور آرام آرام سے قدم رکھتے دروازے کی طرف جاتی ہے اور ساتھ ساتھ ملازمہ کو بھی دیکھتی رہتی ہے۔۔ کہ کہیں وہ اُٹھ نا جائے۔۔

دروازے کے لگے لاک کو وہ آہستہ آہستہ سے کھولتی ہے اور تھوڑا سا کھول اُس میں سے باہر نکلنے لگتی ہے وہ کمزور سی تھی اسی لیے آسانی سے تھوڑی سی جگہ سے بھی باہر کو چلی گئی تھی۔۔

باہر کو پہنچتے ہی اُس نے تھوڑے سے کھلے دروازے میں سے ایک آنکھ سے سوئی ہوئی ملازمہ پر نظر ڈالی تھی اور پھر آہستہ سے باہر سے دروازہ بند کیا تھا۔۔۔

اور آہستہ سے قدم اُٹھاتے نیچے کو جانے لگی تھی۔۔۔ جب کسی نے ساتھ والے کمرے کے دروازے کو ایک دم کھول اُسکے بازو سے پکڑے کمرے میں کھینچا تھا جس پر وہ کمرے میں کھینچی چلی گئی تھی۔۔۔

آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نفیسہ کو کمرے پر کھینچنے پر وہ چینخی تھی۔۔۔کمرے میں جاتے ہی کسی نے اُسے دروازے کے ساتھ والی دیوار پر لگائے اُسکے منہ پر ہاتھ رکھ چینخی ہوئی کو روکا تھا۔۔

وہ بڑی بڑی آنکھیں نکال دیوار کی ساتھ لگی اپنے سامنے کھڑے شخص کو خیکھ رہی تھی اُسکے چہرے پر پسینہ ہی پسینہ تھا۔۔۔سامنے کھڑے شخص کو دیکھ اُس کے جسم کانپنے لگ گیا تھا۔۔۔ کیونکہ اُسکا پلان فیل ہو گیا تھا۔۔

کہاں جا رہی تھی۔۔۔؟؟سامنے کھڑے شخص نے اُسے دیکھ بھاری آواز میں پوچھا تھا۔جس پر اُس نے اُس کے منہ پر رکھے ہاتھ کی طرف دیکھا تھا جس کو سمجھ اُس نے اُس کے منہ سے ہاتھ اٹھایا تھا۔۔

اب بتاو کہاں جا رہی تھی۔۔۔بولو کہاں جا رہی تھی تم۔۔۔داؤد نے پیچھے ہوتے ہوئے سگریٹ کو ڈبی سے نکالتے پہلے آرام سے کہا تھا جس پر نفیسہ کے خاموش رہنے پر اُس نے غصے سے بلند آواز میں کہا تھا جیسے سن نفیسہ نے ایک جھٹکا لیا تھا۔اور گلے میں اٹکی تھوک کو مشکل سے گلے سے اُتارا تھا۔۔۔

و۔۔وہ پ۔۔۔پانی پ۔۔پینے۔۔نفیسہ نے آہستہ سے اٹکتے ہوئے لفظوں سے کہا تھا۔۔۔

جھوٹ مت بولو سچ بتاؤ۔۔۔نفیسہ کو ڈرا ہوا دیکھ وہ آہستہ سے پر اکڑے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔۔۔

ی۔۔یہی۔۔سچ ہے۔۔داؤد کی بات سن وہ دیوار کے ساتھ کھڑی ڈرتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

سچ یہ ہے کے تم۔۔۔بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔اور پکڑے جانے پر بہانہ کر رہی ہو۔۔۔

نفیسہ کی بات سن وہ ایک دم سے پیچھے مڑتے اُس کی طرف بڑھتے آئی بروز اُٹھائے بولتا ہے۔۔

ہاں بھاگ رہی تھی اور بھاگوں گی بھی۔۔۔آپ نے رکھا ہی کیوں ہوا مجھے یہاں میں یہاں ایک سیکنڈ بھی نہیں رکوں گی۔۔۔نفیسہ اُس کی بات سن غصے سے کہتی ہے۔۔

اوہ کیا بات ہے۔۔۔تم بھاگو گی کیسے ؟؟نفیسہ کو گھورتے ہوئے اُس نے سگریٹ کو منہ سے لگاتے کہا تھا۔۔

آپ لوگوں کے سونے کی دیر نفیسہ یہاں نظر آئے تو بتانا۔۔نفیسہ نے اپنے سر کو جھٹکتے بازوں کو سینے پر باندھتے اکڑتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔۔

میرے سونے کا انتظار کر رہی ہو تم ؟؟داؤد آئی بروز اٹھائے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھ کہتا ہے۔۔

ہاں بلکل۔۔۔نفیسہ اُسی انداز میں کہتی ہے۔۔

جس کی بات سن داؤد سر کو ہاں میں ہلاتے سگریٹ کا آخری سوٹا لگائے اُسے نیچے پھینک پاؤں سے مسلتے کچھ سوچنے لگتا ہے۔۔۔

تو ٹھیک ہے تم آج یہیں میرے کمرے میں میرے ساتھ سوؤں گی۔۔۔دیکھتا ہوں کیسے بھاگتی ہو۔۔داؤد اُس کے پاس آتے اُس کی کلائی سے پکڑتے اُسے بیڈ پر کی طرف لیجاتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

یہ کیابدتمیزی ہے چھوڑدیں میرا ہاتھ۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں چھوڑدیں۔۔۔ نفیسہ اُس کے ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ کا پورا زور لگاتے اپنی کلائی چھوڑانے کی ناممکن کوشش کرتے کہتی ہے۔۔ لیکن وہ اُسے اگنور کرتے بیڈ پر لیٹ گیا تھا اور ساتھ ہی بیڈ پر اُس کو بھی اپنے ساتھ کھینچا تھا۔۔۔ جس پر وہ بھی بیڈ پر اُس کے ساتھ ہی گر گئی تھی۔۔۔ اور پھر جلدی سے اُٹھتے۔۔۔ اُس کے ہاتھ سے اپنے کلائی چھوڑانے کی کوششیں کرنے لگی تھی۔۔۔

سر چھوڑدیں مجھے میں کہہ رہی ہوں۔۔ اُس نے اپنی کلائی اُسکی سخت گرفت سے چھوڑانے کی کوشش کرتے کہا تھا۔۔

ششششش سونے دو مجھے اور آواز نہ آئے تمھاری اب ساری رات تمھاری یہ کلائی میرے ہاتھ میں ہی رہے گی۔۔۔ جو کرنا کرلو۔۔۔ بھاگو یا پھر میرے سونے کا انتظار کرو۔۔۔ داؤد نے ایک غصے والی نظر اُسے دیکھ سخت انداز میں کہتا ہے اور دوسری طرف منہ کیے اُس کی کلائی پکڑے آنکھیں بند کرلیتا ہے۔۔

ہاتھ تو میں چھوڑوالونگی۔۔۔ نفیسہ اُس کے مظبوط ہاتھوں پر ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے مارتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔ لیکن مجال ہو ہو اُسے کوئی فرق پڑا ہو۔۔۔

وہ آخر کار آپنے دانتوں سے اُس کے ہاتھ پر کاٹتی ہے۔۔۔ جس پر داؤد اُس کی طرف منہ کرتے غصے کی نظر ڈالتا ہے۔۔۔

چوہیاں مت بنو نفیسہ۔۔۔ ورنہ میں نے جب شیر بننا تو تم نے رودینا ہے۔۔۔ اُسکی حرکتیں دیکھ داؤد سخت لہجے میں کہتا ہے۔۔ جس کو نظر انداز کرتے نفیسہ اپنے ہاتھ چھوڑانے کی کوششوں میں مصروف رہتی ہے۔۔

لگی رہو۔۔۔ اُسے دیکھ داؤد کہتا دوسری طرف منہ کر کے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔۔۔

ہاتھ ہے یا لوہا۔۔۔ اتنا سخت۔۔ نفیسہ تمام تر کوشش کرنے کے بعد تھکتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔ اور اپنی کلائی کو اُس کے ہاتھ کے حوالے کرتے وہ بھی وہیں بیڈ کے تاج سے ٹیک لگائے بیٹھ جاتی ہے۔۔۔ اور کچھ دیر میں بیٹھے بیٹھے ہی سو جاتی ہے۔۔۔

◈◈◈

اُس نے اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولی تھیں۔۔ اور ادھر اُدھر دیکھنے لگی اور رات کو داؤد کے کمرے میں رکھے بیڈ پر ہی خود کو پایا تھا۔۔۔ اُس کے کانوں میں کسی دو سال کے بچے کی رونے کی آوازیں پڑ رہی تھیں۔۔۔ اپنے سر پر ہاتھ رکھے وہ آہستہ سے اپنی بائیں طرف داؤد کو دیکھنے کی غرض سے نظریں گھماتی ہے۔۔ لیکن وہ وہاں موجود نہیں ہوتا۔۔ اُس کی غیر موجودہ ہونے پر نفیسہ سکون کا سانس لیتی ہے۔۔ اور اپنے ہاتھ کی کلائی کی طرف دیکھتی ہے جو ساری رات کسی لوہے کے ہاتھوں والے انسان کی گرفت میں تھی۔ اُسکی نازک کلائی اُس کو زور برداشت نہیں کر پائی تھی جس س کی وجہ سے اُس کی کلائی پر داؤد کی انگلیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔۔

اُففففف ہے انسان کا ہاتھ ہی تھا ناں؟ اُس نے اپنی کلائی پر دوسرے ہاتھ سے پکڑتے درد کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

اور یہ بچہ کس کا رو رہا ہے؟؟ اپنے درد کو محسوس کر کہ اُسکا دھیان دوسرے کمرے میں روتے ہوئے ارحم پر گیا تھا اور وہ جلدی سے بیڈ سے اُتری تھی۔۔

اُس کے قدم آواز کا پیچھا کرتے دوسرے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔۔ اُس نے آہستہ سے دروازہ کھولتے اندر جھانکا تھا۔۔ سامنے دو ملازمہ بیٹھی ایک دو سال کے بچے کو اُٹھائے چپ

کروانے کی ہر کوشش کر رہیں تھیں۔۔ نفیسہ یہ دیکھ کمرے کا دروازہ کھول اندر داخل ہو جاتی ہے۔۔

اُس کے پاس پہنچ اُس کی نظر اُس بچے پر پڑتی ہے۔۔ گوری رنگت۔۔ سرمائی آنکھیں۔ بھورے بال۔ تھوڑی پر چھوٹا سا گڑھا۔۔ ملائی جیسا جسم اور کافی صحت مند۔ وہ اُس بچے کو دیکھتی ہی رہ گئی تھی وہ بہت خوبصورت اور پرکشش بچہ تھا۔۔ اور نفیسہ کو نجانے کیوں اُس بچے پر بے حد پیار آرہا تھا۔۔ اُس کا دل کر رہا تھا کہ اُس بچے کو اُٹھا کر کہیں دور چلی جائے۔۔

لیکن وہ بچہ یہاں کیا کر رہا تھا؟؟ اُس کو دیکھتے نفیسہ کے من میں ایک دم خیال آیا تھا جس کی وجہ سے اُس نے ارحم سے نظریں بری مشکل سے اُٹھائی تھیں۔۔

ی۔۔ یہ کس کا بچہ ہے؟؟ اور یہاں کیا کر رہا ہے؟؟ نفیسہ نے ملازمہ کو دیکھ پوچھا تھا۔۔

یہ چھوٹے سرکار کا بیٹا ہے۔۔۔ ارحم بابا۔۔ ملازمہ نے ارحم کو کھلونے دیکھاتے ہوئے مسکراتے کہا تھا۔۔

کیا؟؟؟ نفیسہ کو ایک دم سے مانو جھٹکا سا لگا تھا۔۔ اور وہ بلند آواز میں بولی تھی۔۔ جس پر دونوں ملازماؤں نے اُسے حیرت سے دیکھا تھا۔۔

م۔۔ میرا مطلب ت۔۔ تھا سر کا بیٹا بھی ہے۔۔ اور اُنکی بیوی کہاں ہے۔۔ نفیسہ دونوں ملازماؤں کو ایسے دیکھ بوکھلاتے ہوئے کہتی ہے۔۔

ارحم بابا کی ماں اسے پیدا کرتے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں۔۔ اب تو بس یہ بچہ ہمارے حوالے ہے۔۔ اُن میں سے ایک ملازمہ آہ بھرتے ہوئے کہتی ہے۔

جس کو سن نفیسہ کو اُس گولوں مولوں بچے کو دیکھ ترس آیا تھا۔۔اور پہلے سے زیادہ پیار بھی۔۔

ارے ارحم بابا یہ لو یہ کو بس کر دو بابا روتے نہیں روتے نہیں۔۔۔ارحم کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسوں دیکھ ملازمہ نے اُس کی طرف کھلونے کرتے کہا تھا۔۔ جس پر اُس نے ہاتھ مارا تھا جیسے وہ کہنا چاہتا تھا نہیں چاہیے۔۔

لائیں مجھے پکڑا دیں۔۔۔نفیسہ ملازمہ کے پاس جاتے اُس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھاتے کہتی ہے۔

جس پر ملازمہ اُسے ارحم دے دیتی ہے۔۔ جس کو پکڑے نفیسہ ایک پیار کی نظر دیکھتی ہے اور اُسے ہاتھوں میں پکڑے اُس کو اپنے سینے سے لگائے آہستہ آہستہ جھولنے لگتی ہے۔

ارے آپ تو بڑے تیز ہیں ہم دو مل کر آپ کو خاموش نہیں کر وا سکیں اور ان کے پاس جاتے دو سیکنڈ میں ہی خاموش ہو گئے۔۔۔ارحم کو نفیسہ کے پاس ایک دم خاموش ہوتے دیکھ ملازمہ ارحم کو شرارتی انداز میں کہتی ہے۔ جس کو وہ اگنور کر نفیسہ کی گود میں سکون محسوس کرنے لگتا ہے۔۔

جس پر نفیسہ مسکرانے لگ جاتی ہے۔

میں اسے اپنے کمرے میں لے جا رہی ہوں۔۔ کوئی پریشانی تو نہیں ؟؟نفیسہ ارحم کو سینے سے لگائے ملازمہ کو دیکھ مسکراتے ہوئے پوچھتی ہے۔۔

نہیں نہیں بی بی جی پریشانی کیسی آپ لے جاسکتی ہیں انھیں بس چھوٹے سرکار کے آنے سے پہلے ہمیں دے دیجیئے گا ارحم بابا کو ورنہ وہ ہم پر بہت غصہ کرتے ہیں۔۔ اُس کی بات سنتے ملازمہ جلدی سے کہتی ہے اور آخری بات آہستہ سے کرتی ہے۔

ہم ویسے تو وہ کچھ نہیں کہیں گے آپ دونوں کو لیکن آپکی سیفٹی کے لیے میں اُن کے آنے سے پہلے آپکو دے دونگی ارحم۔۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے کہتی ہے اور مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگتی ہے۔۔۔

ملازمہ اُسکے کاندھے پر سر رکھے اُس کے کمر پر آئے بالوں سے کھیلتے ہوئے ارحم کو دیکھ مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگتی ہیں۔۔

◈◈◈

آنٹی آپ لوگ اجازت دیں تو کیا میں نور کو گھر لے جاؤں ؟؟ کلثوم کو لاونج میں بیٹھے دیکھ عبداللہ اُس کے پاس آکر پوچھتا ہے۔۔ کیونکہ نکاح کے بعد سے نفیسہ کی وجہ سے نور ابھی تک وہیں تھی سسرال نہیں گئی تھی عبداللہ اور اُس کے گھر والوں نے بھی اُن کے حالات دیکھ کچھ نہ ہی کہنا بہتر سمجھا تھا۔۔ لیکن اب عبداللہ نے نور کو بلکل گم سم رہتے دیکھ اپنی ساس سے پوچھا تھا۔۔

ارے بیٹا وہ اب تمھاری بیوی ہے اور تم پورا حق رکھتے ہو اُس پر تو مجھ سے اجازت کیسی تم بس جا کر نور سے کہہ دیتے کے اپنا سامان باندھ لو اور میرے ساتھ چلو۔۔۔ کلثوم جو ساری رات سوئی نہیں تھی تھکی ہوئی آواز میں عبداللہ کو دیکھ زبردستی مسکراہٹ سجائے کہتی ہے۔

نہیں آنٹی میری بیوی سے پہلے وہ آپکی بیٹی ہے۔۔ اور نفیسہ کے غائب ہو جانے کا اُسے بہت صدمہ لگا ہے وہ کب سے کل سے گم سم اپنے کمرے میں بیٹھی ہے رات کو بھی مجھ سے کوئی بھی

بات نہیں کی اُس نے میں کبھی اُسے نا ایجانے کا کہتا لیکن میں چاہتا اُسے تھوڑا اسکون دے سکوں۔۔ عبداللہ وہیں کلثوم کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہتا ہے۔۔

میں سمجھ سکتی ہوں نفیسہ نے جو کیا بہت غلط کیا۔۔۔ وہ یہ بھی بھول گئی کے اُس کے پیچھے اُسکی ایک بہن بھی ہے جو اُس سے بے حد محبّت کرتی ہے لیکن خیر اس کی سزا اللہ اُسے دے گا۔۔۔ کلثوم جو کافی دیر سے اپنے آپ کو روکے ہوئے تھی یہ بات کرتے اُس کی آنکھوں نے صبر توڑ دیا تھا۔۔

خود کو سنبھالیں آنٹی۔۔۔ آپ نے اگر ہار مان لی تو نور بھی ٹوٹ جائے گی۔۔ پلیز میری مدد کریں میں اپنی بیوی کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ کلثوم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ عبداللہ اُسے کہتا ہے۔۔ جس پر کلثوم اپنے آنسوں صاف کرتے کچھ سوچنے لگ جاتی ہے۔۔ اور عبداللہ وہاں سے اُٹھ نور کی طرف چلا جاتا ہے۔

◈◈◈

راجہ ایسا کرو مولوی صاحب کو بولا لو میں نہیں چاہتا وہ ایک نا محرم بن کر میرے ساتھ رہے۔۔۔ داؤد کھیتوں میں چلتے اپنی پیٹھ پر دونوں ہاتھ باندھے کہتا ہے وہ صبح سے رات کو اُس کے ہاتھ کو پکڑنے والی بات کو سوچ سوچ پاگل ہو گیا تھا اور آخر جا ر اُس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔۔

جی سرکار لیکن بی بی جی راضی ہیں ؟؟ اُسکی بات سن راجہ آہستہ سے ڈرتے ہوئے کہتا ہے۔

بے شک راجہ اُس سے عمر میں بڑا تھا اور آسے پالا بھی راجہ نے تھا لیکن کبھی اُس نے بڑا ہونے یا اُسے پال پوس کر اتنا بڑا کرنے کا جیتایا نہیں تھا۔۔ وہ ایک ایماندار اور وفادار ملازم تھا۔۔ اور اُس

نے یہ ثابت بھی کر دیا تھا اور وہ داؤد سے ڈرتا تھا تو صرف اس لیے کہ داؤد کو خاندانی وراثت میں غصہ ملا ہوا تھا۔۔ جس کے سامنے اچھے اچھے سن ہو جاتے تھے۔۔۔

اُسکی بات سن داؤد نے ایک گہری نظر راجہ پر ڈالی تھی جسے دیکھ راجہ نے اپنی آنکھیں جھکالی تھیں۔

وہ ہاں کرے یا نا کرے اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا جب ایک بار داؤد بلوچ نے فیصلہ کر لیا کے وہ میرے نکاح میں آئے گی تو مطلب آئے گی۔۔۔ داؤد نے راجہ کی جھکتی نظر دیکھتے اٹل لہجے میں کہا تھا۔۔

ج۔۔جی میں مولوی صاحب کو لے کر آجاؤ گا کل

کل ؟؟ نہیں آج۔۔۔۔ راجہ سر نیچے کیے کہتا ہے جب داؤد ایک دم سے اُسکی بات پر کہتا آگے کو بڑھ جاتا ہے۔

ٹھیک ہے سرکار۔۔۔ راجہ اُسکی بات سن اُسکے پیچھے چلتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

◈◈◈

نور چلو گھر چلیں۔۔۔ بیڈ پر کھوئی ہوئی نور کو دیکھ عبداللہ کمرے میں آتے کہتا ہے۔۔

کونسے گھر ؟؟ وہ حیرانگی سے عبداللہ کو دیکھ پوچھتی ہے جو الماری سے اُس کے کپڑے نکالنے لگتا ہے۔۔۔

کیا مطلب نور کون سے گھر کے ؟؟ ظاہر ہے ہمارے گھر۔۔ نور کی بات سن عبداللہ کپڑے نکال بیڈ پر رکھتے کہتا ہے۔

لیکن میرا گھر تو یہی ہے۔۔ نور حیرانگی سے اُسے دیکھ آہستہ سے کہتی ہے۔۔

نور یہ تمھارا گھر تھا۔۔ اور اب میرا گھر ہی تنھارا اصل گھر ہے۔۔ عبداللہ اُس کے پاس آکر اُس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے نرمی سے کہتا ہے۔۔

عبداللہ تم جانتے بھی ہو گھر کے حالات کیا بنے ہوئے ہیں؟؟ میری بہن گھر سے غائب ہو گئی ہے میرے گھر والے پریشان ہیں ایسے کیسے میں اُنھیں اکیلا چھوڑ کر جا سکتی ہوں۔۔۔ نور اُسکی آنکھوں میں دیکھ کہتی ہے۔

نور تمھیں باقی سب کی فکر ہے اور مجھے تمھاری۔۔۔ حالت دیکھو اپنی کیا بنالی ہے تم نے۔۔۔ رات سے ایک لقمہ تک نہیں کھایا اور تو اور ایک سیکنڈ بھی آنکھ بند نہیں کی تمھیں ایسا دیکھ جاتی بھی ہو مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔۔ ہمارا کل ہی نکاح ہوا ہے نور پلیز۔۔ اُسکے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھتے عبداللہ بے چینی سے بولا تھا۔۔

تم اپنی جگہ ٹھیک ہو لیکن میں فلحال نہیں جانا چاہتی مجھے معاف کرنا۔۔ اُسکی بات سن نور اُسکا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹائے کہتی بیڈ سے اُترنے لگتی ہے۔۔

نور تم اُس بہن کے لیے خود کی یہ حالت کر رہی ہو جو تمھیں چھوڑ کر کسی اور کے۔۔

عبداللہ بسس۔۔۔ اس کے آگے ایک اور لفظ نہیں۔۔ میری بہن جیسی تھی مجھے پتہ ہے اور مہربانی ہو گی اگر تم بھی میری فیملی کی طرح مت سوچو۔۔ اور پہلے میں تمھارے ساتھ شاید چلی بھی جاتی لیکن اب جب تک میری بہن واپس نہیں آئے گی نور بھی نہیں جائے گی یہاں سے۔۔۔ عبداللہ اُسکو جاتے دیکھ کہہ ہی رہا ہوتا ہے جب نور ایک دم پیچھے منہ کر ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک غصے سے کہتی ہے اور باہر کو چلی جاتی ہے۔۔

جس کے جاتے ہی عبداللہ غصے سے اپنا ہاتھ بیڈ پر مارتا ہے۔۔۔

◈◈◈

جیسے سب ساری رات نہیں سوئے تھے ویسے ہی وہ جس کی ہونے والی بیوی تھی وہ کیسے سو سکتا تھا۔۔۔ ساری رات وہ بیڈ پر کروا ٹے بدلتا رہا تھا۔۔

جس رات کو وہ خوشیو بھری رات سمجھنے لگا تھا آج وہی رات اُس کے لیے اذیت والی رات ثابت ہوئی تھی۔

آنکھوں کے گرد ہلکے۔۔۔ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے خوشک ہونٹ وہ دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے بیٹھا تھا۔۔ اُسکی سوچوں میں صرف اور صرف نفیسہ گھوم رہی تھی اور وہ باتیں جو اُس کے جانے کے بعد خاندان والے کر رہے تھے۔۔

کیا یہ سچ ہے؟؟ وہ مجھے چھوڑ۔۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ تو مجھ سے بہت پیار کرتی ہے ایسے کیسے وہ کسی اور کے ساتھ۔۔ لگتا تو کچھ زیادہ سوچ رہا ہے۔۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو؟؟ تو میں تو جیتے جی مر جاؤں گا۔۔۔

اُسکے بغیر جینے کا سوچ ہی مجھے ڈر لگنے لگتا ہے۔۔ حیدر کے دماغ یہ میں ساری باتیں گھوم رہی تھیں خود کو خود ہی سوال کرتا اور جواب دیتا۔۔۔

نفیسہ۔۔۔ پلیز واپس آجاو میں مر جاؤ گا تمھارے بغیر۔۔۔ اپنی سوچوں پر قابو پاتے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں پکڑے وہ آہ بھرتے بولتا ہے۔

◈◈◈

ارے ارے کتنے پیارے ہو تم کیا نام تھا تمھارا ااممم ہاں ارحم۔ارحم جی بہت ہی کیوٹ ہو۔۔۔۔ لیکن تمھارے باپ بہت ہی کوئی ڈیش انسان ہیں۔۔ ہر وقت بس اکڑتے رہتے ہیں۔۔۔ ہر وقت میری بے عزتی کرتے ہیں آج کر کے دیکھائے ذرہ بے عزتی بتاؤں گی میں انھیں۔۔۔ نفیسہ اُسے بیڈ پر لیٹائے اُس سے بتائیں کر رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ پاؤں بیڈ پر مارتے اُسکی باتیں سن آں عو کر رہا تھا۔۔۔

ایسا کریں گے ہم مل کر اُنکی کلاس لینگے ٹھیک ہے ناں؟؟

یہ کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میرے بچے کو؟ نفیسہ انگلی کا اشارہ ارحم کی طرف جھٹ سے کر کے بولتی ہے جب پیچھے دروازے پر کھڑا داؤد اُسکی بات سن کر کہتا ہے جس سے نفیسہ زور کا جھٹکا لیتی ہے۔۔۔

ک۔۔کچھ ن۔۔۔ہیں۔۔۔آپ کا بیٹا بہت خوبصورت ہے۔۔۔نفیسہ ڈرتے ہوئے کہتی بات کو گھوما دیتی ہے۔اور داؤد اُسکی بات سن اُن دونوں کے پاس آتا ہے۔

میرا نہیں ہمارا۔۔۔داؤد ارحم جو دیکھ اپنے ہاتھ سے اُسکے گال کو سہلاتے ہوئے کہتا ہے۔

یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟ داؤد بھائی۔۔نفیسہ اُسکی بات سن جھٹکے سے کھڑے ہوتے کہتی ہے۔

آج کی غلطی معاف کی آئندہ یہ لفظ کہا تو جان نکال لوں گا۔۔۔اُسکی بات سن داؤد اُسکی طرف چہرہ کرتے اُکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سختی سے کہتا ہے۔

میں تو کہوں گی۔۔۔ویسے تو انکل کہنا چاہیے شکر کریں بھائی کہہ رہی ہوں۔۔۔نفیسہ اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

مجھے لگتا ہے تم ابھی سے ارحم کی ماں بننا چاہتی ہو اسی لیے اتنی بڑ بڑ کر رہی ہو۔۔ اُس کی اکڑ دیکھ داؤد اپنے آئی بروز اٹھائے کہتا ہے۔

کیا مطلب ماں ؟؟ اور کس نے کہا میں آپ سے شادی کروں گی اور کس خوشی میں کروں گی۔۔۔؟؟ ہاں نفیسہ اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے آنکھیں چھوٹی کرتے داؤد سے کہتی ہے۔

شادی تو تمھارے ابا طارق کو بھی کرنی پڑے گی۔۔۔ وہ ویسے ہی کھڑے اُسکے چہرے کے پاس اپنا چہرہ کرتے کہتا ہے جس کو دیکھ وہ اپنے چہرے کو تھوڑا پیچھے کرتی ہے۔۔۔

آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں اور مجھے یہاں کیوں رکھا ہوا ہے؟؟ نفیسہ اُسکی بات سن اونچی آواز میں کہتی ہے۔

دراصل میں سوچ رہا تھا ایک ملازمہ کو پکی پکی چھٹی دے دوں کیونکہ وہ کام بلکل ٹھیک سے نہیں کرتی ہے۔۔ پھر خیال آیا اُسکی جگہ کون کام وغیرہ گھر وغیرہ سمبھال سکیں گا۔۔ اور تب جا کر تمھاری یاد آئی اسی لیے میں نے تمہیں اُٹھالیا اب ظاہر بات ہے تم مجھ سے پیسے تو نہیں لو گی۔۔ تو اسی بدلے میں تم سے شادی کر کے تمھارا قرض اُتار دوں گا۔۔۔ اپنی گھڑی پر اپنی نظریں رکھ اُس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔۔۔

واٹ۔؟؟؟ وہ کونسا کام ٹھیک نہیں کرتی سارے گھر کے کام تو کرتیں ہیں۔۔ نفیسہ حیرانگی سے اُسے دیکھ کہتی ہے۔

وہ سبزی ٹھیک سے نہیں کاٹتی۔۔۔ داؤد اُسکو غصے میں دیکھ بیڈ پر بیٹھتے اپنی ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھتے پر سکون انداز میں کہتا ہے۔۔

تو آپکو اس بات پر کیسے یقین ہے کہ میں یہ کام بخوبی نبھاؤں گی؟؟ نفیسہ غصے سے لال ہوتے کہتی ہے۔

ارے تم پر پورا بھروسہ ہے اپنی زبان سے ایک سیکنڈ میں سب کچھ کاٹ کر پھینک دو گی۔۔اتنی چلتی ہے تو مجھے یقین خود ہی ہو جانا تھا۔۔داؤد اُسکو دیکھ اپنی ہنسی دباتے کہتی ہے۔

میں تم سے کوئی نکاح نہیں کر رہی مسٹر۔۔۔اور شرافت سے مجھے میرے گھر چھوڑ دو ورنہ میں پولیس کو بولا لونگی۔۔۔نفیسہ اُسکی وارن کرتے غصے سے کہتی ہے جو آپنی خطرناک آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔۔

جو دل کرے کر کے دیکھ لو اور ہاں رات کو نکاح ہے ہمارا تمھارے کپڑے وغیرہ سب ملازمہ کے ہاتھ بھیجوا دونگا آرام سے تیار ہو کر آجانا ورنہ بہت اچھا طریقہ ہے میرے پاس تمھیں سیدھا کرنے کا۔۔۔وہ بیڈ سے اٹھتے دوسری طرف چہرہ کیے اُسے کہتا باہر کو چلا جاتا ہے۔۔

جو کرنا کر لو میں تم سے شادی نہیں کرونگی کبھی بھی نہیں۔۔۔اُسے جاتا دیکھ نفیسہ غصے سے اونچی آواز میں کہتی ہے۔۔اور اُسکے جانے پر وہ غصے سے ساتھ پڑے گلدان کو اُٹھائے زمین پر پھینک دیتی ہے۔۔جس کی آواز سن ارحم ڈر کر رونے لگ جاتا ہے۔۔

ارے تم مت روؤ میں کچھ نہیں کہتی نہیں کرتی غصہ۔۔۔نفیسہ ارحم کی چینخ سن خود کو نارمل کرتے ارحم کو اُٹھاتے کہتی ہے۔۔جو مسلسل رو رہا ہوتا ہے۔

◈◈◈

آپیا نفیسہ واپس تو آجائے گی ناں وہ ٹھیک تو ہو گی ناں؟؟ وہ لاونج میں بیٹھی تھی جب ساتھ بیٹھا عادل منہ بنائے اُس سے پوچھتا ہے۔۔

اخر وہ بھی بھائی تھا اُسے اپنی بہن کی پرواہ کیسے ناں ہوتی۔۔

ہاں عادل وہ واپس آجائے گی تم فکر نہیں کرو میں کل ہی عبداللہ کے ساتھ جا کر پولیس میں کمپلینٹ درج کرواتی ہوں۔۔ وہ اپنے بھائی کو اُداس دیکھ اُسکے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتی ہے۔۔

لیکن آپیا عبداللہ بھائی تو چلے گئے گھر اور کافی غصے میں گئے ہیں۔۔ عادل نور کی طرف منہ کرتے کہتاہے۔

وہ آجائے گا عادل وہ بس وقتی غصے کو شکار ہوتا ہے۔۔ عادل کو تسلی دیتے وہ کسی سوچ میں گم ہو جاتی ہے۔

◈◈◈

مولوی صاحب آگئے ہیں تم نفیسہ کو لے کر آو۔۔۔ وہ سفید کرتے میں ملبوس تھا جو اُس کو بے حد پرکشش بنارہا تھا۔۔ اُسے دیکھ لگتا بھی نہیں تھا کے وہ ایک بچے کا باپ ہے۔۔ اُس نے ساتھ کھڑی ملازمہ سے نفیسہ کو لانے کا کہا تھا۔۔ جس پر وہ سر جھکائے ہاں کرتی نفیسہ کو لینے چلی گئی تھی۔۔

نہیں مطلب کیوں کروں میں نکاح ؟؟ مجھے جب کرنا ہی نہیں جا کر چول دو اُس کو میں اُس سے کسی قیمت نکاح نہیں کرونگی۔۔۔ مجھے کھلونا سمجھا ہوا تمھارے صاحب نے جو مرضی کرے کرلے وہ۔۔ بتادو اُسے نہیں کرے گی نفیسہ اُس سے نکاح۔۔۔ ملازمہ کے بولانے پر نفیسہ نے چینختے ہوئے کہا تھا جس کی آواز نیچے لاونج میں بیٹھے راجہ مولوی صاحب اور داؤد کے کانوں میں

پڑی تھی۔۔ لیکن مجال ہو جو مولوی صاحب اور راجہ نے کچھ بھی کہا ہو۔۔ کیونکہ وہ سب اُس کے غصے سے واقف تھے۔۔

یہ لڑکی۔۔۔ داؤد نے اُسکی آواز سنتے اپنے ہاتھ سے زور سے صوفے کو پڑتے لڑکی پر زور دیتے کہا تھا۔۔ اور کچھ ہی دیر میں اُٹھ کر اُپر کی طرف غصے سے بڑھا تھا۔۔ جس کو جاتا دیکھ راجہ نے نفیسہ کے لیے اللہ سے دعا کی تھی۔۔

◈◈◈

صاحب وہ بی بی جی تیار بھی نہیں ہوئی اور آنے سے بھی منع کر رہی ہیں۔۔۔ اُس کے اُپر کمرے کی طرف جاتے ہی ملازمہ ڈرتے ہوئے کہتی ہے جسے سن وہ زور سے کمرے کا دروازہ کھول اندر چلا جاتا ہے۔۔۔

تمھیں سمجھ نہیں آئی تمھیں کیا کرنے کے لیے کہا؟؟ اور ابھی تک تم نے یہ لہنگا بھی نہیں پہنا؟؟؟ نفیسہ کو بیڈ پر اپنی ٹانگوں سے سر کو لگائے دیکھ وہ غصے سے کہتا ہے جس پر وہ جلدی سے اپنا سر اُٹھاتی ہے اُس نے رو رو کر اپنی آنکھیں لال کی ہوئی ہوتی ہیں۔۔ لیکن فلحال داؤد کو ایک ہی چیز یاد تھی اور وہ تھا اُسکا اور نفیسہ کا نکاح جس سے وہ ہمیشہ کے لیے اُسکی ہو جائے گی۔۔

میں نے کہا ناں ہمیں آپ سے نکاح نہیں کرنا۔۔۔ تو مطلب نہیں کرنا۔۔۔ نفیسہ اُسے دیکھ غصے سے روتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

میں نے تم سے تمھاری اجازت نہیں مانگی۔۔۔ چپ چاپ لہنگا پہن نیچے آو۔۔۔ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔۔۔ اُس کو دیکھ وہ انگلی دیکھاتے کہتا ہے۔

د۔۔دیکھوم۔۔میں کسی اور سے محب۔۔آگے ایک لفظ نہیں ورنہ تمھاری زبان کھینچ لوں گا۔۔۔نفیسہ روتے ہوئے اُسے نرمی سے کہہ ہی رہی ہوتی ہے جس کی بات کو سمجھتے داؤد اپنے دونوں ہاتھ اُسکی پتلی سی لمبی گردن پر رکھتے غصے سے کہتا ہے اُسکی آنکھوں سے خوف آرہا تھا۔۔۔

آپ کسی کا حق کھا رہے ہیں۔۔۔نفیسہ روتے ہوئے ڈر کر کہتی ہے۔۔

مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔تم دو سیکنڈ میں نیچے آؤ ورنہ میں اُسکا وہ حال کروں گا۔۔کہ تمھیں اُس کا آخری دیدار بھی نصیب نہیں ہوگا۔۔۔بڑی آئی کسی اور سے محبت کرنے والی۔۔۔نفیسہ کی بات سن اُسکی گردن کو آزاد کرتے وہ غصے سے بولا تھا اور دروازے کو زور سے مارتے نیچے چلا گیا تھا۔۔۔

اُسکو جاتے دیکھ نفیسہ حیدر کو مار دینے والی بات پر رونے لگی تھی۔۔۔وہ اُس سے نہیں ڈرتی تھی لیکن اُسے ڈر تھا تو حیدر کا۔

داؤد بلوچ نفیسہ طارق تم سے صرف نفرت کرتی ہے صرف اور نفرت۔۔۔اُس کے جانے کے بعد نفیسہ روتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

◈◈◈

کچھ دیر کے انتظار کے بعد داؤد غصے سے اٹھنے ہی لگتا ہے جب نظر سامنے ملازمہ کے ساتھ آتی لال رنگ کے لہنگے چہرے کو دوپٹے سے ڈھکے نفیسہ پر پڑتی ہے جس کو دیکھ وہ پھر سے صوفے پر ویسے ہی پر سکون بیٹھ جاتا ہے۔۔۔

دوپٹے کے پیچھے وہ بنا میک اپ منہ سارا آنسوؤں سے بھرا ہوا آپنی قسمت کا سوچ رہی ہوتی ہے۔۔۔۔ دل وہ جو حیدر کو وہ دے چکی تھی۔۔ سوچا کیا تھا اور ہو کیا رہا تھا اُس کے ساتھ آج وہ اپنی محبت کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی زندگی کو کسی اور کے حوالے کرنے جارہی تھی۔۔۔

اُس کے بیٹھتے ہی مولوی صاحب نکاح شروع کرتے ہیں۔۔ داؤد سے رضامندی پوچھ وہ نفیسہ کی طرف رُخ کرتے اُس سے رضامندی پوچھتے ہیں۔۔ جس کا جواب وہ کافی رک رک کر دیتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُسکی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک آنسوں اُسکی گود میں گر رہا ہوتا ہے۔۔۔

مبارک ہو داؤد بیٹا نکاح کی۔۔ نکاح ہوتے ہی مولوی صاحب اُسے گلے ملتے ہوئے کہتے ہیں جس پر وہ مسکراتے اُن کو خیر مبارک کہتا ہے۔۔

راجہ اُس بے جان بیٹھی لڑکی کے سر پر ہاتھ رکھ اُسے دعا دیتا ہے۔۔ اور ملازمہ کو اُسے اُپر لیجانے کا کہتا ہے۔۔

مبارک ہو آپکو نکاح کی چھوٹے سرکار۔۔۔ راجہ داؤد سے گلے مل کر کہتا ہے کس پر وہ زور سے راجہ کو گلے لگاتے مسکراتے خیر مبارک کہتا ہے۔۔۔

آج وہ بہت خوش تھا اُسے وہ مل گئی تھی جس میں اُسکی پوری دنیا بستی تھی۔۔۔ اگر تھوڑی سی ناانصافی کرنے سے آپ کو آپ کا من پسند شخص مل جاتا ہے آپ کو اپنی محبت مل جاتی ہے تو آپ کر لیں۔۔ پوری زندگی رونے اور بے سکونی سے بہتر ہے۔

◈◈◈

کمرے میں آتے اُس نے ملازمہ کو کمرے سے باہر بھیج دیا تھا۔۔اپنے دوپٹے کو اُتار اُس نے غصے سے زمین پر پھینکا تھا۔۔اور روتے ہوئے وہیں زمین پر بیٹھ رونے لگ گئی تھی۔۔۔

تم کیا سمجھتے ہو داؤد بلوچ؟؟ نفیسہ سے نکاح کرنے سے وہ تمھاری ہو جائے گی؟؟ کبھی بھی نہیں کبھی نہیں چاہے تم کچھ بھی کرلو یہ نکاح میں نے صرف اپنی محبت کی حفاظت کے لیے کیا ہے تم نے ایک ملازمہ کی حیثیت سے شادی کی ناں مجھ سے؟؟ یہیں کہا تھاناں تم نے؟؟ تو ٹھیک ہے پھر اب نفیسہ طارق ایک بیوی کی نہیں ایک ملازمہ کی طرح تمھارے گھر میں رہے گی۔۔اور کبھی تمھیں وہ درجہ نہیں دے گی جو ایک عورت اپنے شوہر کو دیتی ہے ترسو گے تم ہمیشہ۔۔۔۔وہ روتے ہوئے خود سے کہہ رہی ہوتی ہے۔۔۔

اور روتے روتے وہیں زمین پر لہنگے سمیت سو جاتی ہے۔۔اُس کے دل میں آج داؤد کے لیے ناختم ہونے والی نفرت نے جنم لیا تھا۔۔۔

◈◈◈

وہ کمرے کا دروازہ کھول اندر آتا ہے جب اُس کی نظر سامنے زمین پر سوئی نفیسہ پر پڑتی ہے۔۔اور اُسے ایسا سویا دیکھ داؤد کو بے حد غصہ آیا تھا۔۔لیکن فلحال وہ اُسے کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا پہلے ہی اُس پر نکاح کا صدمہ بھاری پڑ رہا تھا۔۔۔

اُس بے جان سی لیٹی لڑکی کی طرف وہ قدم بڑھاتا ہے اُس کے پاس جاکر وہ کچھ دیر اُسکو دیکھنے لگتا ہے۔۔وہ بنا دوپٹے کے لیٹی ہوئی تھی۔۔اور وہ اُسکا شوہر تھا اُس کو اب وہ حق رکھتا تھا اُس پر اُسکی سانسوں پر۔۔کیونکہ وہ اُسکا محرم تھا۔۔اُسے وہ کافی دیر وہیں کھڑا گہری نظروں سے دیکھتا رہتا ہے اور اُس معصوم سے چہرے میں کھو سا جاتا ہے۔۔۔

اُس کا دل کر رہا تھا اُسے اُٹھائے اور اپنے آغوش میں لے لے۔۔۔ کچھ دیر وہ ایک دم اپنی سوچوں کو جھٹک اُسے زمین سے اُٹھا کر بیڈ پر سولانے کی غرض سے اپنی گود میں اُٹھانے ہی لگتا ہے جب نفیسہ کسی کو خود کے وجود کو ہلاتے محسوس کرتی ہے اور یک دم اپنی آنکھیں کھول دیکھتی ہے۔۔ سامنے اُسے اُٹھانے والے انسان کے چہرے کو دیکھ اُس کی رگوں میں خون تیزی سے دوڑنے لگ جاتا ہے۔۔۔ اُسکی آنکھوں سے جیسے خون باہر کو آرہا تھا۔۔۔

دور رہو تم مجھ سے۔۔۔ خبردار جو مجھے انگلی تک لگانے کا سوچا۔۔۔ نفیسہ نے جلدی سے داؤد کی ہلکی گرفت محسوس کرتے اُسے زور سے پیچھے دھکیل کہتی ہے۔۔ اُس کے ایسا کرنے پر وہ تو اپنی جگہ سے ذرہ برابر بھی نہیں ہلتا جبکہ نفیسہ اپنی جگہ سے پیچھے ہو جاتی ہے۔۔ اور غصے سے چینختے ہوئے کہتی ہے۔

نفیسہ یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟ کوئی اپنے شوہر کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے؟؟ نفیسہ کی حرکت پر داؤد اُسے دیکھ ٹھنڈی آہ بھرتے خود کے غصے کو کنڑول کرتے کہتا ہے۔۔۔

شوہر؟؟ کس کا شوہر؟؟ میں نہیں مانتی تمھیں اپنا شوہر تم سے شادی میں نے صرف اور صرف مجبور ہو کر کی ہے۔۔ اور بہتر ہو گا تم نے جس اِرادے سے مجھ سے شادی کی ہے وہیں تک رکھو مجھے۔۔ نفیسہ روتے ہوئے غصے سے داؤد کی طرف شہادت کی انگلی کرتے کہتی ہے۔

کونسے ارادے تھے میرے بتاؤ ذرہ؟؟ داؤد اپنے دونوں ہاتھ بینٹ کی جیب میں ڈالتے اُسے دیکھ سنجیدگی سے کہتا ہے۔

ملازمہ کی جگہ دینے کے لیے۔۔۔ تو بہتر ہے وہیں تک رکھے۔۔ نفیسہ اُسے غصے دیکھ کہتی ہے۔

اچھا تو اگر میرا ارادہ بیوی کی جگہ دینے والا ہوا تو؟؟ پھر اُس حد تک جا سکتا ہوں؟؟ داؤد اُس کے پاس جاتے آہستہ سے کہتا ہے۔۔۔

بیوی؟؟ ہاہاہاہا اس جنم میں تو داؤد بلوچ نفیسہ سے اپنی بیوی ہونے کا حق نہیں حاصل کر پاؤ گے۔۔ ہاں مر جاؤں تو میری لاش۔۔۔

چٹاخ۔۔۔۔ نفیسہ دانتوں کو پیستے کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب داؤد اُس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتا ہے جس پر نفیسہ سمبھل نہیں سکتی اور زمین پر گر جاتی ہے۔۔

اپنی گھٹیا سوچ کو اپنے تک رکھو نفیسہ یہ تمھاری پہلی اور آخری غلطی ہونی چاہیے سمجھ کیا رکھا ہے تم نے داؤد بلوچ کو؟؟ اگر ویسی سوچ رکھتا تو دو پیسے پھینک ہزاروں حاضر ہو جاتیں۔۔۔ مجھے یوں شادی کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔۔ اُس زمین پر گری روتی ہوئی کو اُس نے انگلی دیکھاتے غصے سے کہا تھا۔۔۔

تو جانے دو مجھے پھر۔۔ کیوں مجھے اس قید میں رکھا ہوا ہے؟؟ آخر کیوں؟؟ نفیسہ اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ زور زور سے روتے اُسے دیکھ کہتی ہے۔۔

تمھیں شوق ہے ناں کے میں تمھیں ملازمہ والی جگہ دے کر رکھوں؟؟ اور شاید تمھیں یقین بھی ہے کے میرا یہی ارادہ ہے۔۔ تو پھر کیا بات کلیر کرنا آج سے تم یہاں داؤد بلوچ کی بیوی نہیں ملازمہ بن کر رہو گی۔۔۔۔ چلو اب سو جاو۔۔۔ داؤد اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے غصے سے کہتا ہے۔

میں تم سے نفرت کرتی ہوں داؤد بلوچ۔۔۔ نفیسہ روتی ہوئی اُسے دیکھ کہتی ہے۔

اب تو کرنا حق بنتا ہے تمھارا۔۔۔ داؤد اُسے دیکھ طنزاً کہتا ہے جس پر نفیسہ اُسے غصے بھری نظروں سے دیکھتی ہے جیسے وہ ابھی اُسے مار دے گی۔۔۔

اپنی آنکھیں اندر رکھو۔۔ ہمارے ہاں ہمارے ملازم اپنے مالک کو ایسے سر اُٹھائے گھورتے نہیں ہیں۔۔۔ اور ہاں جلدی سے اپنے کپڑے بدلو اور میرے کمرے میں ایک گرم گرم چائے بنا کر لے آو۔۔۔ اور یاد رہے اگر ایسا نہیں کرو گی تو میں بیوی والا حق جیتاوں گا۔۔ اگر اب برا بنا ہی لیا ہے داؤد بلوچ کو تو بن جاتے ہیں کوئی مسئلہ نہیں۔۔! داؤد اُسے کی آنکھیں دیکھ اکڑے ہوئے لہجے میں کہتا جانے لگتا ہے جب ایک دن دوسری طرف منہ کیے وہ اُسے چائے بنانے کا بھی کہہ دیتا ہے۔۔۔ اور بتا بھی دیتا ہے کے اگر ایسا نہ کیا تو اُس کے ساتھ کیا ہونا تھا۔۔۔

میں نہیں بناؤں گی چائے۔۔۔ نفیسہ اُس کی پیٹھ دیکھ غصے سے چینختے ہوئے کہتی ہے۔

نو پرابلم۔۔۔ اگر تم نہیں بنانا چاہتی تو مت بناو۔۔ پھر آکر میرے کمرے میں سو جاو۔۔ ملازمہ نہیں تو بیوی صحیح۔۔۔ داؤد دوسرے طرف منہ کیے کہتا چلا جاتا ہے۔۔

اُسکے جاتے ہی نفیسہ غصے سے زمین پر اپنا ہاتھ مارتی ہے۔۔ اب تو مجبوراً اُسے چائے بنانی ہی تھی۔۔ وہ اُٹھ اپنے کپڑے الماری سے نکال واشروم چلی جاتی ہے۔۔۔۔

◈◈◈

یہ چینی کہاں ہے؟؟ وہ ملازمہ جو اپنے کمرے میں بستر ٹھیک کر رہی تھی اُس کے پاس جاتے کہتی ہے۔۔ جس پر وہ ایک دم حیرانگی سے اُسے دیکھتی ہے۔

بی بی جی آپ کو چینی کھانی ہے؟؟ ہم لا دیتے ہیں آپکو۔۔ وہ مسکراتے کہتی ہے۔۔

نہیں نہیں ہمیں و۔۔ وہ چائے بنانی ہے۔۔ ملازمہ کو دیکھ وہ اٹکتے ہوئے کہتی ہے۔

اوہو۔۔بی بی جی تو ہم ہیں ناں یہاں ہم بنا دیتے ہیں۔۔نفیسہ کے بازوؤں کو پکڑے ملازمہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

نہیں میں خود بنالوں گی آپ بتادیں سامان کہاں پڑا ہے۔۔۔نفیسہ آنکھیں چراتے ہوئے کہتی ہے۔

چلیں ہم آپ کو بنا کر دیتے ہیں آپ ہمارے ساتھ ہی بیٹھ جائیے گا۔۔۔اور پلیز نہ مت کہنا اب مجھے اچھا نہیں لگتا میرے ہوتے گھر کی مالکن کام کرے۔۔ملازمہ ضدی انداز میں اُس سے کہتی ہے جس پر وہ کچھ دیر سوچتی ہے اور پھر مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتی ہے۔

آخر اُسے کون بتائے گا کے چائے میں نے نہیں بنائی جیسے یہ بنا دے گی میں اُسے جا کر دے دونگی بات ختم۔۔۔نفیسہ ذہن میں سوچتے طنزاً مسکراتی ہے۔۔۔

مالکن۔۔۔اور ملازمہ کے پیچھے چلتے اُسکی پیٹھ دیکھ اُسکی بات یاد کر طنزاً مسکرا دیتی ہے۔

◈◈◈

ارحم سو گیا؟؟ وہ کیچن میں شیلف پر بیٹھی چائے کے لیے سامان نکالتی ملازمہ سے پوچھتی ہے۔۔

جی بی بی جی بڑی مشکل سے سویا آج وہ۔۔بن ماں کا بچہ ہے بڑی مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔۔ملازمہ چائے کے لیے سامان نکالتے کہتی ہے۔۔

اور اُس کے بابا نہیں سمبھالتے اُسے؟؟نفیسہ حیرانگی سے پوچھتی ہے۔

چھوٹے سرکار؟؟ نہیں بی بی جی کبھی کبھی اُٹھا لیں تو اُٹھا لیں ورنہ وہ زیادہ تو ہمارے پاس ہی رہتا ہے مجھے تو بہت دکھ ہوتا اُس بچے کے بارے سوچ کر نا باپ کا پیار نہ ہی ماں کا پیار۔۔۔ناجانے کس بات کی سزا مل رہی اُس معصوم کو ہم جتنی بھی کر لیں آخر کار ماں باپ کا پیار تو نہیں دے سکتے۔۔۔ملازمہ افسوسانہ انداز میں کہتی ہے۔

ملازمہ کی بات سن ارحم کا سوچ نفیسہ کے دل میں ایک درد کی لہر دوڑی تھی۔۔

میں سمجھ سکتی ہوں۔۔۔نفیسہ آہستہ سے کہتی ہے۔۔

یہ لیں بی بی جی چائے بن گئی آپکی۔۔کچھ ہی دیر ویسے بیٹھے ملازمہ اُسکی طرف چائے کا بھرا کپ بڑھاتے کہتی ہے۔۔ جس سے اُسکی سوچوں میں خلل پڑتا ہے اور وہ اُسے دیکھتی ہے۔

شکریہ۔۔نفیسہ مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ کہتی کپ لے لیتی ہے۔

بی بی اب میں جارہی اپنے کمرے میں آپ بھی پی کر سو جایئے گا۔۔ملازمہ برتن سینک میں رکھتے کہتی ہے۔۔ جس پر نفیسہ بس سر ہلاتی ہے۔۔۔

◈◈◈

اُسکے کمرے کے باہر کھڑی ہو کر وہ دروازہ نوک کرتی ہے۔۔۔اُسکا دل اُس انسان کو قتل کرنے کا کہہ رہا تھا لیکن مجبوری تھی وہ نکاح میں تھی اُس کے اور دوسری بات جو داؤد نے خوفناک دھمکی بھی تو دی تھی۔۔

آجاو۔۔اندر سے اکڑے ہوئے لہجے میں آواز آتی ہے جس پر اُسکا میٹر گھوم سا جاتا ہے اور وہ کلمہ پڑھ خود کو سنبھال کمرے میں داخل ہوتی ہے۔۔وہ اپنے بیڈ پر ٹانگیں سیدھی کر بیڈ سے ٹیک لگائے اپنے لیپ ٹاپ پر نظریں رکھ انگلیاں چلا رہا ہوتا ہے۔۔۔

اُسے دیکھ نفیسہ دنیا جہاں نے گندے منہ بناتے اُس کے پاس جاتی ہے اور بیڈ کے ساتھ پڑے ٹیبل پر چائے کا کپ رکھتی مڑتی ہے۔۔

رکو۔۔کہاں جارہی ہو؟؟اُسکے تیزی سے مڑتے ہی داؤد نظریں لیپ ٹاپ پر رکھ کہتا ہے۔

چائے مل گئی ناں ؟؟ اب میں اپنے کمرے میں جا سکتی ہوں۔۔؟؟ وہ ویسے ہی دوسری طرف منہ کیے دانتوں کو پیستے ہوئے جواب دیتی ہے۔۔۔

کس نے کہا چائے بنا کر تم آزاد ہو جاو گی ؟؟ ہاں اگر بیوی والی بات ہوتی تو میں سوچ سکتا تھا کچھ لیکن اب تو ہر گز نہیں۔۔۔ داؤد لیپ ٹاپ سے ہاتھ اُٹھائے سینے پر بازوں باندھتے کہتا ہے۔

تم چاہتے کیا ہو اب ؟؟ نفیسہ اُسکی طرف غصے سے پلٹتے کہتی ہے۔

او ہیلو۔۔۔ بیوی نہیں ملازمہ ہو ایسے انداز میں میری بیوی بولتی تو سمجھ آتی تھی۔۔ لیکن ملازمہ والی سمجھ نہیں آتی اور میں اپنے ملازموں کو اتنا فری نہیں رکھتا تو تمیز سے۔۔۔ داؤد اُسکو دیکھ سختی سے آئی بروز اٹھائے کہتا ہے۔۔

جس پر نفیسہ اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے غصے کو کنٹرول کرتی ہے۔

اب کیا چاہتے ہیں آپ ؟؟ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھتے آرام سے کہتی ہے۔۔۔ جس کو دیکھ داؤد حیرانگی سے اُسے دیکھتا ہے۔۔

جب تک چائے نہیں پی لیتا تب تک یہیں بیٹھو۔۔۔ داؤد ساتھ پڑا چائے کا کپ اُٹھاتے کہتا ہے۔۔۔

لیکن کیوں ؟؟ وہ حیرانگی سے اُسے دیکھ پوچھتی ہے۔

کیونکہ چائے کا کپ کون رکھے گا کچن میں ؟؟ داؤد اُسے دیکھ چائے کا ایک گھونٹ پیتے کہتا ہے۔۔

نفیسہ دانت پیستے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ اُسے بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ دل ہی دل بے حد گالیاں دے رہی ہوتی ہے۔۔اور وہ اُس کو چور نظر سے دیکھ چائے پیتے لیپ ٹاپ کو دیکھتے من ہی من مسکراتا ہے۔۔۔وہ جانتا تھا آج داؤد بلوچ کو اچھی خاصی گالیاں دی جارہی ہیں۔۔

◈◈◈

محترم اگر آپ جلدی سے چائے پی لینگے تو بہتر ہوگا مجھے سونا بھی ہے۔۔۔وہ صوفے پر بیٹھی اُسے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتے دیکھ طنزاً کہتی ہے۔

میرا منہ میری مرضی جیسے پیوٗ۔۔وہ مختصر سا جواب دیتے بات کو ختم کرتا ہے جس پر نفیسہ منہ بناتے کچھ بڑبڑاتی ہے۔۔۔

سنو۔۔! وہ چائے پیتے اسے دیکھ کہتا ہے جس پر وہ اُسے دیکھتی ہے۔۔

تم کچھ کھاتی پیتی نہیں ہو؟؟ یا گھر والے فاقے رکھواتے تھے؟؟وہ اُسے دیکھ سنجیدگی سے کہتا ہے۔۔

الحمدللہ میرے گھر والے مجھے اچھا خاصا کھیلاتے پیلاتے تھے۔۔وہ اُسکی بات سمجھ منہ بناتے کہتی ہے۔۔

اوہو تبھی تو میں سوچوں اتنی پہلوان کیسے بن گئی ہو۔۔وہ ایک نظر اُسے پورا دیکھ کہتا ہے۔۔

ت۔۔چائے پی لی ہے لے جاو۔۔وہ کچھ کہنے ہی والی ہوتی ہے جب داؤد اُسکی بات کو اگنور کرتے چائے کا کپ ساتھ ٹیبل پر رکھتے کہتا ہے۔۔جس پر وہ صوفے سے تیزی سے اُٹھ کر کپ اُٹھاتی ہے اور جانے لگتی ہے۔

فریحہ سے کہنا چائے کے لیے شکریہ۔۔۔وہ دروازے کے پاس پہنچی ہی تھی جب وہ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے کہتا ہے۔۔جس کی بات سن وہ حیرانگی سے پیچھے مڑ اُسے دیکھتی ہے۔۔۔

ایسے آنکھیں پھاڑ کر مت دیکھو میں اتنا بھی پاگل نہیں کے روزانہ کسی کے ہاتھ کی چائے پیتے اُسکا ٹیسٹ نہ پہچان سکوں۔۔دروازہ بند کرتی جاو۔۔۔وہ اُسے بنا دیکھے اُسکی نظروں کو محسوس کرتے کہتا ہے۔۔

جس پر وہ زبان کو دانتوں میں دیئے جلدی سے کمرے سے باہر چلی جاتی ہے۔۔۔کپ کو کچن میں رکھ وہ اپنے کمرے میں جاکر بیڈ پر لیٹتے ہی سو جاتی ہے۔

◈◈◈

اُس کے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھولتے وہ اندر آتا ہے۔۔۔نفیسہ بیڈ پر نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ سو جاتی ہے تو تب کوئی ڈھول بھی بجاتا تو اُسے نہیں جگا سکتا تھا۔۔وہ اُسکے پاس آکر اُسے دیکھنے لگتا ہے جو سوئی ہوئی کسی بچی کی طرح لگ رہی تھی۔

اُس کے ساتھ بیڈ پر لیٹ وہ اُسکی طرف چہرہ کر کے اُسے دیکھتا رہتا ہے۔۔اور مسکرانے لگ جاتا ہے۔۔

مرچی جیسی تیکھی اور پتلی سی ہو۔۔داؤد بلوچ کو کیسے برداشت کر پاؤ گی۔۔۔اُسے دیکھ وہ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔اور اُس کے قریب آکر وہ اُسے اپنے سخت بازوؤں کی گرفت میں لیے اُسکے قریب ہونے والے سکون کو محسوس کرتے سو جاتا ہے۔۔

◈◈◈

صبح کے چھ بج رہے تھے جب اُسکی آنکھ کھولتی ہے اپنے بازوؤں میں سوئی نفیسہ پر نظریں ڈال وہ اُسے ایک بار زور سے گلے سے لگاتا ہے اور جلدی سے بیڈ سے اُٹھ کھڑا ہوتے اپنے بالوں کو سیٹ کرتے اُسے ہاتھ کے ہلاتے اُٹھانے لگتا ہے۔۔

اے لڑکی۔۔۔اے لڑکی اُٹھو جلدی سے۔۔۔میں کہہ رہا ہوں اُٹھو۔۔۔وہ اُسے اُٹھتے کہتا ہے اُس کا عمل اتنا سخت تھا کے وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھتی ہے اور ادھر اُدھر دوپٹے کو دیکھنے لگتی ہے۔۔

تمھارے آبے کا گھر نہیں ہے جو دیر تک سوئی ہوئی ہو اُٹھو اور ناشتہ بناو۔۔۔نفیسہ کے ادھر اُدھر دیکھنے پر وہ سختی سے کہتا ہے۔۔

م۔۔۔مجھے۔۔۔چائے کے علاوہ۔۔۔کچھ بنانا نہیں آتا۔۔۔وہ داؤد سے آنکھیں چراتے ہوئے کہتی ہے۔۔

کیا؟؟؟وہ حیرانگی سے اُسے دیکھ کہتا ہے۔جس پر وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگتی ہے۔

اٹیٹیوڈ تو تم میں اتنا ہے کے پوچھوں مت۔۔۔اور کام وام کا اتا پتا نہیں۔۔!وہ اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے طنزاً انداز میں کہتا ہے۔

مجھے کچھ نہیں پتا اُٹھو اور ناشتہ بناو کسی بھی حالت میں۔۔۔وہ اُسے کہتا چلا جاتا ہے۔۔

یہ میل پرفیوم کی خوشبو مجھ سے کیوں آرہی ہے۔۔وہ اپنی قمیض سے آتی خوشبوں کو سونگھتے کہتی ہے۔۔

آہ دفعہ کرو اُٹھ نفی آج اس کو ایسا ناشتہ کرواکے دوسری بار ناشتے کا بولے نہیں تجھے۔۔۔ وہ بیڈ سے اُٹھتے دانت پیستے کہتی واشروم میں چلی جاتی ہے۔

◈◈◈

کچن میں کھڑی وہ ادھر اُدھر دیکھ رہی ہوتی ہے اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی کے کیا اور کیسے ناشتہ بنائے فریحہ اور مونا کو بھی داؤد نے اُسکی مدد کرنے سے منع کردیا تھا۔

فریج میں انڈے پڑے ہیں وہ بناو۔۔ اُسے ادھر اُدھر دیکھتا دیکھ سامنے ڈائننگ ٹیبل پر موبائل پر نظریں رکھے وہ کہتا ہے۔۔ جس کو سن نفیسہ فریج کو کھول وہاں پڑے انڈوں سے دو انڈے نکال چولھے کی طرف چاتی ہے گیس سلینڈر ان کر وہ آس پر فرائی پین رکھ اُسی کی سائیڈ پر انڈہ مار توڑتی ہے جس سے انڈا ماشاءاللہ سے سائیڈ پر گر جاتا ہے اور اُسکا چھلکا اُس کے ہاتھ میں رہ جاتا ہے۔۔ اُسے گرا دیکھ اُسکی آنکھیں بڑی ہو جاتی ہیں۔۔ سامنے بیٹھے موبائل پر نظریں رکھے داؤد کو دیکھ وہ اپنی تھوک نگلتی ہے۔۔۔ اور جلدی سے ادھر اُدھر دیکھ صاف کرنے کے لیے کپڑا ڈھونڈنے لگتی ہے۔۔۔

بن گیا آم ؟؟ وہ کچن میں آتے کہتا کہتا رو کتا ہے جس کی آواز سن نفیسہ کے طوطے اُڑ جاتے ہیں۔

واہ واہ کیا آملیٹ ہے اس جیسا آملیٹ آج تک کسی نے نہیں بنایا ہو گا یقیناً۔۔۔ ویسے آپ کے ہاں اسے کونسا نام دیا جاتا ہے۔۔۔

وہ۔۔ رو کو رو کو آئی گیس۔۔ نفیسہ کچھ بولنے ہی لگتی ہے جب داؤد اپنے ماتھے پر انگلی رکھ اُسے ماتھے پر مسلتے کہتا ہے۔۔

ہمم میرے خیال سے کہتے ہونگے فرشی آملیٹ ؟؟ہیں ناں ؟؟ وہ ایک دم سے چٹکی بجاتے کہتا ہے جس پر نفیسہ کی آنکھیں باہر نکلنے کو آتی ہیں۔۔!

وہ مجھ سے غلطی سے۔۔ میں اور بنا دیتی۔۔ وہ اٹکتے ہوئے کہتے جلدی سے گیس سلینڈر کے پاس جانے لگتی ہے۔

نہیں نہیں محترمہ ہمارا پیٹ نیو سٹائل کے آملیٹ کو دیکھ ہی بھر گیا مہربانی کریں اسکو صاف کر دیں یا نہیں بلکل نہیں میں نہیں چاہتا کسی اور چیز کا نقصان ہو جائے ایسا کرو میں باہر جا رہا ہوں تو میرے آنے سے پہلے پورے گھر کو صاف کر دینا۔۔۔ وہ اُسے جاتا دیکھ جلدی سے کہتا ہے۔۔ اور آخری بات سختی سے کہتا ہے۔

اُسکی بات سن نفیسہ پہلے تو دل ہی دل خوش ہوتی ہے اور دوسری بات سن وہ پورے گھر کو بڑی بڑی آنکھیں نکال کر دیکھتی ہے اور پھر داؤد کو دیکھتی ہے جیسے کہہ رہی ہو یہ پورا گھر۔۔ جو کے بہت بڑا تھا۔۔۔

اب اپنی آنکھیں اندر کر لو بہت ہی آسان کام دے دیا ہے تمھیں۔۔ اُمید کرتا ہوں کوئی غلطی نہیں کرو گی۔۔۔ اور ہاں بتاتا چلوں ایک غلطی کی سزا ایک رات بیوی بن کے کاٹنی ہو گی آگے تمھاری مرضی۔۔۔ وہ اپنی شال کو اپنے کاندھوں پر ڈال کہتا وہاں سے چلا جاتا ہے۔

کتنا کوئی بد تمیز انسان ہے ہر بات پر بس رات رات کہتا ہے۔۔۔ وہ غصے سے اُسے جاتا دیکھ کہتی ہے۔۔ لیکن اُسکی آواز اُس تک ہی رہتی ہے۔

ہائے نفی ناجانے کس بات کی سزا مل رہی تجھے پورا گھر۔۔۔وہ بھی اتنا بڑا۔۔۔کیسے صاف کرونگی اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم ہاتھوں سے۔؟؟ وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رونے والا منہ بناتے کہتی ہے۔۔۔

◈◈◈

وہ پورے گھر میں اپنی نظریں گھمارہی ہوتی ہے اُسکی سمجھ سے باہر تھا کے وہ کہاں سے کام شروع کرے۔۔۔ادھر اُدھر دیکھنے پر اُس کی نظر سامنے ٹیبل پر پڑی تھی جہاں بہت قیمتی شو پیس پڑے تھے۔

نفی یہاں سے شروع کرلے۔۔۔وہ خود سے کہتے ٹیبل کی طرف بڑھی تھی۔۔۔

ارے ارے بی بی جی کہاں جارہی ہیں؟؟ فریحہ اُس کے سامنے آتے تیزی سے کہتی ہے۔

وہ آپ کے سرکار مجھے کہہ کر گئے ہیں کے گھر کی صفائی کردینا سارا تو سوچ رہی ہوں کے اُس ٹیبل سے شروع کرلوں۔۔نفیسہ منہ بناتے ہوئے کہتی ہے۔

بیبی جی وہ تو ٹھیک ہے لیکن ٹیبل پر جو شو پیس پڑے ہیں وہ سرکار کو بہت پسند ہیں اگر اُن میں سے ایک کو ذرہ برابر بھی کوئی نقص پڑا تو سرکار نے سب کو سزا دے دینی ہے۔۔۔فریحہ دوپٹہ سر پر ٹھیک کرتے ڈرتے ہوئے کہتی ہے۔

ارے کچھ نہیں کرتی خیال سے کروں گی۔۔سارا کام۔۔وہ مسکراتے ہوئے اُسے تسلی دیتی ہے۔

ٹھیک ہے بی بی جی میں بھی آپکی مدد کروادیتی ہوں۔۔فریحہ اُسے دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

نہیں نہیں آپ کے سرکار نے صرف مجھے یہ کام کرنے کا کہا ہے اگر میں نے تمھاری مدد لی تو وہ مجھے سزا دیں گے۔۔ نفیسہ اُس کے ہاتھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے کہتی ہے۔

ارے بی بی جی سرکار تو باہر گئے ہیں شام کو آیئے گے اب اُن کو کون بتائے گا کہ آپ نے کسی کی مدد لی۔۔۔ اب فریحہ اُسے تسلی دیتی ہے جب کے داؤد نے خود اُس سے نفیسہ کی مدد کرنے کو کہا ہوتا ہے۔۔۔ کیونکہ وہ اُسے تھوڑی مشکل میں دیکھ سکتا تھا۔۔

ہمم یہ بھی ہے چلو ٹھیک ہے لیکن اُسے پتہ نہ چلے۔۔۔ نفیسہ اسے آنکھیں چھوٹی کرتے کہتی ہے۔

پکی بات ہے بی بی جی فریحہ مرنا منظور کر سکتی ہے لیکن راض باہر نہیں نکال سکتی۔۔ فریحہ اکڑتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

اُس کی بات سن نفیسہ کو بھی دلی خوشی ہوتی ہے اور دل کا ادھا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔۔۔

فریحہ اور کام کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے جبکہ نفیسہ سامنے پڑے ٹیبل کی طرف گئ تھی اُسے سب سے آسان کام اُس ٹیبل پر پڑے شوپیس کو صاف کرنا لگا تھا۔۔ آخر خود کو کافی سمجھدار جو سمجھتی تھی۔

آں۔۔۔۔۔ شوپیس کو صاف کرتے ایک شیشے سے بنا شوپیس نفیسہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے گرتا ہے۔۔۔ جس پر اُسکی چینچ نکلتی ہے۔۔۔ اُسے ڈر شوپیس ٹوٹنے کا نہیں بلکہ شو پیس اُس کے پاؤں پر لگنے کا تھا جس پو وہ چینخی تھی۔۔۔

کیا ہوا بی۔۔بی۔۔ج۔۔فریحہ اور مونا بھاگ کر اُس کے پاس آتی ہیں جب فریحہ کہتے کہتے شو پیس کو گرا دیکھ بڑی بڑی آنکھیں نکال سامنے زمیں پر ٹکڑوں میں پڑے شو پیس کو دیکھتے چپ ہو جاتی ہے۔۔۔فریحہ اور مونا کے پاؤں کے نیچے سے تو زمیں ہی جیسے کسی نے کھینچ لی ہو۔۔۔ وہ شو پیس کو ٹوٹو ہوا دیکھ ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہیں اور پر سر پر آئے پسینے کو صاف کرتی ہیں۔۔اور جلدی سے نفیسہ کے پاس جاتی ہیں۔۔

بی بی جی یہ کیا کر دیا آپ نے۔۔۔فریحہ اُسے دیکھ پھر شو پیس کو دیکھتے کہتی ہے۔۔

فکر نہیں کرو فریحہ میرا پاؤں بچ گیا شکر ہے اللہ کا۔۔نفیسہ سانس باہر کو تیزی سے خارج کرتے کہتی ہے

بی بی جی پاؤں کا نہیں باجی شو پیس کا کہہ رہی ہیں۔۔یہ شو پیس سرکار کو بے حد پیارا تھا۔۔ہائے اللہ آج تو قیامت ائے گی اس حویلی میں۔۔مونا اُسے دیکھ تیزی سے کہتی اپنا سر پکڑ لیتی ہے۔

قیامت سے بھی کوئی بڑی آفت ہے تو وہی آنے والی ہے مونا۔۔۔فریحہ وہیں زمیں پر بیٹھی شو پیس کو دیکھتے کہتی ہے۔

کیا ہو گیا کیا قیامت لگا یا ہوا ہے۔۔اُن دونوں کو ایسا کہتے سن داؤد نے اونچی اور سخت آواز میں کہا تھا۔۔جس پر نفیسہ کو تو جھٹکا لگا ہی تھا لیکن فریحہ اور مونا کا جسم کانپنے لگ گیا تھا اُنھیں تو کچھ ں ظر ہی نہیں آ رہا تھا آنکھوں سے۔۔

وہ۔۔وہ چھوٹے سرکار وہ۔۔مونا اُسے اپنے طرف آتا دیکھ ڈرتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

کیا وہ وہ بولو بھی کچھ۔۔۔زبان کاٹ لی ہے کیا کس نے؟؟ داؤد اُس کے پاس آتے کہتا ہے۔۔

جس پر وہ اپنی آنکھیں نیچے کر لیتی ہے۔۔

تم بتاؤ فریحہ۔۔۔۔وہ مونا کو ایسے چپ ہوتا دیکھ غصے سے فریحہ کی طرف دیکھ کہتا ہے جب ایک دم ٹوٹے شوپیس کو دیکھ فریحہ کے ہ پر کو لمبا لے جاتا ہے۔۔اور اُس شوپیس کو دیکھ اُسکی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔۔۔

کس نے کیا یہ۔؟؟؟اہ غصے سے فریحہ اور مونا کی طرف منہ کرتے چینخا تھا۔۔

میں پوچھ رہا ہوں کس نے کیا یہ سب کس کی جرات ہوئی یہ کرنے کی۔۔۔؟؟وہ اُن دونوں کو خاموش دیکھ غصے سے بولا تھا۔۔

س۔۔سرکا۔۔رو۔۔ہ۔۔بکو بھی۔۔۔جلدی کرو۔۔فریحہ کانپتے ہوئے کہہ ہی رہی ہوتی ہے جب داؤد غصے سے اُسے دیکھ کہتا ہے

مجھ سے ٹوٹ گیا۔۔۔فریحہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی نفیسہ اُس سے کہتی ہے۔

واقعی؟؟داؤد اُسکی بات سن فریحہ کو دیکھ پوچھتا ہے۔۔انداز ابھی بھی خطرناک تھا۔

ج۔۔جی س۔۔رکا۔۔۔ر۔۔۔فریحہ کانپتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔جس پر داؤد اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔۔

ٹھیک ہے پھر سزا ملے گی لے کر آؤ اسے۔۔۔داؤد آنکھیں بند کیے ہوئے کہتا ہے۔۔جس پر فریحہ اور مونا اُسے جھٹ سے دیکھتے ہیں۔

کس بات کی سزا آپ شکر کریں میرا پاؤں بچ گیا۔۔۔اُسکی بات سن نفیسہ آڑتے ہوئے بولتی ہے۔۔۔

اوہ ریلی۔۔۔ اُسکی بات سن داؤد ایک دم آنکھیں کھول اُسے دیکھ دانت پیستے کہتا ہے۔

جی ہاں۔۔۔ نفیسہ نظریں چراتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

ٹھیک ہے چلو پھر۔۔۔ داؤد اُسکے پاس جاتے اُسکا ہاتھ زور سے پکڑے اُسے اپنے ساتھ لیجاتے ہوئے کہتا ہے۔

یہ کیا کر رہے ہو۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔ میں نے کہا چھوڑو۔۔۔ نفیسہ اپنی کلائی کو دوسرے ہاتھ سے چھڑواتے ہوئے داؤد کے پیچھے کھینچتی ہوئی آتی کہتی ہے۔۔ لیکن اُسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہوتا وہ اُسے پکڑے اپنے ساتھ کیچن میں لے جاتا ہے۔۔۔ اور تیزی سے اُسکا ہاتھ پکڑا اپنے سامنے کرتا ہے۔۔ جس پر وہ چھوٹی سی لڑکی کسی پتنگ کی طرح مڑ کر اُس کے سامنے آجاتی ہے۔

پاؤں کو کچھ نہ ہونے کا ڈر تھا ناں لو اب۔۔۔ داؤد سامنے پڑے کونے میں سے ایک گلدان اُٹھاتے کہتا اُس کے پاؤں پر گرا دیتا ہے۔۔ جس پر وہ چینخ مارتی ہے اور اپنے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔۔۔

کچھ دیر پاؤں پر کچھ ناں لگنے پر وہ آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولتی ہے لیکن سامنے داؤد نہیں ہوتا۔۔ وہ قینسے سامنے آئے بالوں کو پیچھے کرتے جلدی سے ادھر اُدھر دیکھتی ہے اور پھر نیچے دیکھتی ہے جہاں داؤد اُس گلدان کو پکڑے ایک ٹانگ کو نیچے رکھ بیٹھا ہوتا ہے۔۔۔ جو اُس کے پاؤں سے تھوڑا سا ہی اُپر ہوتا ہے۔۔

اُس کا دل دو سو کی سپیڈ سے دھڑک رہا ہوتا ہے اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی یہ کیا ہوا اُس کے ساتھ۔۔ اُسے ایسے ہقابقا دیکھ وہ گلدان اُٹھائے کھڑا ہو جاتا ہے۔۔

تو میڈم یہ سزا تو مجھے پسند نہیں آرہی مطلب اس میں میرا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔۔۔ پھر دینے سے کیا ہو جائے گا۔۔ خیر صفائی کرو اُس جگہ کی اور تب تک میں تمھاری سزا سوچ لوں۔۔ داؤد اُسے دیکھ سختی سے کہتا گلدان کو سامنے رکھ کہتا کچن سے باہر چلا جاتا ہے۔۔ نفیسہ تو وہیں بت بنی کھڑی رہتی ہے۔۔۔

◈◈◈

بندر کہیں کا نا جانے کیا سمجھتا ہے خود کو۔۔۔ وہ روتے ہوئے شوپیس کے ٹکڑے اُٹھاتے داؤد کو کہہ رہی ہوتی ہے۔۔

ایک بے جان چیز ہی تو ہے ٹوٹ گئی تو کیا ہو گیا۔۔۔ غلطی سے ہی ٹوٹی ہے کونسا جان بوجھ کر کیا ہے۔۔۔ وہ اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے کہتی ہے۔

اے بھنڈی سی لڑکی۔۔ اُپر آو۔۔۔ اُسے نیچے صفائی کرتا دیکھ وہ اُپر سے آواز لگاتا ہے۔۔

صفائی کر لوں ؟؟؟ وہ غصے سے لیکن روتے ہوئے کہتی ہے۔۔ جس پر داؤد کی ہنسی نکل جاتی ہے۔۔۔

چھوڑو صفائی والی اماں آکر بات سنو میری۔۔۔ وہ پھر سے سختی سے کہتا ہے۔۔۔ جس پر وہ اُسکی طرف غصے سے دیکھ ہاتھ میں پکڑے کچرے کو وہیں پھینک اُپر کو تیزی سے جاتی ہے۔۔۔

کیا۔ کیا مسئلہ ہے تمھیں۔۔۔ نفیسہ اُسکی طرف آتے غصے سے کہتی ہے۔۔۔ کیونکہ اُسے اُس پر غصہ کرنے والی بات بہت بری لگی تھی نا جانے کیوں۔۔۔

مسئلہ مجھے نہیں تمھیں ہے کیونکہ رو میں نہیں تم رہی ہو۔۔۔ وہ اُسے روتا دیکھ آنکھیں گھماتے کہتا ہے۔۔۔

میری مرضی میں روؤں یا ہنسوں۔۔۔نفیسہ اپنے ناک کو مسلتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

آئی لو یو۔۔۔داؤد گھورتے ہوئے نرمی سے کہتا ہے۔۔

ٹھیک۔۔۔نفیسہ اُسکو نرم پڑتا دیکھ مڑ کر جانے لگتی ہے جب ایک دم داؤد اُسکا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔۔۔

سزا پوری کر کے جاو۔۔۔۔داؤد اُسے روکتے کہتا ہے۔۔

میرا ہاتھ چھوڑیں اور ک۔۔ون سی سزا۔۔۔نفیسہ ایک دم مڑتے ہوئے کہتی ہے۔۔

جو میں نے کہا اُس کا جواب دینا تمھاری سزا ہے۔۔۔جلدی سے سزا پوری کرو۔۔داؤد اُسے سنجیدگی سے کہتا ہے۔۔

میں نہیں بولوں گی۔۔۔نفیسہ منہ بناتے کہتی ہے۔۔دیکھو کہنا تو تمھیں پڑے گا۔۔آخر کار سزا ہے۔۔کوئی بھی قیدی سزا پوری کیے بغیر کبھی قید سے باہر نکلا ہے بھلا؟؟ وہ اُس کے جواب پر سنجیدگی سے کہتا ہے۔۔

کچھ بھی کر لیں میں نہیں بولوں گی۔۔وہ غصے سے کہتی پھر سے جانے لگتی ہے لیکن اس بار ہاتھ پکڑنے کے بجائے داؤد اُسے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لیتا ہے۔۔۔

یہ کیا کر رہے ہو تم اُتارو مجھے۔۔۔وہ غصے سے کہتی ہے اور چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے۔۔داؤد کے سخت سینے پر مارنے لگتی ہے۔

اب یا تو آئی لو یو کا جواب دو یا بیوی بننے کے لیے تیار ہو جاو۔۔وہ اُسے اُٹھائے کہتا ہے۔۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں جواب دیتی ہوں اب مجھے اُتار دیں خدارا۔۔۔ نفیسہ جلدی سے کہتی ہے۔۔

ہمم من تو نہیں کر رہا لیکن جواب بھی تو سننا ہے۔۔۔ جس پر کہتے اُسے نیچے اُتارتا ہے۔۔۔ جس پر نفیسہ سکون کا سانس لیتی ہے۔۔

اوکے لو یو ٹو۔۔۔ نفیسہ منہ بنائے غصے سے کہتی جلدی سے مڑتی ہے۔۔ جس پر وہ پھر اُسکا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔۔۔

اب کیا مسئلہ ہے۔۔۔ وہ مڑتے اُکتا جانے والے انداز میں کہتی ہے۔

یار کوئی ء پیار نام کی بھی چیز ہوتی ہے کوئی مٹھاس ہی نہیں اس جواب میں۔۔۔ داؤد اُسے دیکھ آہستہ سے کہتا ہے۔۔

اب کیا میں چینی ملا کر دوں تمھیں۔۔۔ وہ غصے سے اُسے بڑی بڑی آنکھیں نکال کر دیکھتے کہتی ہے۔

چینی نہیں پیار ڈالو۔۔ اس بار وہ بھی طنزاً انداز میں بولا تھا۔۔۔

اُفففف لو یو ٹو۔۔۔ اس بار اُس نے ہر لفظ الگ الگ کر کے اور آرام سے بولا تھا۔۔۔

ہمم۔۔۔ اُسکا جواب سن داؤد ایک آئی برو اُٹھائے کچھ سوچتے کہتا ہے۔۔

اب جاؤں میں؟؟؟ وہ غصے سے بولی تھی۔۔۔

مزہ نہیں آیا بلکل بھی لیکن چلو گزارا کر لیتا ہوں۔۔۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے کہتا ہے۔۔۔

شکریہ۔۔۔ جس پر وہ طنزاً کہتی چلی جاتی ہے اور وہ اُسکی پیٹھ کو دیکھتا رہتا ہے۔۔۔

◈◈◈

رات کو وہ اُس کے کمرے کا دروازہ کھول ایک چور نظر اُس کے بیڈ پر ڈالتا ہے لیکن اُسے وہاں نہ پاکر وہ دروازہ کھول اندر جاتا ہے اور اُسے ادھر اُدھر تلاش کرنے لگتا ہے۔۔۔ کمرے کو واش روم میں نہ پاکر وہ جلدی سے باہر کو بھاگتا ہے۔۔

یہ کیا نیا ڈرامہ ہے تمھارا۔۔۔ وہ اُسے اپنے کمرے کے بجائے فریحہ اور مونا کے کمرے میں نیچے زمین پر بستر بیچھائے لیٹا دیکھ غصے سے پوچھتا ہے جس پر فریحہ اور مونا جھٹ سے اُٹھتے اپنا دوپٹا سر پر کرتی ہیں۔۔

کیا ڈرامہ ؟؟ آپ لے خود ہی تو مجھے دو آپشن دیۓ بیوی اور ملازمہ کا جس میں سے میں نے ملازمہ کا چنا۔۔ اور وہی بن کے رہ رہی ہوں۔۔۔ پھر کس بات پر اتنا بھڑک رہے ہیں۔۔۔ وہ اُسے ایسے غصہ کرتے دیکھ کہتی ہے۔۔

اوہ اتنی اکڑ۔۔۔ اُسے دیکھ داؤد حیرت سے کہتا ہے۔۔

آکڑ کی بات نہیں چھوٹے سرکار۔۔۔ جو آپشن چنا اُسی پر قائم رہنا کہتے اسے۔۔ وہ آکڑتے ہوۓ کہتی ہے جس کی بات داؤد کو دل میں چبھی ہوتی ہے۔۔۔ "چھوٹے سرکار"۔۔۔ یہ لفظ اُس کے منہ سے سن اُس کا دماغ گھوما تھا اور آنکھیں لال ہو گئی تھیں۔۔۔ اور وہ غصے سے نفیسہ کی طرف بڑھا تھا اور اُس کے ہاتھ سے پکڑے تیزی سے اُسے اپنے ساتھ لے جانے لگا تھا۔۔۔

اور نفیسہ بھی چپ چاپ اُس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی تھی کیونکہ وہ بھی اُس وقت اکڑ میں تھی۔۔۔

بڑا سوق ہے تمھیں ملازمہ کی طرح رہنے کا نا؟؟ تو یہاں کچن میں سویا کرو۔۔۔ خبردار جو کسی کمرے میں نظر آئی۔۔۔ اُس کو اپنے سامنے لاتے اُس نے شہادت کی انگلی دیکھائے کہا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ جس پر نفیسہ بھی اکڑتے کہتی زمین پر بنا بستر کے لیٹ جاتی ہے۔۔۔ اُس کے ایسا کرنے پر داؤد کو غصہ تو اچھا خاصا آتا ہے لیکن وہ خود تک رکھتے تیزی سے اُپر چلا جاتا ہے۔۔۔

ایک دن سوئے گی تو عقل آجائے گی۔۔۔ اپنے کمرے کا دروازہ زور سے بند کرتے وہ غصے سے بولا تھا اور بیڈ پر آتے اُس نے سگریٹ نکال پی تھی۔۔۔

◈◈◈

تیز بارش جو کچن میں لگی کھڑک سے اندر آرہی تھی بجلی جو خوفناک آواز میں آسمان پر گرجتے زمین پر روشنی کر رہی تھی۔۔۔ جس کی آواز نفیسہ کے جسم کو کانپنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھوں میں لپیٹ وہ خود کو سنبھال رہی تھی۔۔۔ ماربل کے فرش پر لیٹ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔۔۔ اوپر سے بجلی کی گرج اُسکی جان لے رہی تھی۔۔۔

اُسکے دانت ایک دوسرے پر لگ آواز نکال رہے تھے۔۔۔ اُسے نیند تو دور دور تک نہیں آرہی تھی۔۔۔

جہاں اُسے نیند بارش کی وجہ سے نہیں آرہی تھی وہاں داؤد سگریٹ پر سگریٹ پیتے اُس کے لیے نہیں سو رہا تھا۔۔۔

◈◈◈

پوری رات نہ تو سردی کی وجہ سے نفیسہ سوئی تھی اور نہ ہی داؤد اُسکی وجہ سے سویا تھا۔۔۔

سورج کی روشنی دونوں کو نظر آنے لگی تھی جس پر داؤد نیچے کچن کی طرف بھاگ گیا تھا جبکہ نفیسہ وہیں بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔

نفیسہ نفیسہ اُٹھو ناشتہ بناؤ صبح ہو گئی ہے۔۔۔ وہ بہانے سے اُسے اُٹھانے لگتا ہے لیکن وہ ویسے ہی پڑی رہتی ہے۔۔۔

نفیسہ بہت ہو گیا سونا اب اُٹھو۔۔۔ وہ اُس کے تھوڑے اور پاس جاتے سخت آواز میں کہتا ہے جس پر نفیسہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔

نفیسہ میں نے کہا اُٹھ جاؤ۔۔۔ سمجھ نہیں آ رہی بات؟؟ اب کی بار اُس نے اُس کے بازو سے پکڑے کہا تھا جس پر وہ بے جان سی اُسے محسوس ہوئی تھی۔

نفیسہ؟؟ نفیسہ؟؟ کیا ہو گیا تمھیں اُٹھو دیکھو ایسا مذاق نہیں پسند مجھے اُٹھو جلدی۔۔۔ اس بار اُس کا سر اپنی گود میں رکھ اُسکے ہاتھ ملتے اُس نے التجا والے انداز میں کہا تھا۔۔۔

فریحہ۔ مونا۔۔۔ وہ زور سے چینخا تھا جس پر وہ دونوں سو کی سپیڈ سے بھاگ کر آئیں تھیں۔۔۔

جی سرکار۔۔۔ سر جھکائے وہ تیزی سے بولیں تھیں۔۔۔۔

دیکھو نفیسہ کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔ میرے کہنے پر بھی نہیں اُٹھ رہی اُٹھاؤ اسے۔۔۔ وہ نرم انداز میں نم آنکھوں سے بولا تھا۔۔۔

سرکار لگتا بی بی جی کو ٹھنڈ لگ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی ہیں۔۔۔ مونا جلدی سے نفیسہ کے پاس آتے اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے۔

راجہ سے کہو ڈاکٹر کو کال کرو۔۔۔ وہ جلدی سے اُسے گود میں اُٹھائے اُپر کمرے کی طرف لیجاتے کہتا ہے۔۔ جس پر وہ جلدی راجہ کو کہنے کے لیے ہاں میں سر ہلاتی ہیں۔۔۔

◈◈◈

اوہو اس میڈم کو تو اچھا خاصہ بخار ہے۔۔۔ اُس کی کلائی پر ہاتھ رکھ ڈاکٹر کہتا ہے۔۔۔

ڈاکٹر مہربانی ہو گی اگر آپ میری بیوی کا ہاتھ چھوڑ دیں۔۔۔ اُس کے کلائی پکڑنے پر داؤد زہریلی نظر ڈاکٹر پر ڈال کہتا ہے اُسے بہت غصہ آ رہا تھا اُس ڈاکٹر پر اسے تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔ اپنی بیوی کی کلائی کو کسی اور کے ہاتھ میں دیکھ کر۔۔۔

داؤد اگر تمھیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو چیک اپ خود کر لیتے۔۔۔ مجھے نہ بولاتے۔۔ ڈاکٹر بھی طنزاً بولا تھا اُسے داؤد کی بات نے غصہ دلایا تھا۔۔

دیکھو ڈاکٹر مجھے بتاو جہاں بھی ہاتھ لگا کر چیک اپ کرنا ہے میں آپ کو بتا دونگا پھر آپ میڈیسن لکھ دینا میری بیوی کو انگلی بھی لگائی تو بہت برا ہو گا۔۔ اس بار وہ صحیح غصے والے انداز میں بولا تھا۔۔

اس کے ہاتھ کو مسلنا ہے لیکن وہ آپ نہیں کر سکیں گے مجھے ہی کرنا ہو گا۔۔۔ ڈاکٹر بھی اب ضد میں آ کر کہتا ہے۔۔ جس پر داؤد سامنے والی کرسی سے اُٹھ کر تیزی سے آتے اُس کا کالر پکڑ لیتا ہے۔۔

تیری ہمت بھی کیسے ہوئی ایسا سوچنے کی۔۔۔ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال وہ غصے سے بولا تھا۔۔۔

سرکار چھوڑ دیں وہ بی بی جی کو چیک کرنے آیا ہے ایسے تو بی بی جی ٹھیک نہیں ہو نگی۔۔۔ اُس کے ایسا کرنے پر راجہ جلدی سے اُس کے پاس آتے کہتا ہے۔۔

راجہ تم لیڈی ڈاکٹر نہیں بولا سکتے تھے۔۔؟؟ ڈاکٹر کا کالر پکڑے اُس نے ساتھ کھڑے راجہ کو لال آنکھوں سے دیکھ غصے سے بولا تھا۔۔

وہ۔۔ سر۔۔ کار لیڈی ڈاکٹر فلحال فری نہیں تھیں تو ایمر جنسی میں ان کو بولا لیا۔۔۔ وہ نظریں جھکائے کہتا ہے۔۔

جس پر وہ اُس کا کالر چھوڑ دیتا ہے۔۔ ڈاکٹر اپنا حلیہ درست کرتے نفیسہ کی طرف جاتا ہے اور اُس کے ہاتھ جو زور زور سے مسلنے لگتا ہے۔۔۔ جس پر داؤد دوسری طرف منہ کیے اپنی مٹھیاں زور سے بند کر لیتا ہے۔۔۔

کچھ ہی دیر میں انھیں ہوش آجائے گا میں میڈیسن لکھ رہا ہوں کھانے کے بعد دے دیجیئے گا اُس سے ان کا بخار ختم ہو جائے گا۔۔ اُس کے ہاتھ کو نیچے رکھتے وہ ایک سلیپ بناتے کہتا ہے۔

سلیپ کو پکڑے راجہ ڈاکٹر کو باہر تک چھوڑنے چلا جاتا ہے۔۔۔

فریحہ فریحہ۔۔ وہ غصے سے لال ہوتے آواز لگاتا ہے۔۔ جی سرکار۔۔ وہ کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیتی ہے۔۔

گرم پانی اور روئی لے کر آو۔۔۔ وہ اُسی انداز میں کہتا نفیسہ کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔۔۔

جس پر وہ دونوں بھاگ کر پانی گرم کرنے چلی جاتی ہیں۔۔۔

اور داؤد اُس سوئی ہوئی کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اُسے دیکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔۔۔

◈◈◈

یہ لیں سرکار۔۔۔وہ اُسے نیم گرم پانی کا باؤل پکڑاتے کہتی ہے اور دوسری ساتھ ہی روئی رکھ دیتی ہے۔۔۔

روئی کو پانی میں ڈبو کر وہ ڈاکٹر کے پکڑے ہوئے ہاتھ کو صاف کرنے لگتا ہے۔۔۔

سرکار یہ کیا کر رہیں ہیں۔۔۔ناچاہتے ہوئے بھی مونا سوال کر بیٹھتی ہے۔۔۔

اپنی بیوی کے ہاتھ سے کسی غیر مرد کے ہاتھ کا لمس مٹا رہا ہوں۔۔۔وہ اُس کے ہاتھ کو زور زور سے روئی سے رگڑتے کہتا ہے۔۔۔

سرکار بولنے کے لیے معذرت چاہتی ہوں لیکن زیادہ رگڑنے سے اُن کے ہاتھ پر جلن ہونے لگ جائے گی۔۔اُس پاگلوں کی طرح رگڑتے دیکھ فریحہ سر جھکائے بولی تھی۔۔۔

جب تک اُس کے ہاتھ کا لمس مٹ نہیں جاتا میں ایسے صاف کرتا رہوں گا۔۔۔تم دونوں اپنے کام سے مطلب رکھو جاو یہاں سے۔۔۔اُس کے ہاتھ کو رگڑتے وہ کہتا ہے۔۔جس پر وہ دونوں باہر کو چلی جاتی ہیں۔۔

کافی دیر رگڑنے کے بعد وہ اُس کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھ پیار کرتا ہے۔۔۔

تم میری ہو صرف میری تمھاری سانسوں پر تمھارے جسم پر تمھاری محبت پر صرف اور صرف داؤد بلوچ کا حق ہے۔۔۔

وہ اُس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیئے کہتا ہے۔۔۔

◈◈◈

آہستہ سے اپنی آنکھیں کھول وہ ادھر اُدھر دیکھتی ہے اُس کا سر کافی بھاری محسوس ہو رہا تھا۔۔ ساتھ ہی بیڈ کے تاج سے ٹیک لگائے وہ نیند کی وادیوں میں کھویا ہوا تھا۔۔

اُس کے چہرے کو آج اُس نے غور سے دیکھا تھا۔۔ وہ لمبی پلکیں۔ ماتھے پر بکھرے بال۔ ہلکی ہلکی داڑھی مونچھ۔ کھلا چہرہ۔۔۔ وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا نفیسہ کو شاید نکاح کی طاقت تھی جس نے ایک نامحرم کے بجائے محرم کے چہرے میں خوبصورتی دیکھانی شروع کر دی تھی۔۔۔

ہمم اتنا بھی برا نہیں ہے یہ۔۔۔ وہ اُسے سویا ہوا دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔ جب ایک دم رات والی بات یاد کر اُس کی مسکراہٹ غائب ہو جاتی ہے۔۔۔

بہت برا ہے ہاں بہت زیادہ۔۔۔ اب کی بار اُس نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔۔

بخار سے اُس کا جسم تپ رہا تھا۔۔ لیکن باہر سے آتی ہوئی ارحم کے رونے کی آواز نے اُس کا دل کھینچا تھا اور وہ بیڈ کی دوسری طرف سے اُترتے ارحم کے کمرے کی طرف جانے لگی تھی۔

ارحم کے کمرے میں کوئی بھی موجود نہ تھا ملازمہ کام میں مصروف تھیں۔۔ وہ بیڈ پر لیٹا اپنے ہاتھ پاؤں مارتے رو رہا تھا۔۔۔

اوہ میرے کیوٹ بوائے کیوں رو رہے ہو؟؟ وہ اُسے گود میں اٹھاتے مسکراتے ہوئے کہتی ہے اور اُسے اپنے سینے سے لگا لیتی ہے جس پر کچھ دیر کے بعد ہی ارحم سو جاتا ہے۔۔

ارے نیند آ رہی تھی۔۔۔ میٹھے کو۔۔ وہ اُسے سویا ہوا دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے اور بیڈ پر اُسے لیٹا کر خود بھی اُسے ہگ کر کے سو جاتی ہے۔۔۔

◈◈◈

اُس کی آنکھ کھولتے ہی وہ جھٹکے سے اُٹھ نفیسہ کو دیکھتا ہے جس کی خالی جگہ دیکھ وہ پریشان ہوتے تیزی سے باہر کو چلا جاتا ہے۔۔

کمرے سے گزرتے اچانک اُسے کی نظریں سامنے بیڈ پر ارحم کو گلے لا کر سوئی نفیسہ پر پڑتی ہے اور اُسے دیکھ وہ نسکرانے لگتا ہے آہستہ سے کمرے کے اندر آ کر وہ اُس سوئی ہوئی کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔

جب فریحہ کمرے میں آتے ایک دم سے کہتی ہے۔

سرکار کھانا تیار ہے۔۔۔

ہمم ایسا کرو اُپر ہی لے آو میں اور نفیسہ اکھٹے کھالیں گے اور راجہ جب میڈیسن لے کر آئے تو اُسے میری طرف بھیج دینا۔۔۔اپنی نظریں فریحہ کی طرف کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔۔۔

ج۔۔جی سرکار۔۔۔وہ سر جھکائے کہتی چلی جاتی ہے۔۔

نفیسہ۔۔۔نفیسہ۔۔۔کافی دیر سوچنے کے بعد وہ اُسکے کاندھے کو ہلاتے ہوئے اُٹھانے لگتا ہے۔

اُس کی آواز سن نفیسہ جان بوجھ سوئی رہتی ہے۔۔کیونکہ اُسے اُس پر غصہ تھارات کا اور وہ چاہتی تھی وہ انسان اُس کو نظر نہ آئے۔۔

نفیسہ میں کہہ رہا ہوں اُٹھ جاو۔۔۔اس بار انداز تھوڑا سخت تھا۔

کیا مسئلہ ہے نہیں اُٹھنا مجھے کیوں زبردستی اُٹھا رہے ہیں تمھاری وجہ سے میں وہاں سے یہاں آ گئی لیکن مجال ہو جو میرا پیچھا چھوڑا ہو تم نے۔۔۔وہ غصے سے چینختے اُٹھی تھی۔اُس کی آواز اور انداز دیکھ داؤد کو حیرت ہوئی تھی۔

یہ ابھی ڈاکٹر کہہ کر گیا تھا کے تم بیمار ہو۔۔۔مجھے تو دور دور تک تمھاری آواز سن ایسا کچھ بھی نہیں لگ رہا۔۔۔اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے وہ آئی بروز اٹھائے بولا تھا۔

جو بھی ہے مجھے نہیں کرنی تم سے کسی قسم کی کوئی بات اب مہربانی کر کے جاو یہاں سے۔۔۔۔ اور شکل مت دیکھانا مجھے اپنی۔۔۔ناجانے کس بات کا غصہ تھا جو وہ آج بہت ہی سخت انداز میں داؤد سے بات کر رہی تھی۔۔

اچھا تم چاہتی ہو میں چلا جاؤ اپنی شکل نہ دیکھاؤں ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا لیکن پہلے کھانا کھا کر میڈیسن لے لو۔۔۔۔اُسکی بیماری کا سوچ داؤد اُس کا بازوں پکڑے نرمی سے کہتا ہے۔

مجھے نہ کھانا کھانا ہے نہ ہی کچھ اور اگر تم میری نظروں سے دور ہو جاوگے تو مجھے سکون ملے گا۔۔۔اُس کا ہاتھ جھٹک وہ غصے سے بولی تھی۔۔۔

کہہ رہا ہوں ناں چلا جاؤں گا لیکن پہلے کھانا کھاو اور میڈیسن بھی۔۔۔وہ پھر اُس کا بازوں پکڑے کہتا ہے۔کچھ بولنے ہی لگتی ہے جب فریحہ دروازہ کھٹکھٹاتی ہے جس پر دونوں کی توجہ اُس طرف کی متوجہ ہوتی ہے۔۔۔

سرکار کھانا۔۔۔۔فریحہ دروازے پر کھڑی ہوتے کہتی ہے۔

آجاو۔اُپنی نظریں اُپر کرتے پیچھے کمر پر ہاتھ باندھتے وہ کہتا ہے جس کو سنتے فریحہ اندر آتے سامنے صوفوں کے پڑے ٹیبل پر کھانا رکھنے لگتی ہے۔۔۔اُس کے کھانا لگانے تک وہ دونوں چپ کر کے بیٹھے رہتے ہیں۔۔۔

سرکار میڈیسن بھی رکھ دی ہیں بی بی جی کی۔۔۔فریحہ کہتی ہے جس پر داؤد سر ہلاتا ہے اور وہ کمرے سے باہر کو چلی جاتی ہے۔

اُٹھو کھانا کھاو۔۔۔اُس کے جاتے ہی داؤد ایک بار پھر سے نفیسہ سے کہتا ہے۔

ایک بار کہاناں نہیں کھانا تو مطلب نہیں کھانا۔۔۔منہ بنائے وہ غصے سے بولی تھی۔

ٹھیک ہے پھر۔۔۔اُسے کہتے گود میں اُٹھائے وہ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

میں نے بولا نہیں کھانا تو نہیں کھانا زبردستی کیسے کھلا سکتے ہیں آپ۔۔۔اُس کے سینے پر مٹھیاں بنائے مارتے ہوئے غصے سے کہتی ہے۔۔۔

ایک ہاتھ کی مار ہو۔۔۔بلکہ ایک انگلی سے بھی اُٹھا سکتا ہوں تمھیں تو پھر کیا یہ تم مستیاں کرتی رہتی ہو۔۔۔اُسے اُٹھائے وہ مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

جس پر نفیسہ غصے سے اُسے دیکھتی ہے۔۔۔

اُسے صوفے پر بیٹھائے ایک ہاتھ سے اُسکے دونوں ہاتھ پکڑے دوسرے ہاتھ سے نوالہ توڑ اُسکی منہ کی طرف بڑھایا تھا۔جس پر اُس نے منہ کا رخ دوسری طرف کر لیا تھا۔

منہ کھولو۔۔۔نرمی سے اُس سے کہا۔

بلکل بھی نہیں۔۔۔!منہ دوسری طرف ہی رکھے وہ بولی تھی۔

میں نے کہا منہ کھولو۔۔۔اس بار غصے سے آنکھیں نکالتے بولا تھا جس پر اُس نے آہستہ سے تھوڑا سا منہ کھولا تھا۔۔۔جس میں اُس نے نوالہ مشکلوں سے ڈالا تھا۔۔۔

بولتے وقت تو منہ غار کی طرح کھل جاتا ہے تمھارا ایں نے جب بولا منہ کھولو تو تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔ اُس کے منہ کھولنے والی حرکت کو دیکھ وہ دوسرا نوالہ توڑتے ہوئے طنزاً بولا تھا۔۔۔

جس پر اُسکا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔۔

اب مشکل یہ تھی کے دوسرا نوالہ کیسے کھلایا جائے۔۔۔

سنو تم کہیں یہ سوچ کر تو منہ زیادہ نہیں کھول رہی کے تمھارے دانتوں میں کیڑے لگے ہوئے ہیں۔۔! داؤد نوالے کو اُٹھائے کہتا ہے۔

کیا کہا تم نے اس بار بڑا منہ کھول اُس نے غصت سے کہا تھا جس پر داؤد نے جلدی سے نوالہ منہ میں ڈال دیا تھا۔۔۔

یااللہ تیرا شکر۔۔۔ڈالتے ہی اُس نے کہا تھا۔۔

تم مجھے کھانا کھلانے کے لیے ایسا کہہ رہے تھے۔۔۔ اُسے دیکھ وہ کھاتے ہوئے بولی تھی۔

نہیں۔۔۔ مختصر جواب دیا تھا۔

تا پھر۔۔۔؟؟ نوالہ کھاتے ہی اُس نے حیرانگی سے دیکھتے پوچھا تھا۔

میں تو سچ ہی کہہ رہا تھا جب ایک تم نے کچھ کہنا چاہا تو میں نے جلدی سے نوالہ ڈال دیا تا کہ تمھاری چینخ نہ سن سکوں۔۔۔ سیریس انداز میں اگلہ نوالہ توڑتے وہ کہتا ہے۔

اس بار کچھ کہنے کے بجائے وہ خاموش ہو جاتی ہے۔۔اور چپ چاپ کھانا کھالیتی ہے۔۔۔

لو اب میڈیسن کھاؤ اور سو جاو۔۔ میڈیسن بڑھاتے وہ کہتا ہے۔

جس کو چپ چاپ وہ لے لیتی ہے اور داؤد پانی کا گلاس جگ سے بھرتے اُس کی طرف کرتا ہے جس کو پکڑے وہ میڈیسن لیتی ہے۔۔اور پانی پیتی ہے۔

چلو اب سو جاو۔۔۔ اُسے میڈیسن دیتے وہ کہتا ہے۔۔اب اُسے دلی سکون ملتا ہے۔

◈◈◈

رات کے آٹھ بجھ رہے تھے وہ لاونج میں بیٹھی ارحم کو گود میں لیئے کھیل رہی تھی۔۔جب سامنے سے داؤد باہر سے اندر آتا ہے۔۔

جس پر نفیسہ کی آنکھیں داؤد کو ایک بار دیکھتی ہیں اور پھر سے ارحم کی طرف ہو جاتی ہیں۔۔۔

آجاؤ شیما۔۔۔۔۔ تبھی داؤد کسی سے کہتا ہے جس پر نفیسہ دوبارہ اُسکی طرف دیکھتی ہے۔۔۔

داؤد کے کہتے ہی لمبہ پاؤں تک جاتی قمیض۔نیچے ٹراؤزر اور گلے میں دوپٹہ پہنے کھلے بالوں کو لہراتے ہاتھ میں بیگ پکڑے وہ اندر آتی ہے۔

جسے دیکھ نفیسہ کی آنکھیں باہر کو نکلنے لگتی ہیں۔۔ارحم کو اُٹھائے وہ ایک دم کھڑی ہو جاتی ہے

اوہ داؤد۔۔۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔۔داؤد کے پاس آتے ہی اُس کے بازو پر ہاتھ رکھتے وہ بولی تھی۔۔جس پر نفیسہ حیران رہ گئی تھی۔۔۔

سفر بھی تو کافی سارا کر کے ائی ہو۔۔۔ چلو تمھیں تمھارا کمرا دیکھا دیتا ہوں فریش ہو جاؤ پھر کھانا کھاتے ہیں۔۔ اُس کی بات سن داؤد اُس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے ہوئے کہتا آگے بڑھ جاتا ہے۔۔جس کے پیچھے ہی وہ چل دیتی ہے۔

اب کیسی طبعیت ہے تمھاری۔۔۔؟ اُپر کی طرف جاتے ہی اُس کی نظر سامنے صوفے کے کھڑی نفیسہ پر پڑتی ہے جس پر اُس کے قدم رکتے ہیں اور وہ اُسے دیکھ کہتا ہے۔

بنا کچھ کہے وہ ایک نظر اُس پر اور دوسری نظر شیما پر ڈالتی ہے جیسے پوچھنا چاہتی ہو کے یہ کون ہے۔۔

اوہ بیوٹی فل۔۔۔ کیا نام ہے تمھارا؟؟ تبھی داؤد کے کچھ کہنے سے پہلے شیما نفیسہ کو دیکھ مسکراتے ہوئے کہتی ہے

نفیسہ۔۔۔ ارحم کا سر کاندھے پر رکھتے وہ مختصر بولی تھی۔۔

نائیس نیم۔۔۔ یہ کون ہے داؤد۔۔۔ اُسے کہتے وہ جھٹ سے داؤد کی طرف دیکھ پوچھتی ہے۔

جس پر نفیسہ اکڑنے لگ جاتی ہے کیونکہ داؤد جب کہتا کے وہ اُسکی بیوی ہے تو داؤد سے لگی ساری امیدیں اُسکی ٹوٹ جاتی (یہ نفیسہ کا خیال تھا)

یہ؟؟ نفیسہ پر ایک نظر ڈالتے داؤد کہتا ہے۔

ہاں ڈارلنگ یہی۔۔۔ وہ پیار سے پولتی ہے جس پر نفیسہ اندر ہی تپ گئی ہوتی ہے۔ جس کے اثرات نفیسہ کے چہرے پر بھی نظر آنے لگتے ہیں جو داؤد نے دیکھ لیے ہوتے ہیں

ویسے تو میری بیوی ہے۔۔۔ کیونکہ نکاح میں ہے میرے لیکن بیویوں والا کوئی کام نہیں ہے اسکا۔ وہ اُسے دیکھ سنجیدگی سے کہتا ہے جس پر نفیسہ کی بڑی بڑی آنکھیں داؤد کی طرف جاتی ہیں جس کو دیکھ داؤد شیما کی طرف منہ کرتے مسکرانے لگ جاتا ہے جیسے وہ اُسے اگنور کر رہا تھا۔

ارے ایسا کیوں؟؟؟ منہ بناتے شیما کہتی ہے۔

کیونکہ محترمہ کو میرے ساتھ رہنا میری بیوی بننا پسند نہیں۔۔! خیر نہیں پسند تو ہم کیا ہی جر سکتے کل کو دوسری شادی کرلیں گے اب ساری زندگی ایسے تو نہیں گزار سکتے۔۔۔شرارتی انداز لیکن محسوس ناہونے دیا تھا اُس لہجے۔

دوسری نہیں تیسری۔۔۔اس بار غصے سے بھری نفیسہ بولی تھی۔ جس پر داؤد نے بڑی مشکل سے ہنسی کنٹرول کی تھی۔

اوہو داؤد تو کیا ہو گیا۔۔امریکہ میں بھی تو یہ نارمل ہوتا ہے زور نئ شادی کرنا اگر تم تین کرلو گے تو کون سا پہاڑ فرجائے گا۔۔۔ شیما جلدی سے داؤد کے پاس جاکر پیار سے کہتی ہے۔۔

ہاں دے ہی نہ دے کوئی اس بوڈھے کو اپنی بیٹی۔۔۔ اُس کی بات سن غصے سے پاؤں پٹختے وہ ارحم کو لے کر اُپر جاتے ہوئے منمنائی تھی۔۔۔ جس پر شیما کا تو منہ بن گیا تھا لیکن داؤد کو بہت ہنسی آرہی تھی۔۔

کیا کہہ رہی تھی۔۔ اُسے جاتے دیکھ شیما اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے

کچھ نہیں آو کمرہ دیکھاؤ تمھیں تمھارا۔ وہ اگے بڑھتے کہتا ہے جس پر شیما منہ بنائے اُس جے پیچھے چلنے لگتی ہے۔

◈◈◈

نفیسہ خاموشی سے بیٹھے بیڈ کی چادر کو انگلیوں سے سمیٹ رہی تھی۔ جیسے کسی الجھن میں ہو۔

ارحم اپنی معصوم نیند میں مسکرا رہا تھا۔اور وہ بس اسے تکے جارہی تھی۔

"کیا حال بنادیا ہے میرا۔۔" وہ بڑبڑائی۔

"ایک زبردستی کا رشتہ۔ جسے نبھانا بھی ہے۔ اور ماننا بھی نہیں۔ اور اوپر سے وہ شیما! جیسے گھر کی مہمان نہیں۔ ہمسایہ ملک کی دشمن ہو"!

دروازے پر ہلکی دستک ہوئی۔

"اب کون ہے؟ کوئی نئی آفت؟" وہ جھنجلا کر دروازے کی طرف بڑھی۔

دروازہ کھولا تو سامنے داؤد صاحب تھے۔ ہاتھ میں دودھ کا گلاس۔

"یہ کیا ہے؟ دودھ "نفیسہ نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

ارحم نے رات کا دودھ نہیں پیا۔ یہی دینے آیا ہوں۔

داؤد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ مگر آنکھوں میں شرارت چھپی تھی۔

نفیسہ نے گلاس لیتے ہوئے منہ بنایا۔ آپ کو میں نرس لگتی ہوں یا بچوں کی آیا؟

ایسی آیا تو قسمت والوں کو ملتی ہے۔ جو غصے میں بھی اتنی پیاری لگے۔

نفیسہ ہکا بکا اسے دیکھنے لگی۔

آپ مجھ پر لائن مار رہے ہیں؟

"لائن؟" داؤد نے معصومیت سے کہا۔ نہیں۔ صرف بیوی کو بیوی کہہ رہا ہوں۔

میں نے کب کہا میں بیوی ہوں؟ وہ تیوریاں چڑھا کر بولی۔

اچھا۔۔ تو پھر رات کو میرے ہی کمبل میں کیوں سوئی تھیں؟

داؤد نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔ آنکھوں میں واضح شرارت تھی۔

نفیسہ ایک دم بوکھلا گئی۔

وہ۔۔۔وہ سردی تھی! کمبل کوئی بھی ہو سکتا تھا!

اور جو نیند میں میرا بازو تھامے تھیں؟ وہ بھی سردی کی وجہ سے؟

نفیسہ شرمندگی سے کان کی لو تک سرخ ہو گئی۔

ارحم تھا۔ میں سمجھی وہ ہے۔

"اچھا۔ تو ارحم اتنا بڑا ہو گیا؟"

داؤد ہنستے ہوئے مڑا اور سیڑھیوں کی طرف چل پڑا۔

نفیسہ نے جلدی سے دروازہ بند کیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"یہ آدمی تو مجھے پاگل کر دے گا۔۔۔! ایک طرف اتنا رعب۔ اور دوسری طرف یہ ہنسی مزاح؟"

نیچے لاؤنج میں شیما بیٹھی تھی۔ موبائل ہاتھ میں تھا لیکن نظریں سیڑھیوں کی طرف۔

"کیا ہوا مسٹر داؤد؟ پھر بیوی نے ڈانٹا؟"

وہ شرارتی لہجے میں بولی۔

"نہیں۔ وہ تو بس تھوڑا سا خفا تھی۔۔۔ میں نے منا لیا۔"

"اوہ۔ آپ تو بڑے شوہر نکلے۔"

شیما نے ہنستے ہوئے کہا۔

داؤد مسکرا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"شیما۔ تمہیں پتہ ہے؟ نفیسہ کا غصہ بھی بہت کیوٹ ہوتا ہے۔"

شیما کی مسکراہٹ جیسے کسی نے چرا لی ہو۔

"کیوٹ؟ واقعی؟ پہلے تو تم کہتے تھے تمہیں غصہ برداشت نہیں۔"

"ہاں۔ پر جب وہ کرتی ہے تو دل کرتا ہے اور لڑائیں تاکہ وہ زیادہ بولے۔"

داؤد کی بات پر شیما کا چہرہ لٹک گیا۔

◈◈◈

دن ڈھل چکا تھا۔ نفیسہ ارحم کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن دماغ کہیں اور الجھا ہوا تھا۔ نیچے سے ہنسی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور ان میں ایک آواز۔۔۔ بہت جانی پہچانی۔ بہت ناگوار—— شیما کی۔

"پتہ نہیں کیا باتیں ہو رہی ہیں جو اتنا منہ کھول کے ہنڈہ جا رہا ہے۔

دل میں جیسے کوئی کانٹے دار شاخ اگ آئی ہو۔

چند لمحے بعد۔ دروازہ کھلا۔ داؤد اندر آیا۔ ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی۔ نظر ارحم پر گئی۔ پھر نفیسہ پر۔

"سو گیا؟"

نفیسہ نے کندھے اچکائے۔ "ہاں۔"

"تم نے کھانا نہیں کھایا؟"

"بھوک نہیں ہے۔"

داؤد خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر بولا:

"شیما بڑی دیر سے کہہ رہی تھی تم نیچے نہیں آئیں۔۔۔اُس نے خاص تمہارے لیے پاستا بنایا تھا۔"

نفیسہ نے فوراً تیکھے لہجے میں کہا۔

"تو اُسی کے ساتھ کھالیں۔ میری کمی کہاں محسوس ہوتی ہے تم کو۔"

داؤد نے مسکرا کے کہا۔

"باقی سب کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ صرف ایک کی نہیں ہوتی۔۔۔شاید وہ خود ہی پورے ہونے کا دعویٰ رکھتی ہے۔"

نفیسہ نے غصے سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"شیما سے اتنی باتیں کرتے ہوئے بڑی خوشی ہو رہی تھی تمھیں۔ اتنا تو شاید اپنی بیوی سے بھی نہیں کرتے ہوں گے"!

داؤد نے نرمی سے کہا۔

"بیوی تو وہ ہوتی ہے جو مانے کہ وہ بیوی ہے۔"

نفیسہ چپ ہو گئی۔ زبان کچھ بولنے کو تھی مگر دل رو کے بیٹھا تھا۔

"ویسے شیما نے کہا تم بہت خوبصورت لگ رہی تھیں آج۔"

نفیسہ نے سر جھٹک کر کہا۔

"اُس کی نظر اور باتیں دونوں ہی فضول ہیں۔ اور اگر تم کو وہ اتنی اچھی لگتی ہے تو شادی کر لیتے اُس سے۔"

داؤد نے بڑی سادگی سے کہا۔

"بس۔ کچھ لوگ چاہتے سب کچھ ہیں۔ پر دیتے کچھ نہیں۔"

نفیسہ کے دل میں ہلچل مچ گئی۔

"یہ جتا رہے ہیں مجھے؟ کہ میں۔۔۔ کچھ نہیں دیتی؟"

اب ضبط کی حد ہو چکی تھی۔

"بس کر دیں! ہر بات میں طنز۔ ہر جملے میں چبھن۔ میں تمھارے لیے کچھ محسوس نہیں کرتی۔ سمجھے تم؟ نہ ہی تمھاری شیما سے دوستی سے کوئی فرق پڑتا ہے مجھے"!

داؤد نے اسے گہری نظر سے دیکھا۔

"نہ فرق پڑتا ہے۔۔۔ نہ بھوک لگتی ہے۔ نہ سکون آتا ہے؟ یہ ضد ہے۔ یا محبت کا نقاب؟"

نفیسہ خاموش رہی۔ بس ارحم کے سوتے ہوئے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی رہی۔ مگر اندر سے دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

داؤد دروازے سے نکلتے ہوئے ہلکے سے مسکرایا۔

"شیما سے کہنا پڑے گا۔ تم پر اس کا اثر بڑا گہرا ہو رہا ہے۔"

دروازہ بند ہوا تو نفیسہ کی مٹھی سختی سے بند ہو گئی۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔ نہیں پڑتا نا؟"

مگر آنکھیں دھوکہ نہیں دیتیں۔ اور دل۔۔۔ وہ تو کب کا ہار چکا تھا۔

"شیما! کیا چیز ہے یہ؟ ہر وقت چپکی رہتی ہے۔۔۔ اور یہ بھی خوش ہو کے ہنستا ہے اُس کے ساتھ؟ جیسے کوئی۔۔۔ کوئی محبت ہو پرانی؟"

چند لمحوں بعد۔ داؤد اندر آیا۔ ہاتھ میں ٹرے تھی—اس پہ چائے اور بسکیٹ

"شیما نے کہا تمہیں پسند ہیں یہ۔ تو تمہارے لیے لے آیا۔"

نفیسہ نے ایک نظر ٹرے پر ڈالی۔ پھر اُس کے چہرے کی طرف۔

"شیما کو میری پسند کا کیسے پتہ؟ تم نے بتایا ہو گا۔ ہے نا؟"

داؤد نے ہلکا سا شریر سا انداز اپنایا۔

"ہاں۔ بتایا تو ہے۔۔۔ تمہاری ہر بات یاد رہتی ہے مجھے۔"

نفیسہ نے فوراً نظریں چرائیں۔

"مجھے تمہارے ہاتھ کی چیز نہیں چاہیے۔ لے جاؤ اپنی شیما کو کھلاؤ۔"

"اچھا؟ لیکن شیما نے تو یہ صرف تمہارے لیے بنوایا ہے۔"

"بند کرو یہ ڈرامہ نفیسہ نے غصے سے کہا۔" کیا خوش ہوتے ہو تم اُس کے ساتھ؟ جیسے تمہاری کوئی۔۔۔"—الفاظ حلق میں اٹک گئے۔

داؤد نے فوراً بات پکڑ لی۔

"جیسے میری کوئی۔۔۔ کیا؟ بولو نا۔ تم تو صاف گو ہو۔ نفیسہ۔"

نفیسہ نے آنکھیں تیکھی کر لیں۔

"بہت پرواہ کرتی ہے ناں وہ تمھاری۔۔۔

"ہاں۔ کرتی ہے وہ میری care ۔ تم تو بس۔۔۔ زخم دیتی ہو۔ اور پھر پوچھتی بھی نہیں۔"

نفیسہ کا دل دہل گیا۔۔۔ مگر زبان پر قابو تھا۔

"زخم؟ جو زبردستی کسی کی زندگی میں آجائے۔ تو پھر زخم ہی دیا جاتا ہے اُسے۔

داؤد ہلکا سا جھک کر اُس کے قریب آیا۔

"اور جو زبردستی دل میں آجائے؟ اُس کا کیا کریں؟"

نفیسہ نے سانس روکے خود کو سنبھالا۔

"تمہیں ہر بات میں مزاق سوجھتا ہے نا؟ جاؤ۔ اپنی شیما کے ساتھ بیٹھو۔ ہنسی خوشی رہو۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

داؤد نے ٹرے وہیں رکھ دی۔

"فرق تو پڑ رہا ہے۔ نفیسہ۔ ورنہ میری باتوں پہ تمہاری آنکھیں یوں نہیں چمکتیں۔"

وہ مڑ کر جا چکا تھا۔ مگر نفیسہ کی نظریں دروازے پر جمی تھیں۔

"فرق۔۔۔ واقعی پڑتا ہے۔۔۔ پر مانوں گی کبھی نہیں"!

◈◈◈

نفیسہ کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ دل میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ وہ خود کو بار بار یہی تسلی دے رہی تھی کہ داؤد کی باتوں کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن دل کا کیا تھا؟ وہ تو خود ہی بار بار کہہ رہا تھا کہ فرق پڑتا ہے۔ اور نفیسہ کی آنکھوں میں اس فرق کا اعتراف تھا۔

شیما کی مسکراہٹ۔ داؤد کے ہنسی مزاح میں ملوث ہونے کی باتیں۔ اور پھر وہ سارے لمحے جن میں نفیسہ نے اپنے دل میں ایک عجیب سا احساس محسوس کیا تھا—یہ سب کچھ پیچیدہ ہو چکا تھا۔ وہ کچھ نہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر الفاظ ہمیشہ کی طرح حلق میں اٹک جاتے۔

نفیسہ نے پھر ایک گہری سانس لی۔ اور خود کو کسی طرح تسلی دینے کی کوشش کی۔ پھر دل میں ایک خیال آیا—"شاید یہ سب کچھ میرے اپنے دل کا ہی کھیل ہے۔" مگر دل کی آواز ہمیشہ تھوڑی کمزور ہوتی تھی۔ اور اسی کمزوری کے سبب نفیسہ نے اکثر اپنی حقیقت کو چھپایا تھا۔

◈◈◈

کمرے میں دروازہ کھلا اور داؤد اندر آیا۔ ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح اپنے چہرے پر ایک خاص مسکراہٹ لیے ہوئے تھا۔

"تم ابھی تک سو نہیں پائی؟" داؤد نے نرم لہجے میں پوچھا۔ جب اس نے نفیسہ کو جاگتے ہوئے دیکھا۔ نفیسہ نے اس کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اور پھر سر جھکا لیا۔ "نیند نہیں آئی۔ بس کچھ سوچ رہی تھی۔"

"کیا سوچ رہی ہو؟" داؤد نے کاغذات ٹیبل پر رکھتے ہوئے سوال کیا۔ اس کا انداز اب ذرا مختلف تھا۔ جیسے وہ نفیسہ کی ذہنی حالت کو سمجھنا چاہتا ہو۔

نفیسہ نے ایک لمحے کے لیے اپنی نظریں اس کے چہرے پر ڈالی اور پھر سر جھکا لیا۔ "کچھ نہیں۔ بس۔۔۔ زندگی کا حساب کتاب۔"

"زندگی کا حساب؟" داؤد نے کھل کر ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر تم حساب کتاب کرنے بیٹھو گی تو تمھیں میری موجودگی اور شیما کی موجودگی میں فرق بھی نظر آئے گا۔"

نفیسہ کی نظریں ایک لمحے کے لیے تیز ہوئیں۔ لیکن پھر وہ چپ رہی۔

"تمہیں فرق نہیں پڑتا؟" داؤد نے مزید پوچھا۔

نفیسہ کا دل دھڑکنے لگا۔ مگر وہ خود کو مضبوطی سے سنبھالے رہی۔ "نہیں۔۔۔ نہیں پڑتا۔"

"لیکن نفیسہ۔ تمہیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ کچھ فرق پڑتا ہے۔ تم مجھ سے کچھ نہ کچھ امید رکھتی ہو۔ ورنہ تمہاری آنکھوں میں یہ سوالات کیوں ہوتے؟" داؤد نے اس کے قریب آکر کہا۔

نفیسہ کی سانس رک گئی۔

"تمہیں فرق نہیں پڑتا؟" داؤد نے دوبارہ سوال کیا۔

نفیسہ کی آنکھوں میں غصہ اور جذبات کا طوفان تھا۔ لیکن وہ خاموش رہی۔ اس نے نظریں جھکا لیں اور دھیرے سے کہا۔ "نہیں۔ مجھے فرق نہیں پڑتا۔"

"یہ تمہاری ضد ہے یا حقیقت؟" داؤد کی آواز میں گہرا سوال تھا۔

نفیسہ نے اپنی آنکھوں میں آنے والے اشکوں کو روکتے ہوئے کہا۔ "یہ حقیقت ہے۔ میں تم سے کچھ بھی نہیں محسوس کرتی۔"

داؤد نے اس کی باتوں پر ایک لمبی خاموشی اختیار کی۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "تم جانتی ہو۔ نفیسہ۔۔۔ کبھی کبھی انسان اپنے ہی دل کی آواز سے بے خبر رہتا ہے۔"

رات کے سناٹے میں ایک اور دروازہ کھلا۔ اور ارحم کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ نفیسہ نے اس کی آواز کو سن کر نظریں اٹھائیں۔ اور وہ لمحے کی تلخی کچھ کم ہوئی۔ ارحم کی معصومیت۔ اس کی مسکراہٹ۔ یہ سب کچھ اس کی زندگی میں ایک اور رنگ بھرتا تھا۔

لیکن دل میں ایک سوال تھا۔ "کیا یہ سب کچھ حقیقت ہے؟ یا صرف میں اپنی کمزوری کو حقیقت بنا رہی ہوں؟"

داؤد کا چہرہ۔ اس کی مسکراہٹ۔ شیما کے ساتھ اس کا تعلق۔ یہ سب اس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سوچتی تھی کہ اس کا رشتہ داؤد سے اس قدر پیچیدہ کیوں ہو گیا تھا۔ شاید اس کے دل میں کچھ جذبات تھے جو وہ خود بھی نہیں سمجھ پائی تھی۔

مگر وہ خود کو یقین دلا رہی تھی۔ "میں اس رشتہ کی حقیقت کو تسلیم نہیں کروں گی۔"

"تمہارے دل کا گہرا راز کیا ہے۔ نفیسہ؟" داؤد کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اور نفیسہ کے دل میں ایک اور دریا کی طرح طوفان اٹھا۔

◈◈◈

کمرے میں غروب کی روشنی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ اور نفیسہ اپنے ذہن میں الجھی ہوئی تھی۔ اُس کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ دل میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ ایک طرف وہ خود کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی کہ داؤد کے ساتھ شیما کی بڑھتی ہوئی قربت کا

کوئی فرق اس کے جذبات پر نہیں پڑنا چاہیے۔ لیکن دل کی گہرائیوں میں ایک عجیب سی بے چینی سر اُٹھا رہی تھی۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور داؤد اندر آیا۔۔

"نفیسہ۔ میں شاپنگ پر جا رہا ہوں۔ تم بھی چلنا چاہو گی؟" داؤد نے نرم لہجے میں پوچھا۔

نفیسہ نے فوراً سر اٹھایا اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا۔ "نہیں۔ مجھے نہیں جانا۔ کچھ ضروری کام ہیں۔"

داؤد نے اُسے غور سے دیکھا۔ جیسے اُس کے جواب میں کچھ چھپ کر رہ گیا ہو۔ پھر۔ اس نے ہنس کر کہا۔ "پر شیما تو جا رہی ہے۔ تم دونوں کو ساتھ چلنا چاہیے تھا۔" اس نے شیما کا ذکر اس طرح کیا جیسے وہ محض ایک معمولی بات ہو۔ لیکن نفیسہ کے دل میں ایک انجانی سی چبھن اُٹھی۔ جیسے کچھ بُرا ہونے والا ہو۔

"شیما؟" نفیسہ نے اپنی آواز میں کوئی خاص جذبہ نہیں رکھا۔ بس سرد لہجے میں کہا۔ "تو تم دونوں جا رہے ہو؟"

"ہاں۔ شیما نے کہا تھا کہ وہ کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ تمہیں بھی ساتھ لے چلیں۔ مگر اگر تمہیں مناسب نہ لگے تو کوئی بات نہیں۔" داؤد نے مزید وضاحت دی۔ اور اس کے لہجے میں کوئی ایسی خاص بات تھی جو نفیسہ کی توجہ کو کھینچ رہی تھی۔

نفیسہ نے داؤد کے چہرے کو ایک لمحے کے لیے بغض و بے قراری سے دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ۔ شیما کے ساتھ اس کا بے تکلف انداز۔ یہ سب کچھ نفیسہ کے دل میں ایک طوفان کی طرح اُٹھ رہا

تھا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہوئی تیزی سے بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں بھی چلوں گی۔ ارحم کے لیے کچھ چیزیں لے آؤں گی۔"

داؤد نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور مسکرادیا۔ "ارحم کے لیے؟ اچھا فیصلہ ہے۔"

نفیسہ نے اندر ہی اندر گہری سانس لی۔ اس کا دل اور دماغ ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ خود کو دھوکہ دے رہی ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ فیصلہ صرف ارحم کے لیے نہیں۔ بلکہ اپنے اندر کے اضطراب کو دبانے کے لیے کیا ہے۔

"میں صرف ارحم کے لیے جا رہی ہوں۔ داؤد اور شیما کے بارے میں کچھ نہیں سوچ رہی ہوں۔" اس نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ مگر حقیقت میں وہ جانتی تھی کہ اس کا دل کچھ اور کہہ رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ داؤد کے سامنے شیما کے ساتھ اس کی ہنسی مذاق اور مسکراہٹ میں کچھ ایسا نظر آئے جو وہ خود بھی نہیں سمجھ پاتی تھی۔

◈◈◈

شاپنگ مال جانے کے لیے گاڑی تیار ہو چکی تھی۔ اور داؤد نے اپنی گاڑی کی چابی نکالی۔ وہ شیما کے ساتھ جا رہا تھا۔ اور نفیسہ۔ جو پہلے ہی دل میں بے چینی محسوس کر رہی تھی۔ گاڑی کے پاس کھڑی تھی۔

"چلیں۔ نفیسہ!" داؤد نے کہا۔ اور شیما تیزی سے گاڑی کے فرنٹ سیٹ کی طرف بڑھی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اور وہ پوری تیز رفتاری سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ جیسے وہ پہلے سے جانتی ہو کہ یہ اس کا حق ہے۔

نفیسہ کی نظر شیما پر پڑی اور اس کا دل تیز دھڑکنے لگا۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور گہری سانس لی۔ شیما کا فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا جیسے نفیسہ کے اندر ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ ایک معمولی بات ہو سکتی ہے۔ مگر نفیسہ کے دل میں ایک جلتی ہوئی چبھچاہٹ اُٹھی۔

ایک غصے کی نظر داؤد پر ڈالی تھی جو پہلے سے شیما کو دیکھ رہا تھا وہ خود بھی اُسکی اس حرکت پر حیران تھا۔

اوہ نفیسہ ڈارلنگ کیوں کھڑی ہو بیٹھ جاو۔۔۔ نفیسہ کو داؤد کی طرف گھورتے دیکھ شیما کہتی ہے۔

اُس کے ایسا کہنے پر نفیسہ دانت پیسے ہوئے داؤد کو دیکھتی ہے جو معصوم سا منہ بنا لیتا ہے۔۔

داؤد بیٹا آج تو۔ تو گیا۔۔۔ دل میں بڑبڑاتے وہ نفیسہ کو دیکھ رہا تھا۔

پاؤں پٹختے وہ پیچھے کا دروازہ زور سے کھول کر بیٹھی تھی۔۔ جس کی حرکت پر داؤد دل ہی دل مسکرا دیا تھا۔

داؤد نے گاڑی کی چابی گھمائی اور پھر شیما کی طرف ایک لمحے کے لیے دیکھا۔ اس کی نظر میں کچھ ایسا تھا جو نفیسہ نے فوراً محسوس کیا۔ داؤد نے سرگوشی کی طرح کہا۔ "تمہارا فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا مجھے ذرا عجیب لگا۔"

شیما نے داؤد کے الفاظ پر مسکرا کر کہا۔ "بس۔ یہی جگہ خالی تھی۔ اور میں جلدی میں تھی کیوں کیا ہوا؟" کیا بات ہے داؤد؟" شیما نے داؤد کو بے تکلفی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم تو بہت خاموش ہو گئے ہو۔ کہیں کچھ تو نہیں؟"

داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ کچھ نہیں۔ بس یہی سوچ رہا تھا کہ کبھی کبھار فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا کچھ عجیب لگتا ہے۔ لیکن تمھیں تو اس میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ داؤد نے طنزاً کہا لیکن محسوس نہیں ہونے دیا۔

جی جی بہت۔۔۔ ویسے تم کیا لینے جا رہی ہو نفیسہ۔۔۔! داؤد کو جواب دے کر شیما نفیسہ سے سوال کرتی ہے جو کب کی غصے سے بھری بیٹھی ہوتی ہے۔

میں تو بس ارحم کے لیے کچھ چیزیں لینے جا رہی ہوں۔" نفیسہ نے کہا۔ اور پھر خود کو گھیرنے والی بے چینی کو دبانے کی کوشش کی۔

"ارحم کے لیے؟" شیما نے سوالیہ انداز میں نفیسہ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "کیا تمھیں ہمیشہ ارحم کا ہی خیال رہتا ہے؟"

نفیسہ نے سر جھکا کر کہا۔ "ہاں۔ وہ بچہ بہت معصوم ہے۔ اس کے لیے کچھ خریدنا اچھا لگتا ہے۔"

ہاں بچہ ہی اچھا لگتا ہے اُس کے باپ نے تو لگتا خون کیا ہے کسی کا جو وہ زرہ سا نہیں بھاتا۔۔۔ داؤد نفیسہ کی بات سنتے ہوئے آہ بھرتے کہتا ہے کیونکہ وہ اُسے تنگ کرنا چاہتا تھا۔

بچے کا باپ بچہ تھوڑی ہے؟ جو بھائے اور ویسے بھی بچے کے باپ کی بھانے والی کوئی حرکتیں نہیں۔۔۔! نفیسہ بھی غصے سے لال ہوتے لیکن نا ظاہر کرنے والے انداز میں کہتی ہے۔

ہاں ہاں صحیح جا رہی ہو۔۔۔ داؤد نفیسہ کی بات سن ٹھنڈی آہ بھرتے کہتا ہے۔

◈◈◈

شاپنگ مال کی پارکنگ میں گاڑی رکی تو نفیسہ نے ایک گہری سانس لی۔ راستے بھر وہ چپ رہی تھی۔ اور شیما کی باتیں جیسے پس منظر میں شور بن کر رہ گئی تھیں۔ داؤد نے ایک دو بار بات کرنے کی کوشش کی۔ مگر نفیسہ کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ہر لفظ کے ساتھ اپنی حد کھینچ رہی ہو۔

"ارحم کیوں نہیں آیا تمہارے ساتھ؟" داؤد نے ایک لمحے کے لیے پارکنگ میں رکتے ہوئے پوچھا۔

نفیسہ نے دھیرے سے کہا۔ "اسے نیند آ گئی تھی۔ اور ویسے بھی۔۔۔ اسے یہاں لانے کا دل نہیں کیا۔"

شیما نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ ویسے بھی چھوٹے بچوں کو ان جگہوں پر لانا تھوڑا مشکل ہوتا ہے۔ وہ بور ہو جاتے ہیں۔ ہے نا داؤد؟"

داؤد نے ایک نظر نفیسہ پر ڈالی۔ جو خاموشی سے سیٹ بیلٹ کھول رہی تھی۔

"لیکن ارحم خوش ہوتا اگر آ جاتا۔" داؤد نے جیسے خود سے کہا۔

نفیسہ نے نظریں چرائیں۔ اُسے ارحم کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا مسکرانا۔ بے ساختہ باتیں کرنا۔۔۔ ان سب کی جگہ اب ایک عجیب سی خاموشی تھی۔

"چلو۔ چلیں۔ جلدی سے خریداری ختم کر لیں تاکہ واپسی پر ارحم کے پاس زیادہ دیر نہ ہو۔" نفیسہ نے تھوڑا سخت لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

شیما نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "واہ۔ کتنا پیار ہے ارحم سے۔ کاش کوئی مجھے بھی ایسے یاد کرے۔"

نفیسہ نے اُس کی بات کو نظرانداز کیا اور آگے بڑھ گئی۔

◈◈◈

مال کے اندر جاتے ہی شیماد کانوں کی جانب لپکی۔ جیسے اُسے موقع ملا ہوا اپنی پسند کی چیزیں خریدنے کا۔ داؤد اُس کے ساتھ ہولے ہولے قدم رکھ رہا تھا۔ مگر اُس کی نظریں اکثر نفیسہ کی طرف اٹھ جاتیں۔ جو ایک فاصلے پر خاموشی سے چل رہی تھی۔

نفیسہ نے ایک اسٹور کے پاس رک کر بچوں کے کپڑے دیکھنے شروع کر دیے۔ وہ اپنے دل کو کسی نہ کسی مصروفیت میں الجھا کر داؤد اور شیما کی موجودگی کو نظرانداز کرنا چاہتی تھی۔

"یہ شرٹ ارحم پر بہت اچھی لگے گی۔" اُس نے نرمی سے خود سے کہا اور کپڑا ہاتھ میں لیا۔

پیچھے سے داؤد کی آواز آئی۔ "واقعی۔ یہ رنگ اُس پر جچے گا۔ تمھیں واقعی پتا ہے کیا چیز اُس کے لیے بہتر ہے۔"

نفیسہ نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ داؤد قریب آ چکا تھا۔ اور اُس کی آواز میں خلوص تھا۔ شوخی نہیں۔

"میں ماں نہیں ہوں۔ مگر دل سے چاہتی ہوں کہ اُس کا ہر لمحہ خوشی سے بھرپور ہو۔" نفیسہ نے پہلی بار نظریں ملا کر کہا۔

داؤد کی آنکھوں میں ایک نرم سی روشنی اُبھری۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو۔ مگر پیچھے سے شیما کی آواز آ گئی۔ "داؤد! یہ والی گھڑی دیکھو ذرا۔ کیسی لگ رہی ہے؟"

وہ لمحہ ٹوٹ گیا۔

نفیسہ نے کپڑا واپس ریک پر رکھا اور کہا۔ "میں یہ لے لیتی ہوں۔ پھر چلتے ہیں۔"

◈◈◈

برینڈڈ اسٹور کے اندر۔ شیما ایک مہنگی سی جیکٹ ہاتھ میں لیے آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔

"داؤد۔ دیکھو نا۔ یہ کلر تو مجھے بہت سوٹ کر رہا ہے۔ ہے نا؟" اُس نے نخرا دکھاتے ہوئے جیکٹ پہن لی اور گردن تھوڑا ٹیڑھی کر کے داؤد کی طرف دیکھا۔

داؤد نے سرسری سی نظر ڈالی۔ "ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔"

نفیسہ جو تھوڑا فاصلے پر بچوں کے سیکشن میں مصروف تھی۔ آہستہ سے چلتی ہوئی اُن کے قریب آئی۔ وہ شیما کو اوپر سے نیچے تک دیکھ کر بولی:

"شیما جی۔ آپ تو جیکٹ میں اتنی ڈھکی چھپی جا رہی ہیں۔ کہیں آپ کو پہچاننا مشکل نہ ہو جائے۔"

شیما ہنسی۔ "اوہ نفیسہ! اتنا طنز؟ میں تو سمجھی تھی آپ خاموش طبع ہیں۔"

نفیسہ کی آنکھوں میں چمک آئی۔ "بس کبھی کبھی کچھ چیزیں اتنی نمایاں ہو جاتی ہیں کہ خاموشی بھی بولنے لگتی ہے۔"

داؤد نے نفیسہ کو دیکھا۔ یہ پہلی بار تھا کہ وہ کسی کے سامنے اتنے اعتماد سے بولی تھی۔

شیما نے انداز بدلتے ہوئے کہا۔ "چلیں۔ داؤد۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں چاہتی ہوں آپ میری چوائس میں ہیلپ کریں۔"

نفیسہ نے فوراً کہا۔ "بہتر ہو گا آپ سیلز مین سے مشورہ کر لیں۔ وہ پروفیشنل بھی ہے اور۔۔۔ فارغ بھی۔"

شیما کا چہرہ پل بھر کو زرد پڑ گیا۔ مگر وہ مصنوعی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "اوہ۔۔۔ آپ واقعی بہت دلچسپ ہو گئی ہیں۔ نفیسہ۔"

نفیسہ نے نرم مگر گہری نظروں سے کہا۔ "بس کچھ باتیں وقت سکھا دیتا ہے۔۔۔ اور کچھ لوگوں کا رویہ۔"

داؤد ایک پل کو خاموش رہا۔ مگر اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی ـــــ جیسے وہ نفیسہ کی باتوں کو اندر سے سراہ رہا ہو۔

◈◈◈

"یہ۔۔۔ یہ نفیسہ ہے؟"

وہ کچھ لمحے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتا رہا۔ دل نے فوراً پہچان لیا تھا مگر دماغ ابھی تک تذبذب کا شکار تھا۔ "نہیں۔۔۔ شاید میری آنکھیں دھوکہ دے رہی ہیں۔۔۔ یہ وہ کیسے ہو سکتی ہے؟"

لیکن جوں جوں نظروں کا فوکس واضح ہوتا گیا۔ حقیقت کا پردہ سرکتا گیا۔

"نہیں۔۔۔ یہ وہی ہے۔۔۔ نفیسہ"!

اس نے زیر لب کہا۔ جیسے کسی بھاری سچائی کو ماننے پر مجبور ہو رہا ہو۔ وہ سچ جس سے وہ خود کو کئی لمحوں سے بچا رہا تھا۔ اب آنکھوں کے سامنے زندہ کھڑا تھا۔

ایک پل کے لیے جیسے وقت تھم گیا۔ اس کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔ دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو گئیں۔ اور سانس لینا بھول گیا۔

اس کا دل چاہا کہ وہ دوڑ کر جائے۔ اس کے سامنے کھڑا ہو۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھے——

"کیوں گئی تھی؟

وہ بھاگا۔ قدم بے اختیار اٹھے جیسے کسی کشش نے جکڑ لیا ہو۔۔۔ لیکن——

اچانک داؤد۔ پرسکون اور باوقار چال میں آ کر نفیسہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔

اس کے قدم جیسے زمین سے جڑ گئے۔

آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ دل جیسے ایک لمحے کو رک سا گیا۔

"داؤد۔۔۔؟"

وہ منظر ناقابلِ یقین تھا——نفیسہ۔ اور داؤد۔۔۔ ساتھ۔

اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ جیسے اندر کہیں بہت کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا ہو۔ وہ جسے اپنا یا تھا۔ جسے چاہا تھا۔ وہ آج کسی اور کے ساتھ کھڑی تھی——پُراعتماد۔ خاموش۔ اور مکمل۔

اس کے اندر ایک شور اٹھا۔ لیکن وہ باہر بالکل خاموش تھا۔ لب بند۔ دل چور۔ آنکھیں ویران۔

وہ کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا۔

پھر آہستہ سے پیچھے مڑا۔ چہرہ جھکا لیا۔

اور خاموشی کے سائے میں خود کو چھپاتا وہاں سے چلا گیا۔

◈◈◈

شاپنگ مال سے واپسی پر——کار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

شیمانے کئی بار بات کرنے کی کوشش کی۔ لیکن داؤد نے مختصر جواب دیے اور نظریں سڑک پر جمائے رکھیں۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی نفیسہ خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس کی خاموشی میں اب ایک ٹھہراؤ اور خود اعتمادی تھی۔

شیمانے آخر کار کہا۔ "داؤد۔ تم آج کچھ چپ چپ سے لگ رہے ہو۔۔۔ سب ٹھیک ہے؟"

داؤد نے مختصر جواب دیا۔ "ہاں۔ بالکل ٹھیک۔"

شیمانے پھر کوشش کی۔ "ویسے نفیسہ تو آج کافی بولڈ ہو گئی ہیں۔۔۔ شاپنگ کا ماحول ہی کچھ ایسا تھا شاید؟"

داؤد نے پہلی بار آئینے میں نظریں اٹھا کر نفیسہ کو دیکھا۔ اور مدھم سا مسکرایا۔ "کبھی کبھی خاموش لوگ بھی بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔۔۔ صحیح وقت پر۔"

شیما کا دل جیسے دہل گیا۔ داؤد کے لہجے میں وہ نرمی تھی جو وہ ہمیشہ اپنے لیے چاہتی تھی۔ مگر آج وہ کسی اور کے لیے تھی۔

گھر پہنچ کر:

داؤد نے دروازہ کھول کر نفیسہ کو اترنے کا اشارہ دیا۔ وہ حیرت سے رُکی۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ داؤد نے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔

"آپ کے لیے شاپنگ تھکانے والی رہی ہو گی۔ آرام کر لیجیے گا۔" داؤد نے نرم لہجے میں کہا۔

نفیسہ کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لیے تاکہ مسکراہٹ ظاہر نہ ہو۔ بس سر ہلا کر اندر چلی گئی۔

شیما پیچھے رہ گئی—پہلی بار۔ حقیقت اس پر کھلنے لگی تھی۔

نفیسہ صرف داؤد کی بیوی نہیں۔اس کے دل کا سکون بھی تھی۔

◈◈◈

شہر کی گلیوں میں رات کا سناٹا تھا۔ لیکن داؤد اور راجہ دونوں پر سکون تھے۔گاڑی کی ہلکی آواز اور تھوڑی سی چمکدار روشنی انہیں اس طرف لے جا رہی تھی جہاں وہ کچھ ضروری سامان لینے کے لیے جا رہے تھے۔گاڑی کی رفتار مدھم تھی۔اور دونوں خاموش تھے۔جیسے کسی اہم کام کی طرف بڑھ رہے ہوں۔

راجہ۔تمہیں لگتا ہے کہ یہ سب کچھ معمول کی طرح چل رہا ہے؟داؤد نے گاڑی کی رفتار تھوڑی کم کرتے ہوئے پوچھا۔

راجہ نے گاڑی کی سامنے والی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔سرکار۔ہمیشہ احتیاط ضروری ہے۔حالات کبھی بھی بدل سکتے ہیں۔

داؤد نے سر ہلایا اور گاڑی پھر سے تیز کر دی۔وہ شہر کے سنسان علاقے کی طرف بڑھ رہے تھے۔جہاں ان کو کچھ سامان ملنا تھا۔

لیکن اچانک۔ایک طرف سے دو کاروں نے ان کا راستہ روک لیا۔داؤد نے فوراً گاڑی کا رخ بدلا اور اسے ایک طرف کر لیا۔تاکہ وہ باہر نکل سکیں۔لیکن اس سے پہلے۔چند نقاب پوش مردوں نے ان کی گاڑی کا گھیراؤ کر لیا۔

راجہ۔تیار رہنا۔یہ اچھا نہیں لگ رہا،داؤد نے تیز آواز میں کہا۔اور گاڑی کی دروازہ کھول دیا۔

راجہ نے فوراً اپنا ہتھیار نکالا۔ اور دونوں باہر نکل آئے۔ لیکن اس دوران ایک دشمن نے بے رحمی سے گولی چلائی۔ جو داؤد کے کندھے میں جا کر لگی۔

سرکار! راجہ کی آواز میں خوف تھا۔ اور وہ فوراً داؤد کے قریب پہنچا۔

داؤد نے تکلیف میں سسک کر خود کو سنبھالا۔ اور کہا۔ کچھ نہیں ہو گا۔ راجہ۔ بس جلدی سے لڑو۔ ہمیں انہیں روکنا ہے!

داؤد کی آنکھوں میں غصہ اور عزم تھا۔ اور وہ اپنی تکلیف کو نظرانداز کرتے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھا۔ اس کا خون بہہ رہا تھا۔ لیکن وہ لڑنا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ راجہ نے بھی اپنی بندوق تیز کر دی اور دشمنوں پر حملہ کر دیا۔

داؤد کو ایک اور گولی لگنے والی تھی۔ مگر راجہ نے فوراً اسے بچا لیا اور دونوں دشمنوں سے گھر گئے۔ وہ دونوں مل کر دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن داؤد کا جسم خون سے آلودہ ہو چکا تھا۔

راجہ۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا! داؤد کی آواز مدھم تھی۔ مگر اس کے اندر لڑنے کا حوصلہ تھا۔ اس نے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ بس جلدی کر!

راجہ نے داؤد کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔ سرکار۔ آپ کو اسپتال لے جانا ہو گا۔ نہیں تو خون زیادہ بہہ جائے گا!

داؤد نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ پھر کہا۔ نہیں۔ پہلے ان دشمنوں کو ختم کرنا ہے۔

دشمنوں کا غصہ بڑھ چکا تھا۔ اور وہ دونوں پر شدید حملہ کر رہے تھے۔ لیکن داؤد اور راجہ نے یکجا ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ آخر کار۔ کچھ دیر کی لڑائی کے بعد۔ دشمن پیچھے ہٹ گئے اور دونوں کو موقع ملا کہ وہ وہاں سے نکل سکیں۔

راجہ نے داؤد کو سہارا دے کر گاڑی کی طرف لے جانے کی کوشش کی۔ اس کی حالت بہت بگڑ چکی تھی۔ لیکن داؤد کا عزم تھا کہ وہ دشمنوں کو چھوڑے گا نہیں۔

◈◈◈

ہسپتال کی سفید روشنیاں رات کے اندھیرے میں کچھ زیادہ ہی چبھ رہی تھیں۔ ہر طرف ایک اضطراب۔ ایک بے چینی۔ ایک خاموش جنگ سی چل رہی تھی۔ ایمرجنسی وارڈ کے دروازے دھڑاک سے کھلے اور راجہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ داؤد کا لہو سے تر جسم بازوؤں میں تھا۔

ڈاکٹر۔۔۔! فوراً کوئی ڈاکٹر۔۔۔! اُس کی آواز میں ایک بے بسی تھی جو شاید برسوں میں پہلی بار اس کی زبان پر آئی تھی۔

نرسیں اور ڈاکٹرز تیزی سے قریب لپکے۔ اسٹریچر کھینچ کر داؤد کو اس پر لٹایا گیا۔ داؤد کی آنکھیں بند تھیں۔ سانسیں مدھم اور ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر زخموں کی خراشیں۔ اور بازو سے بہتا خون۔ سب کچھ راجہ کی روح تک کو جھنجھوڑ رہا تھا۔

سرکار۔۔۔ کچھ بولیں نا۔۔۔ آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ راجہ کے لب کپکپا رہے تھے۔ وہ داؤد کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا جیسے اس کی گرفت چھوڑ دی تو وہ بکھر جائے گا۔

آپ پیچھے ہٹیں۔ ہمیں کام کرنے دیں! نرس کی سخت آواز پر راجہ نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن نظر اس کی اب بھی داؤد پر جمی ہوئی تھی۔

آپریشن تھیٹر کے دروازے بند ہوئے۔اور راجہ دیوار کے ساتھ پیچھے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔اُس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ جیسے زندگی اس کے اندر سے کسی نے کھینچ لی ہو۔

اللہ۔۔۔میرے سرکار کو کچھ نہ ہو۔۔۔میں ان کے بغیر کچھ بھی نہیں۔۔۔اس کی سرگوشی جیسے رات کے سناٹے میں گونج گئی۔

اس کے ہاتھوں اور قمیض پر داؤد کا خون لگا ہوا تھا۔وہ اپنے زخم بھول چکا تھا۔ بازو سے بہتا خون اسے دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ مگر نرس کی توجہ اُس پر بھی پڑی۔

آپ کو بھی چوٹ لگی ہے۔ پلیز آئیں۔ ہم پٹی کریں۔

مجھے کچھ نہیں ہوا۔۔۔پہلے اُن کا علاج کریں۔۔۔راجہ کی آنکھوں میں سرخی ابھری۔

سر۔ وہ اندر ہیں۔ڈاکٹرز دیکھ رہے ہیں۔تب تک آپ بھی اپنا علاج کروائیں۔ ورنہ انفیکشن ہو جائے گا۔

راجہ کچھ لمحے خاموش رہا۔ پھر بوجھل قدموں سے پٹی کروانے چلا گیا۔ جیسے اُس کے قدموں میں جان ہی نہ ہو۔

پٹی کرواتے ہوئے اُس کی نظریں مسلسل اس دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں جہاں داؤد تھا۔ ہر لمحہ۔ ہر سانس اُس کے لیے قیمتی تھی۔ داؤد صرف اُس کا آقا نہیں تھا۔اُس کا سایا تھا۔اُس کی زندگی تھی۔اور آج وہ سایا موت سے لڑ رہا تھا۔

راجہ کی آنکھیں نم تھیں۔ مگر وہ رو نہیں رہا تھا۔۔۔کیونکہ اُسے داؤد نے سکھایا تھا کہ مرد میدان آنسو نہیں۔ ارادے بہاتے ہیں۔

کچھ دیر بعد ایک نرس آئی۔ سر۔ پیشنٹ کی حالت اسٹیبل ہے۔ گولی نکال دی گئی ہے۔ لیکن خون کافی بہہ چکا ہے۔ ہوش میں آنے میں کچھ وقت لگے گا۔

یہ سن کر جیسے راجہ کی روح میں جان آئی۔ اُس نے دیوار سے ٹیک ہٹا کر سیدھے ہو کر کھڑا ہونا چاہا۔ مگر تھکن سے لڑکھڑا گیا۔

نرس نے سہارا دیا۔ آپ آرام کریں سر۔ وہ محفوظ ہیں اب۔

راجہ نے ایک طویل سانس لی۔۔۔ جیسے کئی لمحوں سے رکی سانس واپس آئی ہو۔

بس۔۔۔ سرکار ہوش میں آجائیں۔۔۔ پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ اُس کی زبان پر یہ جملہ بار بار آرہا تھا۔

ہسپتال کی راہداری میں اس وقت صرف خاموشی۔ سفید روشنی۔ اور راجہ کے دل کی بے چینی تھی۔

◈◈◈

اسپتال کے کمرے میں ہلکی مدھم روشنی جل رہی تھی۔ سفید بستر پر لیٹے داؤد کے چہرے پر نقاہت صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بازو میں ڈرِپ لگی ہوئی تھی۔ اور کندھے پر پٹی بندھی تھی جہاں گولی لگی تھی۔

راجہ کمرے کے ایک کونے میں کھڑا۔ خاموشی سے اس کی حالت کا جائزہ لے رہا تھا۔ دل ابھی تک بے چین تھا۔ لیکن چہرے پر ضبط کی ایک تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے داؤد کو دیکھ رہا تھا جب اچانک داؤد کی انگلیوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔

سرکار۔۔۔ راجہ فوراً اُس کے پاس آیا۔ اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

داؤد کی پلکیں لرزیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ کچھ دھندلا سا دکھائی دیا۔ مگر جیسے ہی اس نے راجہ کی صورت پہچانی۔ لب ہولے سے ہلے۔

اسے۔۔۔ کچھ نہ کہنا۔۔۔

راجہ تھوڑا قریب ہوا۔ کیسے سرکار؟

داؤد نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں۔ پلکوں پر نمی چمک رہی تھی۔

"میری بیوی۔۔۔ نفیسہ۔۔۔ اُسے خبر نہ ہو۔۔۔ کہ میں۔۔۔ زخمی ہوں۔"

راجہ نے لب بھینچ لیے۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔

جی سرکار۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔۔۔ اسے کچھ نہیں پتا چلے گا۔ راجہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ یہ وہ شخص تھا جو سخت جان۔ سخت دل۔ اور زبان پر شاذونادر ہی کسی کا نام لاتا تھا۔ مگر ہوش میں آتے ہی پہلا لفظ اُس کی بیوی کا تھا۔۔۔ جس سے وہ اکثر روٹھا روٹھا سا رہتا تھا۔

اگر پوچھے تو۔۔۔ کہنا۔۔۔ کسی کام سے گیا تھا۔۔۔ رات دیر سے آئے گا۔۔۔ داؤد کی آواز میں کمزوری تھی مگر لہجہ اب بھی وہی حکم والا تھا۔

راجہ نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ جی سرکار۔۔۔ جیسے آپ حکم کریں۔۔۔

داؤد نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ شاید جسم کمزور تھا۔ لیکن دل کسی اور کی فکر میں مصروف تھا۔

راجہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔۔

محبت چھپی ہو۔ یا چھلک پڑے۔۔۔ لیکن جب خطرہ ہوتا ہے نا۔ تو سب کچھ عیاں ہو جاتا ہے سرکار۔۔۔ بی بی جی سے آپ کی چاہت بھی۔۔۔

وہ زیرِ لب مسکرایا۔ اور داؤد کے ماتھے پر پسینہ صاف کرنے لگا۔

کمرے میں پھر سے خاموشی چھاگئی۔ مگر راجہ کا دل اب ہلکا ہو چکا تھا۔ داؤد ہوش میں آگیا تھا۔۔۔ اور اس نے پہلا خیال نفیسہ کا کیا تھا۔

◈◈◈

اسپتال کی نیم تاریک راہداریوں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دیوار سے ٹیک لگائے راجہ۔ فون ہاتھ میں لیے کچھ سوچوں میں گم تھا۔ داؤد اندر بیڈ پر نیم بے ہوشی کی حالت میں لیٹا تھا۔ مگر ہوش آتے ہی اس نے جو سب سے پہلا نام لیا تھا۔ وہ صرف ایک تھا—"نافیسا۔"

راجہ کے دل میں عجیب سی کسک اٹھی تھی۔ داؤد ہمیشہ سخت لہجے اور خاموش مزاج والا انسان تھا۔ لیکن آج اس کی آواز میں صرف ایک عورت کا درد اور فکر جھلک رہی تھی۔

تبھی اس کا فون بجا—اسکرین پر "فریحہ" کا نام جگمگا رہا تھا۔

السلام علیکم راجہ بھائی۔۔۔

وعلیکم السلام فریحہ۔ خیریت؟

دوسری جانب سے فریحہ کی دبی دبی گھبرائی آواز سنائی دی۔

بی بی جی تو منع کر رہی تھیں۔ کہ نہ بتاؤں۔۔۔ لیکن اُنہوں نے بار بار پوچھا کہ سرکار واپس کیوں نہیں آئے؟

راجہ نے گہرا سانس لیا۔

دیکھ فریحہ۔ ہم ایک ضروری کام سے شہر آئے ہیں۔ صبح تک ان شاءاللہ واپس آ جائیں گے۔ بی بی جی کو کہنا پریشان نہ ہوں۔

ابھی راجہ کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ اچانک دوسری طرف سے مدھم مگر واضح آواز سنائی دی —— جیسے کوئی دانستہ آہستہ بول رہا ہو مگر چاہتا ہو کہ سنا جائے

نہ آئیں تو بہتر ہے۔۔۔

راجہ کے چہرے پر الجھن سی چھا گئی۔ اور وہ فوراً چونک اٹھا۔

فریحہ ؟ یہ بی بی جی نے کہا؟

فریحہ نے گھبرا کر ایک لمحہ توقف کیا۔ پھر آہستہ سے کہا۔

راجہ بھائی۔۔۔ میں نے کچھ نہیں سنا۔۔۔

اور فوراً ہی کال کاٹ دی۔

راجہ نے کچھ لمحے فون کو دیکھا جیسے وہ اس فون سے نافیسا کا دل پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

نہ آئیں تو بہتر ہے۔۔۔

یہ لفظ راجہ کے دماغ میں گونجنے لگے تھے۔ وہ جانتا تھا نافیسا جو زبان سے کہہ رہی ہے۔ دل اس کا الٹ فریاد کر رہا ہے۔

راجہ نے ایک بار داؤد کو دیکھا۔ جو نیند میں بھی نفیسہ کا نام لے رہا تھا۔

راجہ کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری——دلوں کے درمیان یہ خاموش محبت کا رشتہ بول رہا تھا۔ جو الفاظ سے آزاد۔ مگر جذبات سے باندھا ہوا تھا۔

◈◈◈

صبح کی ہلکی روشنی حویلی کے صحن میں اتر رہی تھی۔ فریحہ دروازہ کھول کر جھاڑو دے رہی تھی جب ایک تیز قدموں کی آہٹ نے اسے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ راجہ۔ گرد آلود کپڑوں۔ الجھے بالوں اور آنکھوں میں بے چین نیند لیے۔ تیزی سے اندر آ رہا تھا۔

فریحہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"راجہ صاحب۔ آپ۔۔۔ آپ اکیلے؟ سرکار کہاں ہیں؟"

راجہ نے ایک لمحے کو اسے دیکھا۔ جیسے کچھ کہنے کی ہمت جمع کر رہا ہو۔ پھر بنا کچھ کہے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی نفیسہ نے چونک کر راجہ کو دیکھا۔

"راجہ؟۔۔۔ آپ کہاں تھے؟ رات بھر سرکار کے ساتھ بھی نہیں تھے؟ اور یہ۔۔۔ یہ حال؟"

راجہ نے بمشکل خود کو سنبھالا۔ گلا خشک تھا۔ زبان ہلنے سے انکاری۔ لیکن وہ جانتا تھا۔ اسے بتانا ہوگا۔

"بی بی جی۔۔۔" اس کی آواز بوجھل تھی۔ "سرکار کو۔۔۔ گولی لگی ہے۔"

جیسے وقت تھم گیا ہو۔

نفیسہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ایک پل کو وہ ساکت کھڑی رہی۔سانس لینا جیسے بھول گئی ہو۔پھر اس کی آنکھوں میں ایک خوفناک جھٹکا آیا۔

"کک۔۔۔کیا؟ گولی؟ کہاں؟ کیسے؟۔۔۔وہ۔۔۔وہ ٹھیک ہیں نا راجہ؟"

راجہ نے نظریں جھکا لیں۔

"کندھے میں لگی ہے۔اسپتال میں ہیں۔خون بہت بہا تھا۔مگر ابھی ہوش میں ہیں۔"

نفیسہ کی آنکھوں سے ایک دم آنسو چھلک پڑے۔

یہ سب رات میں ہوا اور مجھے اس بات سے بے خبر رکھا گیا؟

راجہ نے آہستگی سے کہا۔

"بی بی جی۔حملہ اچانک ہوا۔۔۔سرکار نے خود کہا کہ آپ کو پریشان نہ کیا جائے۔"

نفیسہ نے سر کو تھام لیا۔آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے۔

"مجھے اس سے نفرت تھی نا؟۔۔۔میں نے کہا تھا نا کہ میں اس سے دور رہنا چاہتی ہوں؟ پھر۔۔۔پھر دل ایسے کیوں ٹوٹ رہا ہے راجہ؟ کیوں لگ رہا ہے جیسے میرا سب کچھ چھن گیا ہو؟"

راجہ نے پہلی بار دیکھا۔نفیسہ کے اندر چھپی محبت کا وہ سمندر۔جو اب ضبط کے کنارے توڑ چکا تھا۔

"بی بی جی۔۔۔آپ ان سے محبت کرتی ہیں۔"

نفیسہ نے لرزتے لبوں سے بس اتنا کہا۔

"محبت؟ شاید۔۔۔ لیکن یہ احساس بہت دیر سے آیا راجہ۔ بہت دیر سے۔"

نفیسہ نے اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے اور تیزی سے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے راجہ کی طرف بڑھی۔

"چلو راجہ۔۔۔ مجھے اسپتال لے چلو۔ ابھی اور اسی وقت"!

اس کی آواز میں کپکپاہٹ بھی تھی اور ایک بے قراری بھی۔

راجہ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر روکا۔

"بی بی جی۔۔۔ رکیے۔"

نفیسہ چونک گئی۔

"کیا مطلب؟ کیوں رکوں؟ کیا وہ ٹھیک نہیں؟ کچھ۔۔۔ کچھ اور ہوا ہے؟"

وہ قریب آکر راجہ کی شرٹ کو تھام چکی تھی۔ جیسے اب ایک لمحہ بھی برداشت نہیں۔

راجہ نے نرمی سے کہا۔

"نہیں بی بی جی۔۔۔ سرکار ٹھیک ہیں۔۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ یہاں آرہے ہیں۔"

نفیسہ کے قدم وہیں رک گئے۔

"یہاں؟ مطلب۔۔۔ وہ اسپتال سے۔۔۔ حویلی آرہے ہیں؟"

راجہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی بی بی جی۔ ابھی اسپتال سے نکلے ہیں۔

نفیسہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"میں۔۔۔اُن سے ملوں گی راجہ۔ خود دیکھوں گی وہ کیسے ہیں۔"

وہ آہستگی سے کہتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔

راجہ نے ہلکی مسکراہٹ سے سر ہلایا۔

"بس چند لمحے اور بی بی جی۔۔۔وہ آتے ہی ہوں گے۔"

کمرے کے باہر۔ حویلی کے مرکزی دروازے پر ایک گاڑی آکر رکی۔

راستے میں خاموشی تھی۔ مگر ہوا جیسے خوشبو لے کر آئی ہو—محبت کی۔ قربت کی۔

راجہ نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اور وہ۔۔۔زخمی کندھے کے ساتھ۔ایک ہاتھ میں بینڈیج۔ چہرہ زرد مگر آنکھوں میں وہی گہری۔خاموش روشنی لیے۔نیچے اترے۔

نفیسہ کی نظریں جیسے اُس پر جم گئیں۔

ایک لمحے کے لیے وہ وہیں ساکت کھڑی رہی۔ جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ حقیقتاً سامنے ہے۔

پھر جیسے ضبط کا بند ٹوٹا۔دوپٹہ سنبھالتی۔ قدموں کی لڑکھڑاہٹ کو سنبھالتی۔وہ تیزی سے بھاگی۔

وہ لپک کر سیدھا اس کے گلے لگ گئی۔

"کہاں چلے گئے تھے؟ کیوں چھوڑ گئے تھے مجھے؟"

اس کے الفاظ میں آنسوؤں کی روانی تھی۔ اور آواز میں وہ درد جسے وہ مدتوں سے چھپاتی آئی تھی۔

"جانتے ہو۔ کتنا ڈر گئی تھی میں؟ ایک لمحہ ایسا آیا جب لگا۔۔۔ سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ تم چلے گئے ہو۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔"

داؤد نے اپنی زخمی بانہوں میں اسے سمیٹا۔ تکلیف میں بھی اس کا لمس اس کے لیے سکون تھا۔

"بس۔۔۔ بس میری جان۔ میں یہیں ہوں۔ تمہارے پاس۔ کہیں نہیں گیا تھا۔ اور اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ اور کچھ بھی نہیں ہوا ذرا سی تو چوٹ ہے۔

نفیسہ نے اس کے سینے پر مکے مارے۔ روتے روتے۔ کانپتے ہونٹوں سے بولی یہ چوٹ۔ تمہیں ذرا سی لگ رہی ہے؟ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تمہیں گولی لگی ہے؟ گولی۔۔۔ اور تم کہہ رہے ہو ذرا سی لگی ہے؟

داؤد نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر نرمی سے کہا۔ اگر تمہاری آنکھوں کے آنسو نہ دیکھتا۔۔۔ تو شاید تکلیف محسوس بھی نہ کرتا۔

نفیسہ نے دھیرے سے اپنا سر اس کے سینے سے لگا دیا۔

"اب بس۔۔۔ کبھی مت جانا مجھ سے دور۔

چاہے تم کچھ بھی کہو۔۔۔ کچھ بھی ہو۔۔۔

تم میرے ہو۔ صرف میرے۔"

داؤد نے اسے اور قریب کرتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"اور تم۔۔۔ میری۔ ہمیشہ۔"

ان لمحوں میں۔ وہ زخم۔ وہ درد۔ وہ رات کی تاریکی۔۔۔ سب پس منظر میں چلے گئے۔

صرف ایک سچ باقی تھا محبت۔ جس نے آخر کار اپنی زبان پالی تھی۔

داؤد نے اسے نرمی سے خود سے الگ کیا۔ مگر نظروں کا رشتہ بدستور قائم تھا۔

"چلو۔ کمرے میں چلتے ہیں۔۔۔ تمہیں بھی آرام کی ضرورت ہے۔"

نفیسہ نے بھیگی پلکوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

داؤد نے ایک لمحہ اسے دیکھا۔ پھر اپنا دوسرا ہاتھ —جو زخمی نہیں تھا— اس کے کندھے کے پیچھے رکھ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھایا۔

نفیسہ نے فوراً آگے بڑھ کر اس کا دوسرا بازو اپنے کندھوں پر رکھ لیا۔

"سہارا لو مجھ پر۔۔۔ اکیلے مت چلنا۔ زخم کھل جائے گا۔"

"نفیسہ۔۔۔"

وہ دھیرے سے بولا۔

"تمہیں پریشانی ہو گی۔"

"ہو رہی ہے۔۔۔ لیکن اس وقت تمھیں تکلیف میں دیکھنا اس سے کئی گنا زیادہ تکلیف دہ ہے۔"

اس نے آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔

داؤد کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

وہ زخمی تھا۔ کمزور تھا۔ لیکن نفیسہ کے ساتھ چلتے ہوئے— خود کو مکمل محسوس کر رہا تھا۔

دونوں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے کمرے تک پہنچے۔ راجہ خاموشی سے دروازہ کھول کر ایک طرف ہو گیا۔

بیڈ کے قریب پہنچ کر داؤد نے خود کو بیڈ پر بٹھالیا۔ نفیسہ نے تکیے ٹھیک کیے۔ اور پانی کا گلاس تھام کر اس کی طرف بڑھایا۔

"دوالیں۔۔۔ پھر میں پٹی دیکھوں گی۔ شاید ڈھیلی ہو گئی ہو۔"

"تمہیں خون دیکھنے سے خوف تو نہیں آئے گا؟"

داؤد نے چھیڑا۔

"اگر تمہاری تکلیف سہنے کے لیے دل مضبوط کر لیا ہے۔ تو خون کیا چیز ہے؟"

نفیسہ نے نرمی سے کہا۔ پھر جھک کر اس کے بازو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

داؤد نے خاموشی سے نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔

نفیسہ مرہم لگاتے ہوئے بولی۔

"جب تم گئے تھے۔۔۔ تو دل میں ایک عجیب سی خالی جگہ بن گئی تھی۔ جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔ میں نے سوچا تھا۔ اگر تم نہ لوٹے۔۔۔ تو میں بھی مر جاؤں گی۔"

"نفیسہ۔۔۔"

داؤد نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے اب کسی چیز سے ڈر نہیں لگتا۔ کیونکہ اب تم میرے ساتھ ہو۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ صرف زخم پر پٹی باندھتی رہی۔ دھیرے دھیرے۔ نرمی سے۔ جیسے پٹی کے ساتھ دل کے زخم بھی باندھ رہی ہو۔

◈◈◈

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نفیسہ داؤد کے پاس بیٹھ کر اس کی پٹی کو سنبھال رہی تھی۔ جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

راجہ دروازہ کھولنے ہی والا تھا کہ داؤد کی نظریں دروازے پر جا ٹکیں۔

دروازے کے پار شیما کھڑی تھی۔ ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ اور چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ۔

"میں۔۔۔ سن کے بہت پریشان ہو گئی تھی۔ داؤد۔ سوچا تمہیں دیکھ لوں۔۔۔ تم ٹھیک ہو نا؟"

نفیسہ نے نظریں چرا لیں۔ داؤد نے ایک لمحہ نفیسہ کو دیکھا۔ پھر راجہ کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"راجہ۔ دروازہ کھلا چھوڑ دو۔"

شیما اندر آئی۔ قدموں میں وہی نرمی۔ مگر نگاہوں میں کچھ اور۔

"میں تمھارے لیے یہ لائی ہوں۔"

اس نے گلدستہ آگے بڑھایا۔

داؤد نے نظر دوڑائی۔ پھر نرمی سے بولا

"شکریہ۔ شیما۔ تمھاری پریشانی کا اندازہ ہے۔ شاید تمھیں واپس گھر جانا چاہیے اب۔؟

شیما ٹھٹکی۔

"لیکن کیوں؟ میں تمھارا خیال رکھ سکتی ہوں۔ داؤد۔ تم جانتے ہو۔ مجھے تمھاری فکر ہے۔"

داؤد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ مگر لہجہ وہی وقار بھرا۔

"شیما۔ میری بیوی میرے پاس ہے۔ وہ میرے زخم بھی دیکھ رہی ہے۔ میرا درد بھی محسوس کر رہی ہے۔ تمھیں زحمت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

شیما کے لب ہلے جیسے کچھ کہنے کو ہو۔ مگر داؤد نے نرمی سے بات مکمل کی

"تمھارا آنا باعثِ عزت ہے۔ لیکن میرے خیال میں تمھارے بہت سے کام رکے ہوئے ہیں اُن کو بھی تو پورا کرنا ہو گا آخر کب تک یہاں رہو گی؟۔"

ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔۔ شیما کا چہرہ جیسے زرد ہو گیا۔اس نے بمشکل مسکراہٹ سنبھالی۔ گلدستہ وہیں ٹیبل پر رکھا۔اور پلٹ گئی۔

دروازے سے نکلتے ہوئے۔ نفیسہ کی نظریں اس پر جم گئیں۔

کمرے میں خاموشی لوٹ آئی۔

نفیسہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے داؤد کی طرف دیکھا جواب بھی خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو تو بس موقع چاہیے تھا۔ ہے نا؟

اس کی آواز میں شوخی تھی۔ آنکھوں میں شرارت۔

داؤد نے پلکیں جھپکائیں۔ کس بات کا موقع؟

نفیسہ نے آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

یہی کہ سب کے سامنے میرے 'شوہر' بننے کا اعلان کر دیں۔ جیسے برسوں سے موقع ڈھونڈ رہے ہوں۔

داؤد ہلکا سا مسکرایا۔

تو کیا غلط کہا؟ تم ہو میری بیوی۔

ہاں۔ ہاں۔ جانتی ہوں۔

وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولی۔

لیکن داؤد صاحب۔ اس دعوے کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی آتی ہیں۔ اب تو آپ کو میرا نخرہ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ اور میری باتیں بھی۔ تیار ہیں؟

داؤد نظریں اُس کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے بولا

تمہارے نخرے تو پہلے دن سے اٹھا رہا ہوں۔ صرف فرق یہ ہے کہ اب کھل کر اٹھاؤں گا۔۔۔ اور باتیں؟ وہ تو تمہاری خاموشی میں بھی سُن لیتا ہوں۔

نفیسہ کا دل بے اختیار دھڑکا۔ مگر لبوں پر شوخی قائم رہی۔

"اُف۔۔۔ اتنا نرم لہجہ؟ آپ تو بڑے بدل گئے ہیں۔ داؤد صاحب۔"

وہ نرمی سے مسکرایا۔

نہیں۔ بدل تو تم گئی ہو۔۔۔ پہلی بار دل سے میرا نام لیا ہے۔ میرے لیے بس وہی کافی ہے۔

نفیسہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ نظریں چرا گئی۔ اور دل ہی دل میں خود سے ہار گئی۔

◈◈◈

کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ داؤد بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ جب نفیسہ پانی کا گلاس لے کر آئی۔

"یہ لو۔۔۔ پانی پی لو۔"

پھر رک کر ہلکی بھنویں چڑھاتے ہوئے بولی۔

"اور ہاں۔۔۔ کل شیما سے کہنا اب تمھیں دیکھنے کی زحمت نہ کرے۔ تمھاری تیمارداری کے لیے تمھاری بیوی کافی ہے۔"

داؤد نے گلاس تھاما۔ اور بے نیازی سے بولا۔

"شیما نے کچھ کہا کیا؟"

نفیسہ نے فوراً منہ بنایا۔

"نہیں۔۔۔ لیکن آنکھیں تو بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ جیسے ابھی تمہیں اٹھا کر لے جائے گی۔"

داؤد نے ہنستے ہوئے گلاس رکھا۔

"جلتی ہو؟"

نفیسہ نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔

"جلتی نہیں۔ خبردار کرتی ہوں۔ جہاں بھی جاتے ہو۔ ہر لڑکی تمہیں ایسے گھورتی ہے جیسے تم کوئی شہزادہ ہو"!

داؤد نے شرارت سے نظریں اس پر گاڑ دیں۔

"میں تو صرف ایک آدمی ہوں۔۔۔ جس کی ایک ہی ملکہ ہے۔"

نفیسہ نے ہنکارا بھرا۔

"ہاں ہاں۔ ملکہ کا ذرا سا حسن دیکھا تو شہزادہ صاحب پیار میں پڑھ گیا

داؤد نے مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا۔

اچھا! تو تم نے حسن دکھایا؟ کہاں؟ مجھے تو ابھی تک دکھا نہیں۔۔۔

نفیسہ نے تکیہ اٹھا کر اس پر دے مارا۔

"حد ہے! خود ہی گھورتے ہو اور پھر کہتے ہو دکھا نہیں"!

داؤد نے قہقہہ لگایا۔

"ارے واہ۔۔۔ اب تو الزام بھی مجھ پر! تم تو واقعی بیوی بن گئی ہو۔"

نفیسہ نے شرارتی نظروں سے کہا۔

"سن لو۔ کسی دن تمھیں گھورنے والی سب لڑکیوں کو میں واقعی مار ڈالوں گی۔ پھر مت کہنا کہ بیوی بہت خطرناک ہے"!

داؤد مسکرا کر اس کے قریب ہوا۔

"خطرناک تو ہو۔۔۔ مگر دل کے بہت قریب بھی ہو۔"

نفیسہ کی نظریں جھک گئیں۔ مگر لبوں پر شرارتی مسکراہٹ اب بھی تھی۔

داؤد نے اس کی طرف جھک کر اُس کی ناک پکڑی۔

"بس کرو اب۔۔۔ جلنے کا کوٹا پورا ہو گیا تمھارا۔"

نفیسہ نے منہ پھُلا لیا۔

"تو کیا اب کچھ بھی نہ بولوں؟ تم پہ کسی لڑکی کی نظر پڑے اور میں چپ چاپ دیکھتی رہوں؟"

داؤد نے ہنستے ہوئے اس کی ٹھوڑی کو اوپر کیا۔

"تمہیں یہ بھی پتا ہے کہ اگر کوئی نظر میرے دل پر ٹھہر سکتی ہے تو وہ صرف تم ہو۔۔۔اور تم بھی تو بڑی قاتل ہو۔ نظر لگ جائے گی مجھے تمھاری۔"

نفیسہ کے چہرے پر گہرا سرخی کا رنگ دوڑ گیا۔

"اوہ ہو۔۔۔اب باتیں بنا رہے ہو؟"

داؤد نے شرارت سے کہا۔

"تم پہ فقرے کسنے کی اجازت صرف مجھے ہے۔ کسی اور کو نہیں۔ تم میری بیوی ہو۔۔۔ میرا غرور۔"

نفیسہ نے جھٹ سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"ہاں ہاں۔ غرور! بس وہی بن کر رہنے دو۔ محبت کی باتیں تم پہ سجتی ہی نہیں"!

داؤد نے گہرا سانس لیا اور آہستگی سے بولا۔

"محبت بھی سچ ہے۔۔۔اور تم بھی۔ بس اب ضد نہ کیا کرو۔"

نفیسہ کی نظریں اُس کی بات پر ٹھہر گئیں۔۔۔اور اس لمحے میں صرف خاموشی بولی۔ لیکن وہ خاموشی بھی بہت کچھ کہہ گئی۔

◈◈◈

نفیسہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سنوار رہی تھی۔ داؤد سامنے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ اور مسلسل اُسے گھور رہا تھا۔

نفیسہ نے آئینے میں اُس کی طرف دیکھا اور بھنویں چڑھائیں۔

"کیا ہے؟ ایسے کیا گھور رہے ہو؟"

داؤد مسکرا کر بولا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ اتنی خوبصورت بیوی کس خوش نصیب کو ملی ہے۔"

نفیسہ نے آنکھیں گھمائیں۔

"اوہ۔ تو اب تعریفیں کر کے کل والی بات بھلوانا چاہتے ہو؟"

داؤد اُٹھ کر اُس کے پاس آیا۔ اور بڑے معصوم انداز میں کہا۔

"میں تو بس یہ سوچ رہا ہوں کہ جس لڑکی نے کل میرے فیورٹ پرفیوم کو ایکسیڈنٹلی گرا کر توڑا تھا۔ اُس کو کیسے سزا دوں۔"

نفیسہ نے چونک کر کہا۔

"کیا! میں نے نہیں گرایا تھا۔ وہ خود ہی گر گیا تھا"!

داؤد نے ڈرامائی انداز میں لمبی آہ بھری۔

"محترمہ۔ شہادتیں میرے حق میں ہیں۔ جائے واردات پر صرف تم تھیں۔ اور خوشبو اب بھی فرش پر ہے۔"

نفیسہ نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کی مسکراہٹ چھپ نہ سکی۔

"تو اب سزا کیا ہے۔ جج صاحب؟" وہ مصنوعی ناراضگی سے بولی۔

داؤد نے قریب ہو کر اُس کی ناک کو انگلی سے چھوا۔

"سزا یہ ہے کہ ایک کپ چائے اپنے ہاتھوں سے بنا کر دو۔ اور ساتھ بیٹھ کر پیو۔۔۔ اور روز دو بار 'I love you' کہنا پڑے گا۔"

نفیسہ نے ہلکے سے اُس کے سینے پر ہاتھ مارا۔

"بس کرو داؤد۔ چائے بناتی ہوں۔۔۔ پر آئی لو یو نہیں کہوں گی۔۔۔"!

داؤد نے آنکھیں تنگ کر کے اُسے گھورا۔

"اوہ۔۔۔ تو بغاوت کا ارادہ ہے؟ عدالت میں جھوٹ بولنے پر سزا بڑھ بھی سکتی ہے۔"

نفیسہ ہنسی دباتے ہوئے مڑ گئی۔

"سزا دو گے؟ وہ بھی مجھے؟"

پھر دروازے کی طرف چلتے ہوئے بولی۔

"چلو چائے تو بناتی ہوں جج صاحب"!

داوود اُس کے پیچھے چل پڑا۔

"یاد رکھنا۔ جج صاحب کو شکایت ہوئی تو پورا کورٹ روم گھر میں لگا دوں گا"!

نفیسہ نے مڑ کر اُس پر چمچ دکھایا۔

"چپ رہو ورنہ اسی سے تمہاری چائے ہلا دوں گی۔ اور پھر پینا بھی پڑے گی"!

داؤد نے قہقہہ لگایا۔

"بس! یہی تو پسند ہے تمہاری۔۔۔ تم غصے میں بھی اتنی کیوٹ لگتی ہو کہ دل کرتا ہے کہ روز تمہیں چڑاؤں۔"

نفیسہ نے چائے بناتے ہوئے آنکھیں دکھائیں۔

"چڑانے کا شوق بہت ہے نا۔ کبھی میں بھی چائے میں نمک ڈال دوں گی"!

داؤد نے ڈرامائی انداز میں سینے پر ہاتھ رکھا۔

"تم تو میرے دل پر وار کر رہی ہو۔ نمک ڈال کر چائے میں نہیں۔ سیدھا دل پر۔"

نفیسہ نے چائے کا کپ اُس کے ہاتھ میں دیا اور خود دوسرے کپ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"چلو۔ اب پیو۔ اور اگر اچھی لگی تو 'I love you' کہنا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

داؤد کپ لیتے ہوئے بولا۔

"واہ! اب تم جج بن گئی ہو؟"

"ہاں۔ تمہاری عدالت کی ملکہ بھی ہوں۔" نفیسہ نے شرارتی مسکراہٹ سے کہا۔

داؤد نے ایک گھونٹ لیا۔ آنکھیں بند کیں اور سنجیدگی سے بولا۔

"یہ چائے نہیں۔ محبت ہے۔"

نفیسہ نے ہنستے ہوئے اُس کا بازو پکڑا۔

"بس بس۔ ڈرامے بند کرو۔ میں جانتی ہوں تمہیں زیادہ شوخی چڑھ گئی ہے۔"

داوود اُس کے قریب ہو کر سرگوشی میں بولا۔

"ایک دن تم خود آ کر کہو گی۔۔۔'I love you' ۔۔۔ اور تب میں نہیں روکوں گا۔ سمجھیں؟"

نفیسہ کی سانس رُک سی گئی۔ وہ پل بھر کو نظریں جھکا گئی۔

چند لمحے خاموشی چھا گئی۔ اور پھر داوود نے نرمی سے اُس کا ہاتھ تھاما۔

"محبت لفظوں کی محتاج نہیں۔ نفیسہ۔۔۔ تمہاری آنکھیں کب سے کہہ رہی ہیں۔ اور میں کب سے سُن رہا ہوں۔"

نفیسہ نے دل کی دھڑکن تھام کر اُس کی طرف دیکھا۔

"شکر ہے تمہارے بازو پر گولی لگی۔ ورنہ یہ سب کبھی نہ ہوتا۔"

داؤد ہنسا۔

"تو کیا اگلی بار دل پر گولی کھاؤں؟ تاکہ تم اور قریب آ جاؤ؟"

نفیسہ نے بے اختیار ہنس کر اُس کے بازو پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"پاگل ہو تم۔۔۔ لیکن میرے ہو"!

◈◈◈

رات کی خاموشی میں ستارے دھیرے دھیرے جھلملانے لگے تھے۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اور چاندنی اپنا نرم سا جادو بکھیر رہی تھی۔

داوود صوفے پر بیٹھا لان کے سامنے والے درختوں کو دیکھ رہا تھا۔ جب نفیسہ چپکے سے اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں دو کپ لیے۔ ایک اُس کے آگے کر دیا۔

"پھر چائے؟" داؤد نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ محبت کے ساتھ ایک کپ اور۔۔۔ ویسے بھی چاندنی رات ہے۔ کچھ خاص ہونا چاہیے نا؟" نفیسہ نے چپکے سے کہا۔

داؤد نے اُسے غور سے دیکھا۔

"آج تم کچھ زیادہ خاص لگ رہی ہو۔ لگتا ہے چاند کو رشک آ رہا ہو گا۔"

نفیسہ نے جھینپ کر نظریں چرائیں۔

"بس کرو نا داوود۔۔۔ یہ تمہاری باتیں بند کرو۔ کہیں دل سچ میں مان نہ لے۔"

"تو کیا دل اب تک مانا نہیں؟" داؤد نے شرارت سے پوچھا۔

"مانا تو بہت کچھ ہے۔۔۔ پر زبان ابھی تھوڑی شرمیلی ہے۔" نفیسہ نے مسکرا کر کہا۔

اچانک ہوا کا جھونکا آیا۔ نفیسہ کے بال چہرے پر بکھر گئے۔ داؤد نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اُس کے بال پیچھے کیے۔

"نفیسہ۔ کبھی کبھی دل کرتا ہے وقت یہیں رک جائے۔ بس تم۔ میں۔ اور یہ چاندنی۔"

"اور چائے؟" نفیسہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چائے تم ہو۔ جو دن بھر کی تھکن اتار دے۔" داؤد نے نرمی سے کہا۔

چند لمحے خاموشی طاری ہو گئی۔ صرف ہواؤں کی سرگوشیاں تھیں۔ اور دونوں کی دھڑکنیں۔

"داؤد۔۔۔" نفیسہ نے آہستہ سے پکارا۔ "کبھی سوچا تھا ہم یوں بیٹھیں گے ایک دن؟"

"سوچا تو نہیں تھا۔ پر چاہا بہت تھا۔ تم میری زندگی میں آؤ۔ میرے ساتھ بیٹھو۔ ہنسو۔ ناراض ہو۔ ضد کرو۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر۔ میری بن جاؤ۔"

نفیسہ نے آہستہ سے اُس کا کندھا تھاما۔

"تم نے جو چاہا۔ وہ ہو گیا۔۔۔ پر اب تمہیں میری ایک ضد ماننی پڑے گی۔"

داؤد نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھنویں چڑھائیں۔

"کیا؟"

"مجھے گھر جانا ہے۔۔۔" نفیسہ نے دھیمی آواز میں کہا۔ جو ہوا میں کہیں کھو سی گئی۔

"نفیسہ۔۔۔ تم اپنے گھر میں ہی ہو۔" داؤد نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

نفیسہ نے نظریں جھکاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"لیکن مجھے امی کے گھر جانا ہے۔۔۔ نا جانے سب کا کیا حال ہو گا۔ اُس دن۔ میں تم سے نہیں کہہ سکی کیونکہ مجھے پتا تھا تم نہیں مانو گے۔۔۔ اور میں جانتی تھی تم نے میرے گرد پہرہ بھی سخت رکھا ہوا تھا۔ لیکن اب۔ داود۔۔۔ اب دل بے چین ہے۔ امی کی آواز سننے کو۔ بابا کی نظریں دیکھنے کو۔ بہن بھائیوں کی ہنسی سننے کو۔۔۔"

داؤد کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"نفیسہ۔ میں اب بھی نہیں مانوں گا۔"

"لیکن کیوں ؟" وہ بے قراری سے بولی۔ "وہ سب کیا سوچتے ہوں گے ؟ کہ میں کسی کے ساتھ بھاگ گئی ؟ اپنے نکاح والے دن ؟"

داؤد کا لہجہ قدرے سخت ہوا۔

"ہاں تو کیا بتاؤ گی ؟ کہ داوود بلوچ تمہیں تمہارے باپ کے گھر سے اٹھا کر لے آیا اور زبردستی نکاح کر لیا؟"

نفیسہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"نہیں داوود۔۔۔ ایسا نہیں کہوں گی۔"

"تو پھر ؟" وہ قدرے نرم لہجے میں بولا۔ "ان کے پاس سو سوال ہوں گے۔ کس کس کا جواب دو گی ؟ بہتر ہے تم کسی سے نہ ملو۔ بس میرے ساتھ رہو۔"

نفیسہ نے تھوڑا سا جھک کر۔ محبت بھری نظروں سے اُسے دیکھا۔

"اچھا۔ میں انھیں خود بتا دوں گی۔"

"کیا کہو گی ؟" داوود نے ہنستے ہوئے ابرو اٹھائے۔

"جو سچ ہے۔ وہی۔" وہ اعتماد سے بولی۔

"اور وہ سچ۔۔۔ ذرا داؤد بلوچ کے کانوں کو بھی سناؤ۔" اُس نے ہاتھ سینے پر باندھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"یہی کہ جس دن آپ مجھے لائے۔ اس دن میرا نکاح تھا۔۔۔ آپ مجھے میرے گھر سے لے آئے۔ نکاح کیا۔ اور میں تمہارے ساتھ رہنے لگی۔ لیکن اب۔۔۔ اب مجھے تم سے محبت ہو گئی

ہے۔میں یہ بھی کہوں گی کہ میں بھاگی نہیں تھی۔اور اب واپس نہیں جانا چاہتی۔کیونکہ میرا دل۔میری دنیا اب میرے شوہر کے ساتھ ہے۔"

داؤد اُسے چند لمحے تک دیکھتا رہا۔پھر آہستہ سے مسکرایا۔

"واہ۔۔۔کیا مست پلان بنایا ہے۔"

"تو مانتے ہیں نا اپنی بیوی کو؟" نفیسہ نے شرارت سے خود کو شاباش دیتے ہوئے کہا۔

"صبح بات کریں گے اس بارے میں۔اب چلیں اندر۔ٹھنڈ بہت بڑھ گئی ہے۔۔۔اور ویسے بھی آج بازو کافی حد تک ٹھیک ہو گیا ہے تو۔۔۔" داوود نے کہتے کہتے رک کر اُس کی طرف دیکھا۔

نفیسہ نے آنکھیں تنگ کر کے کہا۔

"تو۔۔۔؟"

"تو کچھ نہیں۔بس روم میں چلتے ہیں۔" داوود نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ اندر کی طرف چلنے لگا۔

نفیسہ نے اُس کی پشت کو دیکھتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"ایک طرف وہ شخص ہے۔جو اب میری جان بن چکا ہے۔۔۔اور دوسری طرف میرے وہ لوگ۔جنھیں میری خبر تک نہیں۔"

◈◈◈

صبح کی نرم دھوپ کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔داؤد شیشے کے پاس کھڑا لان کو دیکھ رہا تھا جب پیچھے سے نفیسہ چپکے سے آئی۔

"ایک کپ چائے۔۔۔اور ایک بات؟"

داؤد نے بنا پلٹے کہا۔

"چائے لے آؤ۔ بات بعد میں۔"

"بات پہلے ہے۔۔۔"نفیسہ ضدی لہجے میں بولی۔

داؤد پلٹا اور اُس کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

"اب بھی امی کے گھر جانا ہے؟"

نفیسہ نے سر جھکا کر کہا۔

"ہاں۔ لیکن صرف یہ بتانے کے لیے کہ میں بھاگی نہیں تھی۔۔۔ میں تمہارے ساتھ نکاح کر کے خوش ہوں۔اور تمہیں دل سے اپنا چکی ہوں۔"

داؤد نے گہرا سانس لیا۔اُس کے قریب آیا اور نرمی سے اُس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"نفیسہ۔ میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ تم نے بہت کچھ جھیلا۔۔۔ لیکن کیا وہ آج تمہاری سچائی سمجھیں گے؟ میں تمہیں وہاں بھیج کر تمہیں کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔"

نفیسہ نے آنکھیں نم کرتے ہوئے کہا۔

"پر داؤد۔ وہ میرے اپنے ہیں۔۔۔ کچھ تو بتانا ہوگا۔ کچھ تو صاف کرنا ہوگا۔۔۔"

داؤد نے اُس کے آنسو صاف کرتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"اچھا۔ ایک شرط ہے۔ اگلے ہفتے چلیں گے۔ لیکن پہلے میں اکیلا جاؤں گا۔ میں تمہارے گھر جا کر دیکھوں گا کہ ماحول کیسا ہے۔۔۔ لوگ تمہارے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔ اُن کے دلوں میں ابھی بھی تمہارے لیے عزت باقی ہے یا نہیں۔"

"اور اگر۔۔۔" نفیسہ دھڑکتے دل کے ساتھ بولی۔

"اگر مجھے لگا کہ تمہارا وہاں جانا تمہارے لیے نقصان دہ یا تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔۔۔ تو میں تمہیں کبھی جانے نہیں دوں گا۔" اُس نے واضح اور مضبوط لہجے میں کہا۔

نفیسہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ جیسے داوود کی آنکھوں میں اپنی حفاظت کی ضمانت ڈھونڈ رہی ہو۔

داؤد نے اُس کے ماتھے پر نرمی سے بوسہ دیا۔

"بس ایک بات یاد رکھنا۔۔۔ تم اب صرف میری ہو۔ اور جب تک داؤد بلوچ زندہ ہے۔ تمہیں کسی صفائی کی ضرورت نہیں۔ تمہاری خاموشی ہی میری گواہی ہے۔"

نفیسہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ لیکن لبوں پر ایک مطمئن سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس لمحے اسے احساس ہوا کہ اب وہ واقعی اکیلی نہیں ہے۔

داؤد نے نفیسہ کے ماتھے پر بوسہ دے کر اُس کے دونوں ہاتھ چھوڑے نہیں۔ بلکہ اُسے آہستہ سے خود کے قریب کر لیا۔

نفیسہ چونکی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"محبت۔۔۔!" داؤد نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اور کیا لگ رہا ہے؟"

نفیسہ شرما کر اُس کے سینے سے تھوڑا ہٹی۔

"بس کرو داؤد۔۔۔اتنے بھی قریب نہ آؤ۔ کوئی دیکھ لے گا تو؟"

داؤد نے آنکھیں سکیڑ کر شرارتی لہجے میں کہا۔

"اوہو۔اب داوود بلوچ سے چپکنے میں بھی ہچکچاہٹ ہے؟زوجہ صاحبہ۔نکاح کو کئی دن ہو چکے۔ اب تو عادت ڈال لو میرے قریب رہنے کی"!

نفیسہ نے مصنوعی غصے سے اُس کے سینے پر ہلکا سا ہاتھ مارا۔

"بہت بد تمیز ہو گئے ہو آج کل"!

داؤد نے زور سے قہقہہ لگایا۔

"ہاں۔جب سے تم نے محبت کا اقرار کیا ہے نا۔داؤد بلوچ کا دماغ بھی گھوم گیا ہے"!

نفیسہ نے ہنستے ہوئے آنکھیں گھمائیں۔

"آپ کا دماغ تو پہلے دن سے گھوما ہوا تھا۔بس مجھے دیر سے پتہ چلا"!

داؤد نے نفیسہ کا ہاتھ پکڑا اور اُسے دوبارہ اپنے قریب کر لیا۔

"تمہیں پتہ چلنے میں دیر ضرور ہوئی۔لیکن جب پتہ چلا۔تو تم نے دل بھی دے دیا۔۔۔اب واپس لینا منع ہے۔"

نفیسہ نے ہلکے سے سر جھکایا۔

"واپس لینے کا سوچا بھی نہیں۔ داؤد۔۔۔"

داؤد نے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"تو پھر پاس آجاؤنا۔ اتنی دور کیوں کھڑی ہو؟

نفیسہ نے شرارت سے کہا۔

"بیوی ہوں۔ کٹھ پتلی نہیں کہ جب چاہو قریب کر لو"!

داؤد نے مصنوعی اداسی سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ اب داؤد بلوچ تمہیں منانے نہیں آئے گا۔ تم ہی چلی آنا جب دل کرے"!

وہ مڑ کر تھوڑا سا فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ جیسے ناراض ہو۔

نفیسہ نے چند لمحے اُسے دیکھا۔ پھر آہستہ آکر اُس کی پیٹھ پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔

"اچھا بابا۔ منالیا۔۔۔ خوش؟"

داؤد نے فوراً مڑ کر اُسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

"بہت خوش۔۔۔ میری ضدی۔ شرارتی۔ اور سب سے خوبصورت بیوی"!

نفیسہ نے اُس کے سینے سے لگ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"بس۔۔۔ اب یہ روز کا معمول نہ بن جائے"!

داؤد نے آہستہ سے اُس کی کمر کے گرد بانہیں سخت کیں۔

"تم روز مناؤ گی۔اور میں روز ناراض ہو جاؤں گا۔۔۔کیونکہ محبت کا یہ کھیل اب مجھے بہت پسند آنے لگا ہے"!

نفیسہ اُس کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔سکون میں۔خاموشی میں۔۔۔جب اچانک داؤد کی آواز نے سکون کو شرارت سے چھیڑ دیا۔

"ویسے ایک بات کہوں؟"

وہ اُس کے کان کے قریب جھک کر بولا۔

نفیسہ نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔

"کیا؟"

"یہ کہ۔۔۔تم تو میری بانہوں میں آکے گم ہی ہو جاتی ہو۔ایک پل کو لگا۔جیسے ہاتھ میں کچھ ہے ہی نہیں۔۔۔اتنی کمزور۔اتنی باریک ہو۔نظر ہی نہیں آتی"!

نفیسہ فوراًاُس کے سینے سے ہٹ کر پیچھے ہوئی۔اور ناک چڑھا کر بولی۔

"کیا مطلب؟میں باریک ہوں؟میں نظر نہیں آتی؟واہ داؤد۔بہت شکریہ تعریف کا"!

داؤد نے ہنسی دبائی۔مگر چہرے پر شرارت رقص کر رہی تھی۔

"ارے نہیں یار۔میرا مطلب تھا کہ تم اتنی نازک ہو۔۔۔جیسے پنکھڑی!بندہ ڈر جائے کہیں زور سے لگا دیا تو ٹوٹ نہ جاؤ"!

نفیسہ نے ناک پھُلا کر دوسری طرف منہ کر لیا۔

"اب نہ ہی تعریف کرو تو بہتر ہے"!

داؤد نے آہستہ سے اُس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

"اچھا اچھا سوری۔ میری غلطی۔۔۔ میری بیوی تو سب سے حسین۔ سب سے خاص ہے۔ اور وہ مجھے پوری نظر آتی ہے۔ بس دل میں اتر گئی ہے نا۔ اس لیے آنکھوں سے اوجھل لگتی ہے"!

نفیسہ نے آنکھوں میں چمک لیے آہستہ سے کہا۔

"اچھی باتیں کر کے منانے میں ماہر ہو گئے ہو تم۔۔۔"

داؤد نے ہنستے ہوئے اُس کی پیشانی چومی۔

"محبت ہو گئی ہے۔ زوجہ صاحبہ۔۔۔ اب سیکھنا پڑتا ہے سب کچھ"!

نفیسہ ہنس دی۔ اور داؤد نے اُسے دوبارہ بانہوں میں سمیٹ لیا۔

◈◈◈

حویلی کے کشادہ صحن میں ہلکی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ اور دور سے آتی ہوا کی سائیں سائیں میں ایک گہری سنجیدگی تھی۔ داؤد۔ جو ہمیشہ کی طرح سفید کُرتے پاجامے میں ملبوس تھا۔ اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ پیچھے باندھے حویلی کے مرکزی دروازے کی جانب بڑھا۔

اسی لمحے راجہ۔ جو روزمرہ کے معمولات کے لیے حویلی سے باہر نکلنے والا تھا۔ داؤد کی نگاہ میں آ گیا۔

"راجہ۔۔۔" داؤد کی آواز میں وہی روایتی ٹھہراؤ اور حکم کا تاثر تھا۔

راجہ فوراً مڑا۔ اور ادب سے ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"جی سرکار؟"

داؤد نے چند قدم اور آگے بڑھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"آج ذرا نفیسہ کے گھر جاؤ۔۔۔ کسی بھی طرح اُن سے بات کرو۔ مجھے یہ جاننا ہے کہ اب بھی وہ اپنی بیٹی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔"

راجہ نے تعظیماً سر جھکایا۔ جیسے حکم کی سنگینی کو سمجھ رہا ہو۔ پھر سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا۔

"جی سرکار۔ جیسے آپ فرمائیں۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ لیکن جیسے ہی راجہ نے دروازے کی سمت قدم بڑھائے۔ وہ اچانک رُک گیا۔ اس نے پلٹ کر ایک سوالیہ نگاہ داؤد پر ڈالی۔ اور کچھ لمحے ہچکچانے کے بعد پوچھ بیٹھا۔

"اور اگر سرکار۔۔۔ وہ لوگ نفیسہ بی بی کے بارے میں کچھ غلط سوچ رکھتے ہوں۔۔۔ یا کچھ ایسا کہہ دیں جو برداشت کے قابل نہ ہو؟"

داؤد کی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے سکڑ گئیں۔ چہرے پر وہی سختی اُبھر آئی جو اس کی فطرت کا خاصہ تھی۔ وہ ایک لمحے کو خاموش رہا۔ جیسے اپنے غصے کو تول رہا ہو۔ پھر دھیمے مگر گہرے لہجے میں بولا۔

"تو دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔۔۔"

اس کا لہجہ سرد تھا۔ مگر اس کے پیچھے ایک آگ دہک رہی تھی۔

راجہ نے سر ہلایا۔

"سمجھ گیا سرکار۔ میں ابھی جاتا ہوں۔"

داؤد نے پھر کچھ قدم آگے بڑھائے۔ جیسے اب بات ختم ہو چکی ہو۔ مگر راجہ نے جاتے جاتے پھر ایک نظر داؤد پر ڈالی۔ اور بولا۔

"سرکار۔۔۔ اگر اُن لوگوں نے بی بی جی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ یا اُن کے لیے دلوں میں جگہ نہ بچی ہو۔ تو کیا پھر بھی واپس۔۔۔"

داؤد نے فوراً بات کاٹ دی۔ آواز میں ایک ایسی حتمیت تھی کہ راجہ فوراً خاموش ہو گیا۔

"نہیں۔ راجہ۔ اگر اُنہوں نے نفیسہ کو اپنی عزت کا حصہ نہیں سمجھا۔ تو وہ میرے لیے اُن کے کسی رشتے کے قابل بھی نہیں۔ نفیسہ اب میرے نام سے جڑی ہے۔۔۔ اُس کی عزت اب میرے ہاتھوں میں ہے۔ اگر کسی نے اُس پر انگلی اٹھائی۔ تو یاد رکھنا — اُس انگلی کو کاٹنے سے میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

راجہ نے عقیدت سے سر ہلایا۔ دل ہی دل میں سرکار کی غیرت اور وفاداری پر رشک کیا۔

"جی سرکار۔ میں بی بی جی کا مان لے کر واپس آؤں گا۔۔۔ یا پھر اُن کے لیے میرا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دوں گا۔"

داؤد نے ایک گہری سانس لی۔ پھر آہستہ سے سر ہلایا۔

راجہ خاموشی سے باہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے قدموں کی چاپ صحن میں گونجی۔ اور پیچھے داؤد ایک پل کے لیے خاموش کھڑا رہا۔۔۔ جیسے وہ نفیسہ کا چہرہ اپنے ذہن میں لا رہا ہو — وہ خاموشی۔ وہ ضد۔ وہ آنکھوں میں چھپا ہوا درد۔۔۔

◈◈◈

حویلی کا کچن آج کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا۔ برتنوں کی کھنک۔ مصالحوں کی خوشبو اور۔۔۔ایک اجنبی سی موجودگی۔

"مونا۔۔۔یہ میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟"فریحہ نے دبے قدموں دروازے کی اوٹ سے جھانکتے ہوئے سرگوشی کی۔

"اگر خواب ہے۔ تو خدا کرے دیر سے ٹوٹے۔۔۔"مونا نے بے یقینی سے داؤد کو دیکھا۔جو پوری سنجیدگی سے چکن کے ٹکڑوں کو مصالحے میں رول کر رہا تھا۔ جیسے برسوں سے یہی کام کرتا آیا ہو۔

کچن کے درمیان داؤد کھڑا تھا۔ قمیض کی آستینیں چڑھی ہوئی تھیں۔ بالوں میں ہلکی سی بکھراوٹ تھی۔اور چہرہ بدستور ویسا ہی پرجوش "سنجیدہ"۔

تب ہی نفیسہ چپ چاپ پیچھے سے آئی۔اور بغیر آواز کیے۔ چھلانگ لگا کر شیلف پر جا بیٹھی۔ گھٹنوں کو سینے سے لگائے۔آنکھوں میں شرارت تھی اور لبوں پر ہنسی۔

"سرکار!"اُس نے ایک لمبی متاثر سے بھری 'آہ بھری۔"اگر آج آپ چولہے کے ساتھ ساتھ برتن دھو لیتے تو مجھے لگتا آپ کی نوکری پکی ہو جائے گی۔"

داؤد نے بغیر پلٹے کہا۔

"برتن دھونا کل کا کام ہے۔آج صرف تمہارے لیے کھانا بنانے پر فوکس ہے۔"

نفیسہ نے ہنکارا ابھرا۔

"آہا! فوکس! بڑے دنوں بعد کوئی انگلش لفظ سنا آپ کے منہ سے۔ لگتا ہے کچن نے اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔"

داؤد نے چمچ سے مصالحہ ہلاتے ہوئے مسکراہٹ دبائی۔

"اتنا بول رہی ہو۔ لگتا ہے بھوک بھی خوب لگی ہے؟"

"نہیں۔ میں تو بس آپ کا کچن شو دیکھنے آئی ہوں۔ 'مسٹر داؤد کا دیسی ریسٹوران'۔"

نفیسہ ہنسی روکتے ہوئے بولی۔ اور شیلف سے پیر ہلا کر شوخی سے لٹکانے لگی۔

داؤد نے اچانک چمچ ہوا میں گھمایا اور کہا۔

"خبردار! اس شو میں تماشا کرنے والے پہ چکن کا چھینٹا مارا جا سکتا ہے"!

"تو کیا اب میں ہیلپ کروں یا اسی شیلف پر بیٹھے بیٹھے آپ کو داد دیتی رہوں؟"

نفیسہ نے گردن ایک طرف جھکا کر پوچھا۔

"تم اُترو اور پیاز چھیل دو۔"

"نہ جی۔ میری تو شادی ہو چکی ہے۔ اب یہ ظلم شوہر پہ ہی سجتا ہے"!

دونوں کی باتوں پر باہر کھڑی فریحہ اور مونا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ جلدی سے دروازے سے ہٹ گئیں۔ مگر کچن کے اندر اس وقت محبت۔ ہنسی۔ اور مصالحے کی خوشبو ایک ساتھ رچ بس چکی تھی۔

داؤد نے پلیٹ میں چکن نکالا اور نفیسہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چکھو۔ اور بتاؤ کیسا ہے؟"

نفیسہ نے ایک نوالہ اُٹھایا۔ چکھا۔ اور منہ بناتے ہوئے بولی:

"اوففف! تھوڑا کم نمک ہے۔ اور تھوڑی سی۔۔۔ محبت زیادہ"!

داؤد نے جھک کر اُس کے ماتھے پر ایک ہلکی سی تھپکی دی۔

"نمک اگلی بار بڑھا دوں گا۔ مگر محبت کم نہیں ہو گی۔"

◈◈◈

داؤد حویلی کے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوا تو قدموں کی رفتار کچھ تیز اور چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ ابھی وہ صحن کی طرف مڑا ہی تھا کہ کچن سے نفیسہ نکلی۔ اس کے ہاتھ آٹے سے آلودہ تھے اور ماتھے پر ہلکی سی پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"داؤد۔ کہاں جا رہے ہو؟"

نفیسہ نے مسکرا کر پوچھا۔ اُس کی آنکھوں میں شرارت کی چمک نمایاں تھی۔

"کہیں نہیں۔۔۔ بس ارحم کے پاس جا رہا ہوں۔ کہاں ہے وہ؟"

داؤد نے نرم لہجے میں جواب دیا۔ اُس کے چہرے کی سختی لمحہ بھر کو کم ہو گئی۔

"ارحم؟ وہ تو اوپر کمرے میں ہے۔۔۔ بیڈ پر بیٹھا ہے شاید۔"

نفیسہ نے جیسے کچھ چھپاتے ہوئے جواب دیا اور ہنسی دبالی۔

"ہمم۔۔۔ اچھا۔ چلو پھر چلتے ہیں۔"

داؤد نے دھیرے سے مسکرا کر کہا اور بے اختیار نفیسہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ نفیسہ چونکی نہیں۔ بلکہ اور شرارتی سی مسکراہٹ اُس کے لبوں پر پھیل گئی۔ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے زینے چڑھنے لگے۔

اوپر پہنچ کر داؤد نے جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولا۔ اُس کے قدم دروازے پر ہی تھم گئے۔

بیڈ پر ایک کم سن لڑکی بیٹھی تھی — گلابی فراک پہنے۔ چہرے پر پنک لپ اسٹک۔ بلش آن۔ اور چھوٹے بال دو ننھی پونیوں میں بندھے ہوئے۔

داؤد نے آنکھیں سکیڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر چونک کر پیچھے مڑ کر نفیسہ کی طرف دیکھا۔

"یہ لڑکی کس کی ہے؟ اور ارحم کہاں ہے؟"

آواز میں حیرت بھی تھی اور تشویش بھی۔

نفیسہ بمشکل ہنسی روک پائی۔ اُس نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ آنکھوں سے آنسو نکلنے کو تھے — لیکن ہنسی کے۔

"یہ جو لڑکی نظر آ رہی ہے نا۔۔۔ یہی تو ہے ارحم"!

"کیاااا؟"

داؤد نے اتنی زور سے کہا کہ شاید نیچے ملازمہ فریحہ اور مونا بھی سن لیتیں۔

"استغفر اللہ! میرے بیٹے کا۔۔۔ جینڈر ہی بدل ڈالا تم نے؟ یہ۔۔۔ یہ تو لڑکی لگ رہا ہے پورا"!

وہ سر پر ہاتھ مار کر پیچھے ہوا۔

ارحم نے گلابی فراک پہنے۔ لپ اسٹک لگائے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے داؤد کو دیکھا۔ چہرے پر حیرت نہیں تھی۔ بس ایک معصوم سی بے خبری تھی۔۔۔ جیسے اُسے پتا ہی نہ ہو کہ وہ ایک "بیٹا" ہے۔ جو اس وقت "بیٹی" کے روپ میں بیڈ پر بیٹھا ہے۔

"نفیسہ! یہ کیا تماشہ ہے؟ یہ بچہ ہے یا عروسی دُلہن؟"

داؤد نے کمر پر ہاتھ رکھ کر سخت لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تو جھمکے اور گھنگرو باقی ہیں لگانے کو؟"

نفیسہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

"ارے نہیں! وہ میں نے رکھ دیے تھے۔ ارحم کی ناک چھوٹی ہے نا۔ نتھ نہیں ٹھہرتی اُس پر"!

"داؤد۔ سچ بتاؤ۔۔۔ ارحم تم سے زیادہ کیوٹ لگ رہا ہے یا کم؟"

داؤد نے ناک چڑھائی۔

"مجھے تو لگ رہا ہے تمہیں بھی نانی نانی کھیلنے کا شوق ہو رہا ہے۔ آج ارحم۔ کل مجھے گھونگھٹ پہناؤ گی"!

نفیسہ نے جھٹ آنکھیں پھیلائیں۔

"اوووو۔ واہ! داؤد گھونگھٹ میں؟ پورے محلے کی خواتین کی داؤد بھابھی سے ملاقات"!

داؤد نے تکیہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔

نفیسہ نے پھرتی سے ایک طرف ہو کر تکیے سے بچاؤ کیا اور ہنستے ہوئے بولی۔

"اب تمھاری باری ہے داؤد۔۔۔"

نفیسہ نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

"ارحم نے اپنا میک اوور کرالیا۔اب دیکھیں داؤد پہ کیسا لگتا ہے لپ گلوس"!

داؤد نے آنکھیں گھما کر اُس کی طرف دیکھا۔

"بس! بہت ہنس لیا تم نے۔اب تمھیں دکھاتا ہوں تمھارے میک اپ کا اصلی ماڈل کون ہے"!

ابھی وہ مزید کچھ کہتی کہ داؤد نے ایک لمحے میں اُس کی کلائی تھامی اور زور سے اپنی طرف کھینچ لیا۔نفیسہ ایک دم اُس کے سینے سے جا لگی۔سانس جیسے گم ہو گیا ہو۔آنکھیں حیرت اور حیا سے پھیل گئیں۔

"اب بولو۔لگاؤں لپ اسٹک؟"

داؤد نے جھک کر اس کے چہرے کے قریب آہستہ سے کہا۔اُس کی گرم سانسیں نفیسہ کے رخسار کو چھونے لگیں۔

نفیسہ نے نظریں چرائیں۔دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

"داؤد۔۔۔چھوڑو بھی۔۔۔"اُس کی آواز مدھم اور لرزتی ہوئی نکلی۔

"کیوں؟ابھی تو تم کہہ رہی تھیں 'اب تمھاری باری ہے'؟"

داؤد نے اس کی کمر میں بازو ڈالے نرمی سے اسے اور قریب کیا۔

نفیسہ نے ہڑبڑا کر نظریں چرائیں اور جھینپ کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔

"داؤد۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ کوئی دیکھ لے گا۔"

آواز میں گھبراہٹ بھی تھی اور حیا بھی۔ وہ اس کے مضبوط بازوؤں سے نکلنے کی سعی کر رہی تھی۔ مگر داؤد کا ہاتھ اُس کی کمر پر مضبوطی سے جما ہوا تھا۔

"تو دیکھنے دو۔"

داؤد نے آہستہ سے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"بیوی ہو تم میری۔ چوری تھوڑی کر رہا ہوں۔"

نفیسہ نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں ڈالی۔ وہ آنکھیں جو ہمیشہ سخت اور پتھریلی لگتی تھیں۔ اس وقت ایک عجب نرمی لیے اُسے تک رہی تھیں۔ وہ نظریں جھیلنا مشکل ہو رہا تھا۔

"داؤد۔ پلیز۔۔۔ چھوڑو نا۔۔۔"

اُس نے نرمی سے کہا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے سینے کو ہلکا سا دھکیلا۔ مگر داؤد نے اُس کے عمل کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ بلکہ مسکرا کر اُس کی پیشانی کو چھوا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا۔ اب میری باری ہے۔۔۔"

داؤد نے شرارتی لہجے میں کہا اور اُس کی ٹھوڑی کو انگلیوں سے اُٹھا کر چہرہ قریب کر لیا۔

نفیسہ کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

"میں۔۔۔ وہ تو۔۔۔ میں نے بس یوں ہی کہہ دیا تھا۔۔۔"

وہ شرم کے مارے جھجھک گئی۔ آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔

داؤد نے اُسے آہستہ سے اپنے ساتھ لگا لیا۔ جیسے کہ وہ کوئی نازک شے ہو جسے سنبھال کر رکھنا ہو۔

"کب تک مذاق کے پیچھے چھپتی رہو گی۔ نفیسہ؟ کب مانو گی کہ تم بھی چاہتی ہو یہ سب؟"

نفیسہ کی پلکیں لرزیں۔ اُس کے چہرے پر لالی مزید گہری ہو گئی۔

وہ اب بھی کچھ کہنے کو لب کھولتی۔ مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ داؤد کی قربت نے جیسے اُسے مکمل طور پر خاموش کر دیا تھا۔

اور پھر۔ وہ صرف داؤد کی بانہوں میں خاموشی سے چھپ گئی—— شرم۔ محبت۔ اور دھڑکنوں کا حسین امتزاج بن کر۔

داؤد نے نفیسہ کو اپنی بانہوں میں اس طرح گھیرا تھا کہ وہ اور زیادہ قریب ہو گئی تھی۔ اور اس کے قریب ہونے سے نفیسہ کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ اچانک۔ کمرے میں ایک آواز آئی—— ارحم کی ہنسی۔

نفیسہ نے فوراً پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ اور اپنی نظریں مڑی۔ ارحم۔ جو بیڈ پر بیٹھا تھا۔ شانے تک چادر اوڑھ کر دونوں کی طرف مسکرا رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ جیسے اُسے کچھ پتہ چل گیا ہو۔

"داؤد۔ ارحم کے سامنے شرم کر لو"!

نفیسہ نے فوراً ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے داؤد سے کہا۔ اور ایک نظر ارحم پر ڈالی۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

داؤد نے سرسری انداز میں ہنستے ہوئے اُسے دیکھا۔

"ارے۔ بچہ ہے۔ کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بچہ ہے؟"!

نفیسہ نے چہرہ مروڑتے ہوئے کہا۔ "یہ وہ نہیں۔۔۔ بلکہ وہ تمہاری طرح کا بچہ ہو سکتا ہے"!

وہ ہنستے ہوئے ارحم کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس نے شرماتے ہوئے اپنی نظریں نیچے کرلیں۔

داؤد نے نفیسہ کو اپنی بانہوں میں سے آہستہ سے آزاد کرلیا اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے اُسے تھوڑا سا دور کیا۔ نفیسہ کا دل ابھی تک تیز دھڑک رہا تھا۔ لیکن داؤد کی حرکت نے اُسے ایک دم اور زیادہ شرمندہ کر دیا تھا۔ وہ کچھ لمحے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"اب کیا خیال ہے؟" داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں ہنسی کا عنصر تھا۔ لیکن نفیسہ کی چہرے پر کچھ اور ہی احساسات تھے۔

"اب تو تم نے مجھے ایسا تنگ کیا ہے کہ مجھے خود ہی اپنی حالت پر ہنسی آرہی ہے!" نفیسہ نے گہری سانس لی اور اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ڈھانپتے ہوئے کہا۔ "اور پھر تمہاری شرارت"!

داؤد نے اُس کی طرف پھر ایک نظر ڈالی۔ اور شرارت سے بولا۔ "شرارت؟ میری تو کچھ غلط نہیں ہوئی۔ اگر تم خود کو اتنی آسانی سے قابو میں لاتی۔ تو میں کبھی ایسا نہ کرتا"!

نفیسہ نے ایک لمحے کے لیے اُسے بغض سے دیکھا۔ پھر ہنستے ہوئے سر جھکا لیا۔ "تمہاری ہمت تو دیکھو۔ بس تمہیں موقع چاہیے۔"

داؤد نے ایک شریر مسکراہٹ کے ساتھ اُسے جواب دیا۔ "یہ تو تمہاری مہربانی ہے کہ تم ہمیشہ اتنی جلدی ہار جاتی ہو۔"

نفیسہ نے اپنی نظریں نیچے کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کیا پتا؟ میں تو بس اپنی عزت بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور تم ہو کہ مسلسل اُس کا مذاق اُڑاتے جا رہے ہو"!

"عزت؟" داؤد نے مذاق کیا۔ "اچھا۔ تو تمہیں اپنی عزت کی اتنی فکر ہے؟ پھر تو میں تمہیں اور بھی تنگ کروں گا"!

نفیسہ نے اُسے ایک نظر غصے سے دیکھا۔ پھر اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ "اگر تم نے مجھے تنگ کیا۔ تو میں تمہیں کسی بھی حال میں نہیں چھوڑوں گی۔"

داؤد نے نفیسہ کے چہرے پر ایک اور گہری مسکراہٹ ڈالی۔ اور پھر بولا۔ "چھوڑنا؟ ہاہا! اب تو تمہاری حالت ایسی ہو چکی ہے کہ تم خود کو چھوڑ نہیں پاؤ گی"!

نفیسہ نے غصے سے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا۔ مگر داؤد نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر نرم سے انداز میں اُسے واپس کیا۔

"تمہاری یہی حرکتیں مجھے مزید تنگ کر دیتی ہیں!" نفیسہ نے ہنستے ہوئے کہا اور ہاتھ جھٹکنے کی کوشش کی۔

داؤد نے اُس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اُسے قریب کر لیا۔ "تمہاری حرکتوں سے ہی تو مجھے مزہ آتا ہے۔"

نفیسہ نے فوراً پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا طریقہ ہے؟ تمہیں کبھی سکون نہیں ملتا؟"

"سکون؟" داؤد نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر سکون مل جائے تو پھر زندگی میں مزہ کہاں آئے گا؟"

نفیسہ نے غصے سے کہا۔ "داؤد۔ تمہیں کبھی سکون ملے گا یا نہیں؟"

داؤد نے نرم سے انداز میں اُسے جواب دیا۔ "تمہیں لگتا ہے سکون کی تلاش کے لیے ہمیں کبھی کہیں اور جانے کی ضرورت ہے؟"

نفیسہ کا دل ایک لمحے کے لیے رک سا گیا۔ اور پھر وہ دھیرے سے بولا۔ "تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ نفیسہ۔ چاہے تم کتنی بھی شرماؤ"!

نفیسہ نے دھیرے سے اپنی آنکھوں میں چمک بھری۔

◈◈◈

گلی میں دھوپ اپنا رنگ جما رہی تھی۔ راجہ۔ حویلی کے عام نوکر کے بھیس میں۔ نفیسہ کے میکے کے سامنے پہنچا۔ وہ محتاط نظروں سے ارد گرد دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔

چند لمحوں بعد۔ دروازہ کھلا۔ نور سامنے کھڑی تھی۔ آنکھوں کے نیچے ہلکے۔ چہرہ کچھ تھکا تھکا سا۔

"جی کون؟" اُس نے نرمی مگر حیرت سے پوچھا۔

راجہ نے آداب بجالاتے ہوئے کہا۔

"بی بی جی۔ میں قریبی گاؤں سے ہوں۔ کچھ کام سے آیا تھا۔ سوچا نفیسہ بی بی کے بارے میں خیریت معلوم کرلوں۔ کافی دن ہوگئے اُن کی کوئی خبر نہیں۔"

نور کی آنکھوں میں نمی سی جھلک گئی۔ مگر وہ فوراً سنبھل گئی۔

"خبر؟ اگر ہوتی تو شاید دل کو کچھ قرار ہوتا۔" اُس کا لہجہ دکھ بھرا تھا۔ "نفیسہ تو۔۔۔ سب چھوڑ گئی۔ بغیر کچھ کہے۔"

اسی لمحے اندر سے کلثوم کی آواز آئی۔

"نور! کون ہے باہر؟"

نور نے مڑ کر ماں کو پکارا۔

"امی۔ کوئی نفیسہ کے بارے میں پوچھنے آیا ہے۔"

کلثوم آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے پر آئی۔ اُس کی آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ چہرے پر برسوں کا دکھ جیسے ٹھہر گیا ہو۔

"کس کے کہنے پر آئے ہو؟" اُس نے پوچھا۔ آواز میں تھکن تھی۔ شک بھی۔

راجہ نے ادب سے جواب دیا۔

"بس یوں ہی۔۔۔ دل میں خیال آیا۔ وہ بچپن میں ہمارے گاؤں آئی تھیں خالہ کے ساتھ۔ بہت شریف اور بچی تھیں۔ اچانک اُن کا یوں چلے جانا۔۔۔ دل مانتا نہیں۔"

کلثوم کا چہرہ سخت ہو گیا۔

"اب دل مانے یا نہ مانے۔ حقیقت تو یہی ہے نا؟ وہ اپنی مرضی سے گئی۔ ماں باپ کے سر شرم سے جھکا دیے۔ کوئی بات نہیں کی۔ کوئی صفائی نہیں دی۔"

نور خاموش کھڑی رہی۔ اُس کی آنکھیں کچھ اور کہہ رہی تھیں۔ جیسے دل اب بھی یقین نہیں کر پا رہا ہو۔

راجہ نے نرمی سے کہا۔

"کیا کبھی اُس نے کچھ ایسا کہا ہو کہ وہ خوش نہ ہو؟ یا کسی بات کا دکھ ہو اُسے؟"

نور نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔۔ وہ کبھی کچھ نہیں کہتی تھی۔ سب سہہ لیتی تھی۔ بس خاموش رہتی۔ مگر۔۔۔ پتہ نہیں کیوں۔ مجھے یقین نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے گئی ہو گی۔"

کلثوم جھنجھلا گئی۔

"نور! بس کر و اب۔ وہ ہمیں شرمندہ کر کے جا چکی ہے۔ اب جو ہو۔ ہم اُس کا نام بھی نہ لیں تو بہتر ہے۔"

راجہ نے سر جھکایا۔

"سمجھ گیا۔ بی بی جی۔ اللہ خیر کرے۔"

وہ آہستہ آہستہ واپس مڑ گیا۔ اُس کے دل میں داؤد کے الفاظ گونجنے لگے "اگر اُنہوں نے نفیسہ کو اپنی عزت کا حصہ نہیں سمجھا۔۔۔"

راستے بھر راجہ کے قدم بھاری تھے۔ مگر اُس کے اندر ایک بات واضح ہو گئی تھی۔۔۔ نفیسہ کا اپنا گھر اُسے کھو چکا تھا۔ مگر اب داؤد ہی اُس کا اصل سہارا تھا۔

◈◈◈

حویلی کے کشادہ صحن پر شام کی سنہری روشنی پھیل رہی تھی۔ داؤد اپنے کمرے کے برآمدے میں کھڑا تھا۔ ہاتھ پشت پر باندھے۔ نگاہیں دور خلا میں جمی ہوئی تھیں۔ اُس کے چہرے پر وہی پرانی سنجیدگی۔ مگر آنکھوں میں ایک اضطراب تھا۔

اسی لمحے راجہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔ اُس کے قدموں کی چاپ سن کر داؤد نے بغیر پلٹے کہا:

"کیا خبر لائے ہو۔ راجہ؟"

راجہ نے ادب سے سر جھکایا۔

"سرکار۔ گیا تھا۔۔۔ اُن کے دروازے تک۔ نور بی بی اور اُن کی والدہ سے ملاقات ہوئی۔"

داؤد آہستہ سے پلٹا۔

"کہا کیا اُنہوں نے؟"

راجہ نے لب بھینچتے ہوئے نظریں جھکائیں۔

"یہی کہ نفیسہ بی بی سب کچھ چھوڑ کر خود گئی ہے۔ کوئی افسوس۔ کوئی مان باقی نہیں بچا۔ ماں کے چہرے پر سختی تھی۔ اور بہن کی آنکھوں میں صرف بے یقینی۔"

داؤد کی بھنویں تن گئیں۔

"یقین نہیں؟ مطلب وہ سمجھتی ہے نفیسہ خود نہیں گئی؟"

راجہ نے سر ہلایا۔

"جی۔ نور بی بی کا دل کچھ اور کہہ رہا تھا۔ مگر اُن کی ماں۔۔۔ اُنہوں نے تو نفیسہ بی بی کا نام لینا بھی گوارہ نہیں کیا۔ کہہ رہی تھیں شرمندہ کر کے گئی ہے۔"

داؤد کے چہرے پر سرد مہری اُبھر آئی۔ اُس نے چند قدم آگے بڑھتے ہوئے۔ سنگ مرمر کے ستون کو تھپتھپایا — جیسے اپنے غصے کو تھامنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"یہ لوگ۔۔۔ جن کے لیے وہ واپس جانا چاہتی ہی۔۔ وہی اُسے چھوڑ گئے؟"

راجہ خاموش کھڑا رہا۔ لیکن دل میں سرکار کی شدتِ احساس کو محسوس کر رہا تھا۔

داؤد کی آواز میں اب لرزش تھی۔ مگر لہجہ مضبوط:

"سُن لو۔ راجہ۔۔۔ اپنی بیوی کو میں سنبھال لوں گا۔۔ لیکن وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔۔

راجہ نے عقیدت سے سر ہلایا۔

"سرکار۔ میں نے اُن کے رویے سے یہ سمجھا کہ نفیسہ بی بی کا اصل مقام اب یہی ہے۔۔۔ یہ حویلی۔ آپ کے نام سے جڑی ہوئی ہے وہ۔"

داؤد کی آنکھوں میں ایک لمحے کو نمی چمکی۔ جو فوراً سرد لہجے میں چھپ گئی۔

کرتا ہوں کچھ۔۔۔ وہ اندر جاتے کہتا ہے۔

◇◇◇

درختوں کی سرسراہٹ۔ پرندوں کی واپسی۔ اور ہلکی دھوپ میں سنہری روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک بینچ پر نور سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جبکہ عبداللہ اُس کے سامنے کھڑا کچھ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔

"نور۔۔۔کب تک یوں بیٹھی رہو گی؟ نکاح ہوئے کئی دن گزر چکے ہیں۔سب تمہیں پوچھ رہے ہیں۔ماں رو رہی ہے۔بہنیں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"عبداللہ کی آواز میں نرمی کے ساتھ ساتھ جھنجھلاہٹ بھی تھی۔

نور نے دھیرے سے نگاہ اٹھائی۔

"میں نے کہا تھا نا عبداللہ۔جب تک میری بہن واپس نہیں آجاتی۔میں اُس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی۔"

عبداللہ کے چہرے پر ناگواری ابھر آئی۔

"نور! یہ ضد ہے یا ڈرامہ؟ تم اُس لڑکی کے لیے سب چھوڑ کر بیٹھی ہو جو بھاگ گئی؟"

نور کی آنکھوں میں فوراً چمک آئی۔وہ غصے سے کھڑی ہو گئی۔

"وہ لڑکی نہیں۔میری بہن ہے۔اور جو بات تم کہہ رہے ہو۔وہ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

عبداللہ نے طنزیہ ہنسی ہنسی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے۔وہ زبردستی گئی تھی؟ کوئی لڑکی اگر خود نہ جانا چاہے تو کوئی مرد اُسے یوں لے جا سکتا ہے؟ سب کچھ اُس کی مرضی سے ہوا۔اور تم یہاں بیٹھی ہو اُس کا انتظار کرتے ہوئے؟"

نور کا دل دھڑکنے لگا۔اُس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور سرد لہجے میں کہا۔

"تمہیں اگر میری بہن پر شک ہے۔ تو تمہیں مجھ پر بھی شک ہے۔ عبداللہ۔ کیونکہ ہمارا نکاح بھی اُسی دن ہوا تھا۔۔۔ اُسی حویلی میں۔ اگر تمہیں نفیسہ پر اعتبار نہیں۔ تو مجھ پر کیسے کرو گے؟"

عبداللہ خاموش ہو گیا۔ اُس کی نظریں جھک گئیں۔

نور نے گہری سانس لی۔

"نہ وہ بھاگی ہے۔ نہ بے وفا ہے۔ اور میں اپنی آنکھوں سے اُس کے دکھ۔ اُس کے آنسو دیکھ چکی ہوں۔ وہ اپنی ماں۔ اپنے باپ۔ اپنی بہن کو کبھی چھوڑنے والی نہیں۔ کوئی اُسے لے گیا ہے۔۔۔ اور وہ پلٹ کر ضرور آئے گی۔"

عبداللہ نے بے بسی سے نور کی طرف دیکھا۔

تو کیا میں تمہیں لینے بھی نہ آؤں؟ کیا میرے جذبات کی کوئی قیمت نہیں؟

نور کی آواز اب نرم پڑ گئی۔ مگر فیصلہ برقرار رہا۔

میری بہن لوٹے گی۔۔۔ تب میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تب ہی دل سے۔ اُس سے پہلے نہیں۔

عبداللہ خاموشی سے پلٹ گیا۔ اور نور دوبارہ بینچ پر بیٹھ گئی۔ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے۔۔۔ جیسے کسی آنے والی امید کی راہ تک رہی ہو۔

◈◈◈

دروازہ کھلنے کی آواز پر داؤد نے خود آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے حیدر کھڑا تھا۔ غصے سے لال۔ آنکھوں میں چنگاریاں۔ چہرے پر سختی اور ضبط کی آمیزش۔ مگر داؤد کے لبوں پر پرانی دوستی کی ایک سادہ سی مسکراہٹ ابھری۔

"حیدر؟" اُس نے خوشگوار حیرت سے کہا۔ "یار کتنے دنوں بعد دیکھنے کو ملا ہے تُو۔ آ جا اندر۔۔۔"

مگر حیدر کی نظروں میں نہ کوئی خلوص تھا۔ نہ دوستی کی جھلک۔

"دوستی کا ناٹک بند کر۔ داؤد!" اُس نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "میں یہاں تعلق نبھانے نہیں۔ حساب برابر کرنے آیا ہوں۔"

داؤد کے چہرے سے مسکراہٹ ایک دم غائب ہو گئی۔ مگر وہ خود پر قابو رکھے رہا۔

"کیا بات ہے۔ حیدر؟ تُو اس لہجے میں کیوں بات کر رہا ہے؟"

حیدر ایک قدم آگے بڑھا۔ داؤد کے بالکل قریب آ گیا۔ جیسے ابھی گریبان پکڑ لے گا۔

"نفیسہ کہاں ہے؟ کہاں چھپا رکھا ہے اُسے؟"

اُس کی آواز میں غضب کی آگ تھی۔

داؤد نے ہاتھ اُٹھا کر اسے پیچھے روکا۔ مگر حیدر کی آنکھوں میں انتقام کی لپک تھی۔

حیدر کا انداز دیکھ کر داؤد کے ماتھے پر بھی بل پڑ گئے۔ اُس کی آنکھوں میں اب وہ پرانی نرمی باقی نہ رہی تھی۔

"نفیسہ؟" داؤد نے حیرت سے دہرایا۔ پھر سرد لہجے میں کہا۔

"زبان سنبھال کے بات کر۔ حیدر! وہ میری بیوی ہے"!

یہ الفاظ سن کر حیدر جیسے آپے سے باہر ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا۔ لیکن داؤد نے جھٹ اس کا بازو تھام لیا۔ گرفت سخت تھی۔

"ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی نا تو بہت مہنگا پڑے گا تجھے!" داؤد کی آواز میں آتش تھی۔

"بات کرنی ہے تو زبان سے کر۔ ہاتھوں سے نہیں۔ ورنہ پھر یاد رکھ۔ میں داؤد ہوں۔"

حیدر نے زور سے اپنا بازو چھڑایا۔ مگر داؤد کی آنکھوں میں جو سختی اور سچائی دیکھی۔ وہ اسے لمحہ بھر کو روک گئی۔

چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو تکتے رہے۔ حیدر کی سانسیں تیز چل رہی تھیں اور داؤد کی نگاہوں میں اب بھی ضبط کی چمک تھی۔

"تم نے اُس سے زبردستی کی۔ داؤد!" حیدر نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "نفیسہ کبھی تمہیں نہیں چاہ سکتی۔ یہ میں جانتا ہوں۔"

کے چہرے پر سنجیدگی چھاگئی۔ مگر اس بار لہجہ تلخ تھا۔

"تو نے ہی تو کہا تھا۔۔۔ اُٹھالے اُس لڑکی کو"!

اُس کی آواز میں ملال اور غصے کا امتزاج تھا۔

حیدر کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ۔۔۔ جسے تُو اُٹھانے جارہا ہے۔ وہ۔۔۔ وہ میری ہونے والی بیوی ہے۔ داؤد"!

اُس کے لہجے میں بے بسی تھی۔ جیسے دل میں آگ لگی ہو اور آنکھیں دھندلا گئی ہوں۔

اچانک پیچھے سے ہلکے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

داؤد اور حیدر دونوں کا رخ دروازے کی طرف ہوا۔

دروازے کے کنارے پر نفیسہ کھڑی تھی — سادہ لباس۔ چہرے پر ہوائیاں۔ اور آنکھوں میں حیرت۔

حیدر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے جیسے اس کی سانسیں تھم گئیں۔

"نفیسہ۔۔۔"

حیدر بے اختیار اس کی طرف لپکا۔ جذبات اس کے قابو سے باہر ہو چکے تھے۔

"نفیسہ! تم۔۔۔ تم میرے ساتھ چلو! ابھی۔ اسی وقت"!

وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اُس کے پاس پہنچا۔

مگر نفیسہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ جیسے اُس لمس کو قبول کرنے سے انکار ہو۔

"نفیسہ؟"

حیدر کی آواز لرز گئی۔ "تم جانتی ہو نا میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں؟"

نفیسہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ پلکوں پر آنسو لرزنے لگے مگر وہ بہنے نہ دیے۔ چہرہ خاموش تھا۔ جیسے جذبات کے طوفان کو اندر ہی اندر دفن کر دیا ہو۔

"جانتی ہوں۔ حیدر۔۔۔"

اُس نے دھیرے سے کہا۔ "سب جانتی ہوں۔۔۔ تمہاری چاہت بھی۔ تمہارا انتظار بھی۔"

حیدر کی امید بھری آنکھوں میں چمک لوٹ آئی۔ وہ ایک قدم اور آگے بڑھا۔

"تو پھر۔۔۔ پھر کیوں؟ کیوں واپس نہیں چل رہیں میرے ساتھ؟"

نفیسہ نے اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیں۔ جیسے اُس سوال کا جواب مٹی میں دفن ہو۔

"کیونکہ اب سب کچھ بدل چکا ہے۔"

"نہیں"!

حیدر کا لہجہ تڑپ اٹھا۔ "کچھ نہیں بدلا۔ نفیسہ! میں آج بھی تمہیں ویسا ہی چاہتا ہوں جیسے پہلے چاہتا تھا۔ میں تمہیں داؤد کے پاس چھوڑ کر نہیں جا سکتا"!

نفیسہ نے آہستہ سے سر اُٹھایا۔

"لیکن میں اب داؤد کی بیوی ہوں۔ حیدر۔"

یہ الفاظ گویا حیدر کے سینے پر چٹان بن کر گرے۔ اُس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"زبردستی سے ہوا وہ نکاح۔۔۔ دل سے تھوڑی نا مانا ہے تم نے"!

نفیسہ نے ہولے سے کہا۔

"پہلے دل نہیں مانتا تھا۔۔۔ لیکن وقت بہت کچھ سکھا دیتا ہے۔ حیدر۔"

اس سے پہلے کہ حیدر کچھ کہتا۔ داؤد کا بھاری قدموں سے بڑھتا وجود ان کے درمیان آ گیا۔

"بس بہت ہو گیا۔ حیدر"!

داؤد کا لہجہ کڑا اور واضح تھا۔

"یہ میری عزت کا معاملہ ہے۔۔۔اور اب وہ نفیسہ بھی میری ہے۔"

حیدر نے نفیسہ کو دیکھا۔ وہ چپ تھی۔ خاموش۔ سر جھکائے۔۔۔ جیسے اُس نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہو۔

حیدر نے ایک گہری سانس لی۔ نظریں کچھ لمحے نفیسہ پر جمائے رکھیں۔۔۔اور پھر خاموشی سے پلٹ گیا۔

اس کے قدموں کی چاپ دھیرے دھیرے دور ہوتی گئی۔۔۔ جیسے کوئی خواب ٹوٹنے کی آواز ہو۔

◈◈◈

حیدر کے قدموں کی چاپ مدھم ہو کر مکمل طور پر خاموشی میں بدل گئی۔ نفیسہ کی پلکیں لرزیں۔ مگر اس نے اپنی آنکھوں کے آنسو ابھی تک روک رکھے تھے۔

اچانک جیسے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ اُس نے ایک ہلکی سسکی لی۔ اور پھر اپنے آنسوؤں کو روکے بغیر تیزی سے پلٹی۔ لمبے قدموں سے وہ اندر کے کمرے کی طرف گئی۔ دروازہ کھول کر جیسے ہی اندر داخل ہوئی۔ اُس کا جسم لڑکھڑا گیا۔ دیوار کا سہارا لیا۔ اور پھر دھیرے سے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

آنکھوں سے آنسو بہتے گئے۔ اور لبوں سے بس ایک ہی لفظ نکلا:

"یااللہ"!

کمرے کی خاموشی میں اس کی سسکیاں گونجنے لگیں۔

چند لمحے بعد دروازہ آہستہ سے کھلا۔ داؤد اندر آیا۔ مگر اس بار اُس کے چہرے پر وہ سختی نہ تھی۔ آنکھوں میں گہرے احساسات کا عکس۔ اور قدموں میں نرمی تھی۔

وہ آہستہ سے اُس کے قریب آیا۔ اور پھر کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"نفیسہ۔۔۔" اُس نے دھیرے سے پکارا۔

نفیسہ نے سر نہیں اٹھایا۔ بس ہاتھوں سے چہرہ چھپائے روتی رہی۔

داؤد نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی۔ پھر نرمی سے بولا:

"میں جانتا ہوں۔ تمہارے دل میں کیا طوفان چل رہا ہے۔ لیکن ایک بات پوچھوں؟"

نفیسہ نے سر تھوڑا سا اوپر اٹھایا۔ آنکھیں سرخ۔ چہرہ بھیگا ہوا۔

"جب اُس نے ہاتھ بڑھایا تھا۔۔۔ تم نے اسے کیوں روکا؟"

نفیسہ نے پلکیں جھپکائیں۔ آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ مگر آواز دھیمی اور ٹوٹتی ہوئی تھی:

"کیونکہ۔۔۔ میں خود کو اب کسی اور کی امانت سمجھتی ہوں۔"

داؤد کا دل عجیب سا دھڑکا۔ وہ ایک پل کو خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑا اور قریب ہوا۔

"نفیسہ۔۔۔ میں نے تمہیں زبردستی سے یہاں رکھا۔ ہاں۔۔۔ مگر دل جیتنے کی کوشش کبھی زبردستی نہیں کی۔"

اُس کی آواز میں سچائی تھی۔

"میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے ڈرو۔ یا مجھ سے نفرت کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم۔۔۔اپنے دل سے فیصلہ کرو۔"

نفیسہ نے سسکی لیتے ہوئے نظریں اُس پر ڈالیں۔ جیسے اُس کی باتوں میں کوئی نرمی۔ کوئی سہارا تلاش کر رہی ہو۔

داؤد نے ہاتھ بڑھایا۔ آہستہ سے اُس کے آنسو صاف کیے۔

"رونا بند کرو۔ نفیسہ۔۔۔ تمہاری آنکھوں میں یہ آنسو مجھے کمزور کر دیتے ہیں۔"

"مجھے۔۔۔امی لوگوں کے پاس جانا ہے۔"

داؤد نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے لہجے میں چھپی بے بسی کو محسوس کیا۔ وہ تھوڑا سا پیچھے ہوا۔ اور گہری سانس لیتے ہوئے بولا:

"جاؤ گی۔ لیکن اب کسی کے سوالوں کے سائے میں نہیں۔۔۔ کسی کے الزام کے نیچے نہیں۔"

وہ لمحہ بھر کو رکا۔ پھر سنجیدگی سے بولا:

"آج میں خود جاؤں گا۔ سب کو سچ بتاؤں گا۔ جو ہونا تھا۔ ہو چکا۔ اب کسی جھوٹ کا بوجھ تمہیں نہیں اٹھانا پڑے گا۔"

نفیسہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرانی کے ساتھ ساتھ ایک امید چمکی۔

"اور اس کے بعد؟"

داؤد کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ مگر آنکھوں میں ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔

"اس کے بعد سب ٹھیک کر کے۔۔۔ میں خود تمہیں لے جاؤں گا۔ عزت کے ساتھ۔ تمہارا ہاتھ تھام کر۔"

نفیسہ کی آنکھوں سے ایک اور آنسو چھلک گیا۔ مگر اس بار اس آنسو میں دکھ کم اور یقین زیادہ تھا۔

کمرے کی خاموش فضا میں ایک نیا وعدہ۔ ایک نیا یقین جنم لے چکا تھا۔

◈◈◈

گھڑی کی سوئیاں جیسے وقت کو تھامے کھڑی تھیں۔ دوپہر کی دھوپ زوال پر تھی جب داؤد کی گاڑی نفیسہ کے گھر کے باہر آ کر رکی۔ محلے کے چند لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ سفید شلوار قمیض میں ملبوس۔ چہرہ سنجیدہ اور نظریں پُر عزم۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

کلثوم کچن سے نکلی اور نور سے بولی۔ "دیکھو بیٹا۔ ذرا دروازہ چیک کرو کون ہے۔"

نور نے کچھ جھجکتے ہوئے دروازہ کھولا۔ باہر ایک اجنبی شخص کھڑا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں ایسی گہرائی تھی جیسے برسوں کی تھکن سمیٹے ہو۔

"جی کون؟"

"میں داؤد ہوں۔ نفیسہ سے متعلق بات کرنی ہے۔ براہ کرم گھر کے بڑوں سے ملنا ہے۔"

نور کا دل دھڑکا۔ اس نام سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔۔۔ مگر سامنے کھڑا شخص؟ اجنبی۔

"امی!" نور نے قدرے بلند آواز میں پکارا۔

چند لمحوں میں لاؤنج میں سب موجود تھے: کلثوم۔ منیب۔ راجب۔ اور دیگر گھر والے۔ صرف نفیسہ غائب تھی۔

"آپ کون ہیں؟" منیب کی آواز میں وہی سختی تھی جو برسوں سے اس کی پہچان تھی۔

"داؤد۔" اُس نے اپنا تعارف دوبارہ دیا۔ "میں وہی ہوں جس کے ساتھ۔۔۔ نفیسہ گئی تھی۔"

کلثوم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ راجب نے ایک قدم آگے بڑھا کر سوال داغا۔ "کس منہ سے آئے ہو؟ ہماری بیٹی کو بدنام کرنے کے بعد؟"

"اس لیے آیا ہوں کہ سچ بتا سکوں۔۔۔ اور اس کا ہاتھ مانگ سکوں۔"

"ہاتھ مانگنے؟" نور نے سخت نظروں سے گھورا۔ "جسے لے جانے میں تم نے ایک لمحہ نہیں لگایا۔ اُسے واپس لینے کی تمہیں ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟"

تبھی لاؤنج کی سیڑھیوں سے لائبہ کی آواز آئی۔ "میں انہیں جانتی ہوں۔"

سب نے چونک کر اوپر دیکھا۔

"یہ ہماری یونیورسٹی کے لیکچرر تھے۔ داؤد سر۔ بس اتنا جانتی ہوں۔"

مونے ب کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ "تو نفیسہ کو ان سے پہلے ہی جان پہچان تھی؟"

داؤد نے خاموشی توڑی۔ "نہیں۔ نفیسہ نے مجھ سے ہمیشہ فاصلہ رکھا۔ لیکن میں اُس سے۔۔۔ بے حد محبت کرنے لگا۔"

"محبت؟" راجب نے استہزائیہ ہنسی ہنسی۔ "محبت تو عزت دیتی ہے۔ چھینتی نہیں۔"

داؤد کی آواز بھاری ہو گئی۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے اسے زبردستی اپنے ساتھ لے کر گیا۔ یہ میری غلطی تھی۔ لیکن نفیسہ نے میرے دل کو بدلا۔ اُس کی خاموشی۔ اُس کی آنکھیں۔۔۔ اُس کی معصومیت نے مجھے آئینہ دکھایا۔ میں نے اُس سے کچھ چھینا نہیں۔۔۔ بس خود کو پا لینے کی ضد کی۔"

کلثوم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ "اور اب؟"

"اب میں اُسے عزت دوں گا۔ وہ عزت جو میں اُسے پہلے دن سے دینا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن طریقہ غلط چنا جو ہونا تھا ہو چکا میں بس چاہتا تھا اُس کو سوچ آپ لوگ غلط خیال نہیں لائے دل میں وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔۔

کمرے کی فضا گہری خاموشی میں ڈوبی تھی جب طارق صاحب چند قدم آگے بڑھے۔ سب کی نظریں اُن پر جم چکی تھیں۔ انہوں نے گہری سانس لی اور ایک سرد لہجے میں گویا ہوئے:

"تم کہہ رہے ہو کہ نفیسہ بے قصور ہے۔۔۔ کہ تم اُسے عزت دو گے۔ لیکن ہم کیسے مان لیں کہ وہ خود تمہارے ساتھ نہیں گئی تھی؟"

کمرے میں لمحاتی خاموشی چھا گئی۔

داؤد کے چہرے پر پہلے حیرت کی جھلک آئی۔ پھر وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ اس کے چہرے کی سختی پل بھر میں غصے میں بدل گئی۔ اس کی آواز بھرا گئی۔ لیکن لہجہ فولادی تھا:

"بس! بہت ہو گیا"!

کلثوم کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ نور نے بے چینی سے نظریں چُرائیں۔

"آپ اُس لڑکی پر شک کر رہے ہیں جس نے میرے آگے کبھی جھکنا گوارا نہیں کیا؟ جس نے اپنے قدموں سے میرے قریب آنا نہیں چاہا؟ جو ہر پل آپ کی عزت کا خیال رکھتی رہی؟"

داؤد کی آواز بلند تھی۔ مگر اس کے اندر کا درد ہر لفظ میں چھپا تھا۔

"نفیسہ نے میرے ساتھ رہتے ہوئے بھی کبھی مجھے شوہر کا مقام نہیں دیا۔ کیونکہ اس کا دل۔۔۔ اس کا اعتبار۔۔۔ آپ لوگوں سے جڑا ہوا تھا"!

وہ رک کر گہری سانس لیتا ہے۔ آنکھوں کی نمی کو ضبط کرتا ہے۔

"اور آج۔۔۔ آپ شک کر رہے ہیں اُس پر؟ جو آج بھی سر جھکا کر آپ کی عزت بچا رہی ہے؟"

کمرے کی فضا میں ایک گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ جب طارق صاحب نے داؤد کو ٹوکا۔ ان کی آواز میں سختی تھی اور آنکھوں میں ایک ناراضگی کی جھلک۔

"اگر تم اُس لڑکی کو عزت دیتے تو۔۔۔ رشتہ مانگتے۔ نہ کہ اُسے زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے! تم نے خود ہی نفیسہ کی عزت خراب کی ہے۔ اور اب ہمیں سیکھا رہے ہو؟"

داؤد کے چہرے پر غصے کی لہر اُبھری۔ لیکن اس نے خود کو قابو رکھا۔ اُس کے اندر کی جنگ واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور پھر اپنے غصے کو دبانے کی کوشش کی۔

طارق صاحب کا لہجہ مزید سخت ہو گیا

"تم نے اُس کی مرضی کو نہیں سمجھا۔ داؤد! اگر تم سچ میں اُسے عزت دیتے۔ تو تم اس سے رشتہ مانگتے۔ اُس کی عزت کا خیال رکھتے۔ لیکن تم نے اُسے اُسی وقت مجبور کیا جب تمہاری باتوں میں محبت نہیں۔ صرف خود غرضی تھی"!

کلثوم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ لیکن وہ خاموشی سے طارق صاحب کو دیکھ رہی تھی۔ نور کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔ اور وہ اضطراب میں تھی۔ جیسے کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو رہا۔

"آپ دونوں کو نہیں پتا۔ میں نے کس مشکل میں اُسے سمجھا ہے!" داؤد کی آواز میں بے بسی تھی۔ "میں جانتا ہوں کہ میں نے کچھ غلط کیا۔ لیکن اُس وقت میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"

اسی لمحے کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ اور حیدر تیز قدموں سے اندر داخل ہوا۔ اُس کے چہرے پر غصہ صاف جھلک رہا تھا۔ وہ ایک نظر داؤد پر ڈالتے ہوئے سیدھا داؤد کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔

واہ داؤد صاحب!" وہ سیدھا اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آواز میں غصہ بھی تھا اور دکھ بھی۔ "بہت خوب کھیلا آپ نے یہ چال۔۔۔ خاموشی سے آئے۔ اور نفیسہ کو ہم سب سے چھین لے گئے۔"

داؤد نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ پھر غصے سے کہا۔ "زبان سنبھال کر بات کرو۔ حیدر"!

"زبان تو آپ کو سنبھالنی چاہیے تھی جب کسی کی بیٹی کو بغیر پوچھے لے جا رہے تھے۔" حیدر کی آواز بلند ہو گئی۔ "میں نے اُس لڑکی کے لیے دعائیں مانگی تھیں۔ وقت مانگا تھا کہ اُسے پا سکوں۔۔۔ اور آپ نے اُس کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اُسے زبردستی اپنی دنیا میں لے گئے۔"

داؤد کی آنکھوں میں چمک ابھری۔ "میں نے اُسے چھینا نہیں۔ میں نے اُسے بچایا تھا! اور جہاں تک تمہاری دعاؤں کا تعلق ہے۔ دعائیں خاموشی سے نہیں مانگی جاتیں۔ مانگی جائیں تو حق کے ساتھ"!

حیدر تلملا گیا۔ اُس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ "حق؟ تم نے مجھ سے میرا خواب چھینا ہے داؤد! وہ لڑکی۔۔۔ میں اُسے چاہتا تھا۔ میں نے اُسے کبھی چھوا تک نہیں۔ کبھی بتایا بھی نہیں۔۔۔ لیکن صرف اس لیے کہ وہ عزت کے قابل تھی۔ اور تم نے۔۔۔ تم نے اُس کی مجبوری کا فائدہ اُٹھا کر اپنا نام اُس پر تھوپ دیا"!

داؤد کی برداشت جواب دے گئی۔ اچانک اُس نے آگے بڑھ کر حیدر کا کالر پکڑ لیا۔

"میں نے کچھ نہیں تھوپا!" وہ دھاڑا۔ "میں نے اُسے بچایا تھا۔۔۔ اُس کی عزت کو بچایا تھا۔۔۔ تمھارے جیسے تماش بینوں سے"!

"بس کرو"!

طارق صاحب کی گرجتی ہوئی آواز نے کمرے کی فضا چیر دی۔ وہ آگے بڑھے اور دونوں کے درمیان آ گئے۔

"چھوڑ دو اُسے۔ داؤد!" اُن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔

"یہ تمھاری طرح نہیں ہے۔ جو لڑکیوں کو گھر سے اُٹھا کے لے جائے"!

داؤد نے حیدر کا کالر چھوڑ دیا۔ مگر اُس کی آنکھیں اب طارق صاحب پر جم چکی تھیں۔ ایک پل کو اُس نے گہری سانس لی۔ پھر سرد لہجے میں گویا ہوا:

"طارق صاحب۔۔۔ جسے آپ اپنا داماد بنانے جا رہے تھے نہ۔ وہی لڑکا۔۔۔ وہ میرا دوست ہے"!

"اور آپ جانتے ہیں اُس کی حقیقت؟"

"بکواس بند کرو"!

حیدر ایک دم آگے بڑھا۔ مگر طارق صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اُسے روک دیا۔

"چپ رہو۔ حیدر"!

ان کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ حیدر ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔

طارق صاحب نے داؤد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"ہاں۔ بتاؤ۔۔۔ میرے بھانجے کی وہ حقیقت۔ جو تم جانتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ داؤد"!

کمرے میں ایک دم سنّاٹا چھا گیا۔ سب کے چہروں پر حیرت۔ بے یقینی۔ اور اضطراب تھا۔

حیدر کا رنگ فق ہو گیا۔ مگر وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں سر جھٹک کر بولا:

"جھوٹ بول رہا ہے یہ۔۔۔ کچھ بھی کہہ دے گا اپنی صفائی میں"!

مگر داؤد نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے جیسے بم گرا دیا

جھوٹ؟ تو سنو حقیقت"!

"یہ لڑکا۔۔۔ یہ دو بچوں کا باپ ہے"!

"اور اس کی شادی برسوں پہلے دوبئی میں ہو چکی ہے"!

کلثوم کی چیخ نکل گئی۔ نور کا دل جیسے رک گیا۔ طارق صاحب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" طارق صاحب دہاڑے۔ "ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

داؤد کا چہرہ سنجیدہ اور تھکا ہوا تھا۔ مگر آواز میں سچائی کی دھڑکن واضح تھی:

"ثبوت؟ میں چاہوں تو وہ لڑکی اور اُس کے بچے۔ دونوں کو یہاں لا سکتا ہوں"!

"میں نے اُس کی بیوی کو خود دیکھا ہے۔ اُن بچوں کو بھی۔ صرف خاموشی اختیار کی تھی۔ کیونکہ وہ مجھ سے التجا کرتی تھی کہ حیدر کی عزت بچی رہے۔۔۔"

حیدر ایک دم آگے بڑھا۔ چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا۔ "یہ سب جھوٹ ہے! سب پلان کیا گیا ہے مجھے نیچا دکھانے کے لیے"!

طارق صاحب کے قدم پیچھے ہٹنے لگے۔ اُن کا چہرہ سُن ہو چکا تھا۔

وہ دھیرے سے بڑبڑائے:

"نہیں۔۔۔ یہ سچ نہیں ہو سکتا۔۔۔"

کمرے میں سکوت کے بعد جیسے طوفان آگیا ہو۔

"بس بہت ہو گیا"!

منیب دھاڑا اور حیدر کی طرف لپکا۔

"ہمیں شرمندہ کر دیا تم نے۔ حیدر! تمھیں ہم نے عزت دی۔ اعتبار دیا۔۔۔ اور تم نے پیٹھ پیچھے دھوکہ دیا"!

راجب بھی غصے سے آگے بڑھا:

"دو بچوں کا باپ ہو کر بھی یہاں محبت کے نام پر تماشے کر رہا تھا؟ شرم آنی چاہیے"!

"نکلو یہاں سے"!

منیبہ کی آواز گونج رہی تھی۔

"یہ گھر اب تمہارا نہیں"!

حیدر ہکا بکا سب کی باتیں سن رہا تھا۔اُس کے چہرے پر زردی چھاگئی تھی۔

پھر اُس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر داؤد کو دیکھا——غصہ۔بے بسی اور نفرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے"!

وہ چنگھاڑا اور داؤد کی طرف بڑھا۔

لیکن داؤد تیار کھڑا تھا۔

تھپ! تھپ!

دو زوردار تھپڑ حیدر کے چہرے پر پڑے۔تیسری بار داؤد نے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔

"دور رہو مجھ سے!"داؤد کا لہجہ آتش فشاں کی طرح دہک رہا تھا۔

"جو عزت تم نے خود اپنے ہاتھوں سے گنوائی ہے۔اُس کا حساب اب قانون سے دو گے"!

اُس نے جیب سے موبائل نکالا اور پولیس کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا:

"جی۔ایک شخص نے شادی چھپا کر میرے جاننے والوں کو دھوکہ دیا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ اُس کے خلاف فوری کارروائی ہو۔"

"نام؟"

"حیدر ۔۔۔"

"ہاں۔ پاسپورٹ اور سابقہ بیوی کے ثبوت میرے پاس ہیں۔"

حیدر کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"داؤد! تم میری زندگی برباد کر رہے ہو"!

داؤد نے سرد نظروں سے اُسے دیکھا۔

"نہیں۔۔۔ تم نے اپنی زندگی خود برباد کی ہے۔ میں تو بس سچ کا دروازہ کھول رہا ہوں"!

◈◈◈

داؤد تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔

میں تمھارا دوست ہوں۔۔۔

حیدر غصے سے داؤد کو دیکھ کر بولا۔ آنکھوں میں شکوہ۔ لہجے میں آگ تھی۔

دوست؟

اور تم؟

تم جو اپنی ہی فیملی کو دھوکہ دے رہے تھے؟

ایک معصوم لڑکی کو پیار کے جال میں پھانس رہے تھے؟

اُس کا کیا؟

داؤد طنزیہ انداز میں ہنسا۔ اس کی نظریں سیدھی حیدر کے چہرے پر تھیں۔

لیکن میں نفیسہ سے محبت کرتا ہوں۔۔۔

حیدر نے سخت لہجے میں کہا۔ جیسے خود کو سچ ثابت کرنے کی ضد میں ہو۔

اپنی زبان سے میری بیوی کا نام مت لینا۔۔۔

سمجھے تم؟

داؤد کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ غصے سے قدم آگے بڑھا کر حیدر کے سامنے آگیا۔

اور ہاں۔۔۔

محبت صرف ایک بار ہوتی ہے۔۔۔

جو بار بار ہو۔۔۔ وہ محبت نہیں۔۔۔ دھوکہ ہوتا ہے۔۔۔ ڈھونگ ہوتا ہے۔۔۔!

اس کے الفاظ ایک ایک کر کے چبھتے چلے گئے۔

اور میرے خیال سے۔۔۔

پہلی شادی بھی تمھاری محبت سے ہی ہوئی تھی نا؟

داؤد نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر زہر خند مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

خاموشی چھا گئی۔۔۔ مگر ہوا میں تلخی واضح تھی۔

نور غصے میں بھری ہوئی حیدر کے سامنے آکر اس کا ہاتھ اٹھاتی ہے اور اچانک اس کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہے۔

"تم نے کیا سمجھا تھا۔ حیدر؟ تم میری بہن کی زندگی برباد کرنے لگے تھے؟"

حیدر شاک کی حالت میں اُسے دیکھتا ہے۔ کچھ لمحے کے لیے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر نور کی باتوں کا شدت سے اثر ہوتا ہے۔ نور کے الفاظ ایک ایک کر کے دل میں گہرے لگتے ہیں۔

"شکر ہے کہ وہ نکاح نہیں ہوا۔۔۔ ورنہ وہ ساری زندگی روتی رہتی! کل کو تم کسی اور سے شادی کر لیتے۔ اور پھر وہ کیا کرتی؟ کتنی تکلیف میں ہوتی وہ! تم نے اسے اس جال میں پھانسنے کی کوشش کی۔ لیکن خوش قسمتی سے اس کی تقدیر نے تمہاری سازش کو ناکام بنا دیا"!

نور کی آواز میں رنج اور غصہ تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں خون کی لالی تھی۔ جیسے وہ کچھ بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔

حیدر اس اچانک تھپڑ سے ہلکا سا چونکا۔ اور پھر چپ ہو گیا۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکا۔ بس ایک خالی نظر سے نور کو دیکھتا رہا۔

اسی وقت پولیس کی گاڑی باہر گیٹ پر رکی۔ اس کا سائرن ہوا اور گاڑی دروازے کے سامنے رک گئی۔

پولیس کے اہلکار تیز قدموں سے گاڑی سے نکلے اور سیدھے اندر کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کی نظریں داؤد پر جمی ہوئی تھیں۔ جو ابھی تک غصے اور پریشانی میں گھرا تھا۔ ایک پولیس اہلکار نے فوراً داؤد کی طرف اشارہ کیا۔

"اسے پکڑو"!

پولیس نے فوراً حیدر کی طرف اشارہ کیا۔ جو ابھی تک نور کے ساتھ بحث میں مگن تھا۔ پولیس کے اہلکاروں نے حیدر کو گھیر لیا۔ اور وہ کچھ سمجھ پاتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ہی اسے پکڑ کر باہر کی طرف لے گئے۔

حیدر کی آنکھوں میں بے چینی اور حیرانی تھی۔ جیسے وہ اس صورتحال کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ پولیس اہلکار اسے بغیر کسی تشویش کے دھکیلتے ہوئے باہر لے جا رہے تھے۔ اور وہ کچھ نہ کر سکا۔

داؤد طارق صاحب کے کمرے میں آ چکا تھا۔ جہاں وہ بیزاری کے عالم میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر غم۔ غصہ اور تھکاوٹ کی جھلک تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہے۔ جیسے داؤد کے سامنے آنے سے پہلے اپنے جذبات کو قابو کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ داؤد کا دل دھڑک رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر کوئی تاثرات ظاہر نہیں کیے۔ وہ جانتا تھا کہ طارق صاحب کی نظریں اب اس پر جمی ہوئی ہیں۔ اور وہ ہر لفظ جو اس کے منہ سے نکلے گا۔ بہت اہمیت رکھے گا۔

"طارق صاحب۔ میں جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا ہے۔ وہ آپ کے لیے بہت مشکل وقت ہے۔" داؤد نے آہستہ سے کہا۔ اور اس کی آواز میں ایک سنجیدگی تھی۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہوا۔ وہ میری غلطی تھی۔ اور میں اس کے لیے دل سے معذرت خواہ ہوں۔"

طارق صاحب نے گہری سانس لی اور سر جھکایا۔ وہ خاموش رہے۔ جیسے داؤد کی باتوں پر غور کر رہے ہوں۔ پھر انہوں نے آہستہ سے اپنی نظر اٹھائی اور داؤد کو آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھے اُس کی اتنی فکر نہیں ہے۔" وہ بھرپور اعتماد اور کرخت آواز میں بولے۔ "جو کچھ ہوا۔ اُس نے اس کی قیمت چکائی۔ اسے اُس کے کیے کی سزا مل گئی۔ لیکن جس بات نے میرے دل کو تکلیف دی۔۔۔ وہ یہ کہ میری اپنی بہن۔ جو سب کچھ جاننے کے باوجود۔۔۔ بھی میری بیٹی کو اپنی بہو بنانے کی ضد چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔۔

طارق صاحب کی آنکھوں میں نمی چھلکنے کو تھی مگر انہوں نے فوراً آنکھیں سخت کر لیں۔ ایک باپ کا ضبط اور ایک بھائی کا درد۔ دونوں ایک ساتھ جھلک رہے تھے۔

"خیر۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اُس سے تو میں خود پوچھ لوں گا۔ اُس کے جواب سنوں گا۔ مگر تم یہ مت سوچنا۔ داؤد۔ کہ جو تم نے کیا۔ اُس کو میں بھول جاؤں گا۔"

اب ان کے لہجے میں وہی جان لیوا سختی آ گئی تھی جو کسی باپ کے دل سے اس وقت نکلتی ہے جب اُس کی بیٹی کا حق چھینا جاتا ہے۔

"تم نے زبردستی میری بیٹی سے نکاح کیا۔ اُسے مجبور کیا۔ اور اب چاہتے ہو کہ میں خاموش رہوں؟ ہرگز نہیں۔ میں کل ہی اپنی بیٹی کو واپس لے آؤں گا اپنے گھر۔ اور اُس کے بعد ہم بات کریں گے۔ تب بات ہو گی۔ تم سے۔ تمھارے ضمیر سے۔ تمھارے فیصلے سے۔"

داؤد کا دل دہل چکا تھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ لب ہلے۔ اور ایک بھرا ہوا لہجہ لبوں سے نکلا۔

"میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ طارق صاحب۔ میں نے جذبات میں آ کر وہ قدم اُٹھالیا جو شاید مجھے نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ میں اپنی بیوی سے سچی محبت کرتا ہوں۔۔۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے زبردستی نکاح کیا۔۔۔ مگر اُس نکاح میں اب صرف زبردستی نہیں۔ احساس۔ محبت اور ندامت بھی شامل ہے۔ میری بیوی کو مجھ سے دور مت کریں۔ وہ میری زندگی ہے۔"

کل فلحال میں اپنی بیٹی کو لے آوں گا باقی باتیں بعد میں۔۔۔طارق سخت لہجے میں کہتا ہے۔

◈◈◈

داؤد آہستہ قدموں سے دروازے کی دہلیز پار کر رہا تھا۔جیسے ہر قدم کے ساتھ اُس کے سینے پر کسی نے ایک پتھر رکھ دیا ہو۔آج وہ شخص جس کی آنکھوں میں دنیا کا غرور چھلکتا تھا۔وہ مرد جو "سرکار" کہلاتا تھا۔آج وہ تھکا ہارا۔ٹوٹا ہوا۔خود سے شرمندہ تھا۔

گھر میں سناٹا تھا۔بس گھڑی کی ٹک ٹک۔اور داؤد کی چال کی ہلکی چاپ۔

وہ سیدھا نفیسہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔دل میں نہ جانے کتنے الفاظ۔کتنے اعترافات۔کتنی وضاحتیں تھیں۔لیکن زبان ساتھ دینے کو تیار نہ تھی۔

دروازہ ہلکے سے دھکیلا۔اور وہ کھل گیا۔

نفیسہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔آسمان کی طرف دیکھتی ہوئی۔چاند کی چاندنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔اور اس کے وجود میں ایک بے نام سا سکون تھا۔لیکن جیسے ہی دروازہ چرچرایا۔وہ چونک کر پلٹی۔

ارے داؤد تم آ گئے ؟؟ کیا ہوا ملے تم بابا سے بتایا اُن جو کے نفیسہ بے قصور ہے ؟؟ انھوں نے نعاف کر دیا مجھے ؟؟ وہ بے چینی سے بولی۔

ہاں نفیسہ میں گیا تھا اُن جو سچ بتایا۔۔۔وہ کل تمھیں لینے آئیں گے۔۔۔وہ سر جھکائے آہستہ سے کہتا ہے۔

داؤد کی بات سن نفیسہ کی خوشی کی جاگ اُٹھتی ہے۔۔

کیا سچ میں داؤد۔۔۔ شکریہ داؤد بہت زیادہ۔۔ آئی لو یو سو مچ۔۔۔ وہ خوشی سے اُچھلتے ہوئے کہتی ہے۔

لو یو ٹو نفیسہ۔۔۔ وہ آہستہ سے کہتا ہے۔۔

داؤد تم کیوں اداس ہو؟؟ وہ اُسے ایسے بیٹھا دیکھ کہتی ہے۔

م۔۔ میں تم سے دور نہیں رہ سکتا۔۔ نفیسہ۔۔ وہ سر جھکائے اپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو چھپاتے کہتا ہے۔۔

تو میں آجاؤ گی ناں کچھ دن رہ کہ اور ویسے بھی میں خود بھی تو اپنے شوہر کے بغیر نہیں رہ سکتی ناں۔۔۔ وہ اُسے دیکھ بچوں کی طرح منہ بنائے کہتی ہے۔۔

نفیسہ تمھارے والد تمھیں مجھ سے دور رکھنے کے لیے ہی لے جا رہے ہیں۔۔۔

نفیسہ جیسے ایک لمحے کو ساکت ہوگئی۔ داؤد کی بات اُس کے کانوں میں گونجی تو دل میں جیسے کسی نے تیز چھری چلا دی ہو۔ وہ دھیرے سے آگے بڑھی۔ اور داؤد کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی۔

"کیا مطلب داؤد؟" اُس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

داؤد نے نظریں چرالیں۔ "وہ سمجھتے ہیں کہ تمھاری زندگی میرے ساتھ برباد ہو جائے گی۔ کہ تم نے مجبوری میں یہ رشتہ قبول کیا۔ اور اب وہ تمھیں ایک نیا موقع دینا چاہتے ہیں۔"

"لیکن داؤد۔۔۔ میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔۔۔" اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

داؤد نے اُس کے آنسو دیکھے۔ تو دل ٹوٹ کر رہ گیا۔ وہ آگے بڑھا اور اُس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں تمھاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گا۔ نفیسہ۔۔۔ لیکن اگر تمھیں لے گئے۔ تو شاید میں۔۔۔ شاید میں پھر کبھی خود کو معاف نہ کر سکوں گا۔"

نفیسہ نے داؤد کے ہاتھ تھام لیے۔ "تم نے آج میرے لیے وہ سب کیا۔ جو کوئی اپنا بھی نہیں کرتا۔۔۔ میرے بابا کے پاس جا کر میری صفائی دینا۔ مجھے میرے حق کا مقام دلوانا۔۔۔ اب یہ سب کیسے ختم ہو سکتا ہے داؤد؟"

"محبت ختم نہیں ہوتی۔ نفیسہ۔۔۔ بس آزمائشوں میں ڈھل جاتی ہے۔" وہ آہستگی سے بولا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ بس دونوں کی دھڑکنوں کی آواز تھی۔

پھر نفیسہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "اگر وہ مجھے زبردستی لے گئے۔ تو میں واپس آ جاؤں گی۔ داؤد۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

داؤد نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں تمھارا انتظار کروں گا۔۔۔ چاہے ساری زندگی لگ جائے۔ نفیسہ۔"

نفیسہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔ مگر دل کے اندر ایک خوف۔ ایک بے چینی کا طوفان اٹھ چکا تھا۔

◈◈◈

دھوپ کمرے کی کھڑکیوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھی۔ ہلکی سی ٹھنڈی ہوا پردوں کو آہستہ آہستہ ہلا رہی تھی۔ داؤد شیشے کے سامنے کھڑا اپنی قمیض کے بٹن بند کر رہا تھا۔ اُس کا چہرہ ہمیشہ کی

طرح سنجیدہ تھا۔ مگر آنکھوں میں آج ایک عجیب سا سکون تھا۔ شاید نفیسہ کی موجودگی نے اُس کے اندر کے زخموں پر مرہم رکھا تھا۔

جیسے ہی اُس نے گھڑی باندھی اور جوتے پہننے کے لیے جھکا۔ پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ پلٹا ہی تھا کہ نفیسہ تیز قدموں سے آکر اُس کے بالکل سامنے کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہے ہو؟" اُس نے تھوڑا سا خفگی اور تھوڑا سا لاڈ سے پوچھا۔ جیسے ایک بیوی اپنے شوہر سے شکوہ کرتی ہے۔

داؤد نے مسکرا کر نظریں نیچی کیں۔ اور پھر آہستگی سے کہا۔ "راجہ کے ساتھ ایک ضروری کام ہے۔ بس جلدی واپس آجاؤں گا۔"

نفیسہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ "زیادہ دیر نہ لگانا۔۔۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ ایک بہت اہم بات۔"

داؤد نے اُس کے نرم ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر تھوڑا سا دبایا۔ اُس نے نفیسہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ جن میں محبت۔ فکر اور بے چینی کے رنگ ملے ہوئے تھے۔ وہ دھیرے سے اُس کے قریب آیا۔ اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ جیسے ہر لمحہ۔ ہر لمس کو محفوظ کرنا چاہتا ہو۔

"واپسی پہ سنوں گا۔ وعدہ۔" اُس نے نرمی سے کہا۔

نفیسہ خاموش رہی۔ بس اُسے دیکھتی رہی۔ جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ لیکن لفظ لبوں تک آکر رک جاتے تھے۔ داؤد نے اُس کے ماتھے پر ہلکا سا بوسہ دیا۔ اور ایک پل کو اُس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکا دیا۔

"اگر تمھاری آنکھوں میں ایسی بے چینی ہو۔ تو میرا دل باہر کیسے لگے گا۔ نفیسہ ؟" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

نفیسہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔ مگر اُس نے جلدی سے اپنے آنسو چھپا لیے۔ "پتہ نہیں کیوں۔۔۔ دل گھبرا رہا ہے۔ داؤد۔"

داؤد نے اُسے بانہوں میں لے لیا۔ ایک مکمل۔ مضبوط آغوش میں۔ "میں واپس آؤں گا۔۔۔ ہمیشہ کی طرح۔۔۔ صرف تمھارے لیے۔"

وہ آہستہ سے اُس سے جدا ہوا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نفیسہ اُس کے پیچھے دروازے تک آئی۔ داؤد نے پلٹ کر آخری بار اُس کی طرف دیکھا۔ نفیسہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی التجا تھی۔ اور داؤد کے چہرے پر ایک خاموش وعدہ۔

دروازہ بند ہوا۔ اور نفیسہ پیچھے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی رہ گئی۔ جیسے اُس کے اندر کچھ ادھورا رہ گیا ہو۔

◈◈◈

دوپہر کی خاموشی گھر پر چھائی ہوئی تھی۔ داؤد کے جانے کے بعد گھر میں ایک عجیب سی ویرانی پھیل گئی تھی۔ نفیسہ صحن کے ستون سے ٹیک لگائے خاموش کھڑی تھی۔ جب فریحہ۔ دوپٹہ سنبھالتی ہوئی اُس کے قریب آئی۔

"بی بی جی۔۔۔" اُس نے ادب سے آواز دی۔

نفیسہ نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ "ہاں فریحہ ؟"

"نیچے سٹور روم کافی دنوں سے صاف نہیں ہوا۔ بہت سا پرانا سامان بھی بکھرا پڑا ہے۔ اگر وقت ہو تو آج تھوڑی صفائی کر لیں؟" اُس نے نرمی سے مشورہ دیا۔

نفیسہ نے ایک نظر خالی۔ سنسان گھر پر ڈالی۔ ہر گوشہ جیسے خاموشی سے اُس کی تنہائی کا گواہ بن چکا تھا۔ اُس نے آہستہ سے سر ہلایا۔ "چلو۔ آؤ۔"

دونوں نے قدم بڑھائے۔ اور پرانے زینے کی طرف بڑھ گئیں۔ لکڑی کی سیڑھیاں پرانی تھیں۔ جن سے ہلکی چرچراہٹ کی آواز آ رہی تھی۔ نیچے جاتے ہوئے ہوا کی نمی اور بوسیدہ لکڑی کی خوشبو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

سٹور روم کا دروازہ سیاہی مائل تھا۔ جس پر وقت کی گرد نے اپنا راج قائم کر رکھا تھا۔ نفیسہ نے ہتھیلی سے دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ ایک بھاری سی آواز کے ساتھ کھلا۔ اور اندر کا دھندلا اندھیرا اُن کے سامنے پھیل گیا۔

جیسے ہی دروازہ کھلا۔ نفیسہ نے زور کی چھینک ماری۔ "چھینک!۔۔۔ کتنی گرد ہے یہاں۔" اُس نے ناک پر دوپٹہ رکھتے ہوئے کہا۔ "فریحہ۔ کھڑکیاں کھولو۔ روشنی آنے دو۔ کچھ تو ہوا چلے یہاں۔"

"جی بی بی جی۔" فریحہ نے جلدی سے کھڑکیوں کے پٹ کھولے۔ سورج کی روشنی کی شعاعیں دھول کے ذروں سے ٹکرا کر کمرے میں سنہری چمک بکھیرنے لگیں۔ ایک مدت سے بند کمرے نے جیسے سانس لی ہو۔

سٹور روم اب کچھ حد تک صاف ہو چکا تھا۔ گرد ہٹا کر الماریاں چمکنے لگی تھیں۔ فرش پر پڑی پرانی چادریں تہہ کی جا رہی تھیں۔ نفیسہ ایک کونے میں جھکی ہوئی تھی۔ کچھ بکسوں کو ترتیب دے رہی تھی جبکہ فریحہ کھڑکی کے پاس زمین سے ایک کپڑے کا تھیلا اٹھا کر پلٹی ہی تھی کہ اُس کی نظر سامنے پڑی ایک پرانی۔ خالی کرسی پر جا پڑی۔

لیکن وہ کرسی آج خالی نہیں تھی۔

فریحہ کی آنکھوں میں جیسے کسی نے انگارے بھر دیے ہوں۔ اُس کا چہرہ یکدم سفید پڑ گیا۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اور اُس کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی۔

"آاااااااااااااااہ۔۔۔بی بی جی"!!

نفیسہ چونک کر پلٹی۔ اُس کی نظریں بھی فریحہ کے دیکھنے کی سمت میں گئیں۔۔۔ اور اُس کی سانس جیسے رک سی گئی۔

پرانی لکڑی کی کرسی پر ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ ہاتھ آگے بندھے ہوئے تھے جیسے کسی نے اسے باندھ رکھا ہو۔ اور اُس کی انگلیاں۔۔۔ ہر انگلی کی پور کٹی ہوئی تھی۔ جن سے خشک خون جم چکا تھا۔ اُس کا چہرہ زرد۔ بال بکھرے ہوئے۔ اور آنکھیں نیم وا تھیں۔ جیسے ابھی ابھی بے ہوشی یا نیند سے جاگا ہو۔

نفیسہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"یہ کون ہے؟ یہ۔۔۔ یہ یہاں کیسے آیا؟"

فریحہ پیچھے ہٹتی جارہی تھی۔ اُس کے لب کپکپا رہے تھے۔ "بی بی جی۔۔۔ یہ تو۔۔۔ یہ تو انسان نہیں لگتا۔۔۔"!

لڑکے نے دھیرے سے سر اٹھایا۔ اُس کی آنکھیں سُرخ تھیں۔ اندر تک جلی ہوئی۔ اُس کی نظریں ایک لمحے کو نفیسہ پر جم گئیں۔ جیسے کوئی ان کہی فریاد کرنا چاہتا ہو۔ جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔۔۔ مگر زبان سے کچھ نہ نکلا۔

اندھیرے میں ٹٹولتی ہوئی نفیسہ نے موبائل کی روشنی جلا کر سامنے کرسی پر نظر ڈالی——اور جیسے ہی اُس کی نگاہ اُس لڑکے کے چہرے پر پڑی۔ اُس کے ہاتھ سے موبائل گر گیا۔

"ج۔۔۔ جواد؟"

جواد نے چونک کر سر اٹھایا۔ اُس کی آنکھوں پر بندھی پٹی سے آنسو بہہ رہے تھے۔ لب کپکپا رہے تھے۔

"جواد۔۔۔ تم۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ کیا حال بنا دیا ہے تمھارا؟" نفیسہ تیزی سے آگے بڑھی۔ لرزتے ہاتھوں سے اُس کی آنکھوں کی پٹی کھولی۔ اور اُس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"نفیسہ۔۔۔" جواد کی آواز میں شدت سے بھرا درد تھا۔ "مجھے یہاں بند کر دیا ہے۔۔۔ مارا ہے۔۔۔ کہا ہے کوئی بچانے نہیں آئے گا۔۔۔"

"کس نے؟ کس نے کیا یہ سب؟" نفیسہ کے آنسو اُس کے گال پر گرنے لگے۔

کسی سرکار نے۔۔۔" جواد نے سر جھکا کر کہا۔

نفیسہ کا وجود کانپ گیا۔ اُس کے لیے یقین کرنا مشکل تھا کہ داؤد جیسا سنجیدہ مگر اندر سے نرم دل انسان اتنی سنگدلی پر اتر آئے گا۔

"نہیں۔۔۔ یہ تم غلط کہہ رہے ہو۔۔۔ وہ ایسا نہیں ہے!" نفیسہ نے بمشکل کہا۔ لیکن اُس کے دل کی دھڑکنیں خود اُس کے شک کی گواہی دے رہی تھیں۔

"نفیسہ۔۔۔ مجھے یہاں سے نکالو۔۔۔ ورنہ۔۔۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔۔۔" جواد نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

نفیسہ نے فوراً اُس کے بندھے ہاتھ کھولے۔

"میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ جواد۔۔۔ میں ہوں نا تمھارے ساتھ۔۔۔ میں سب جان لوں گی۔

نفیسہ کے ہاتھ کپکپا رہے تھے جب اُس نے جواد کی کلائیوں سے بندھی رسی کھولی۔ وہ کرسی سے لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ لیکن جسم میں اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ سیدھا کھڑا رہتا۔ نفیسہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر اُسے تھاما۔ اُس کی کلائیوں پر گہرے نشان دیکھ کر اُس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

اچانک جواد نے اپنی نقاہت بھری نظریں اُس پر جما دیں اور ہلکی سی آواز میں پوچھا۔

"تم۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ نفیسہ؟"

نفیسہ نے کچھ لمحے خاموشی میں گزارے۔ پھر تھوڑی ہچکچاہٹ کے ساتھ بولی۔

"یہ۔۔۔ یہ میرے شوہر کا گھر ہے۔"

جواد کا سر جھٹکے سے اٹھا۔ اُس کے چہرے پر حیرانی۔ تکلیف اور الجھن ایک ساتھ پھیل گئی۔

''تمھاری شادی۔۔۔ تو حیدر سے ہو رہی تھی۔ نا؟ مطلب۔۔۔ یہ سب حیدر نے کروایا ہے؟ کیا اُس نے۔۔۔؟''

''نہیں!'' نفیسہ نے تیزی سے اُس کی بات کاٹی۔ جیسے وہ اس خیال کو خود سے بھی دور رکھنا چاہتی ہو۔

''میری شادی حیدر سے نہیں ہوئی۔ جواد۔۔۔ میں۔۔۔ میں داؤد بلوچ کی بیوی ہوں۔''

کمرے میں کچھ لمحے کے لیے سناٹا چھا گیا۔

جواد کی آنکھوں میں بے یقینی چھلک اٹھی۔ وہ نفیسہ کو گھورنے لگا۔ جیسے اُس کے الفاظ اُس کے کانوں میں گونجتے تو ہوں۔ مگر دل تسلیم کرنے کو تیار نہ ہو۔

''کیا کہا تم نے؟۔۔۔ داؤد بلوچ۔۔۔؟'' اُس کے لبوں سے جیسے زہر ٹپکنے لگا۔ ''تم اُس درندے کی بیوی ہو؟ جو مجھے یہاں لا کر اذیت دے رہا ہے؟ جس نے مجھے مارا۔ قید کیا۔۔۔ اور تم۔۔۔ تم اُس کی بیوی ہو؟''

نفیسہ نے پلکیں جھکا لیں۔ اُس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ دل میں بوجھ۔ اور زبان پر خاموشی کا پردہ۔

''جواد۔ میں۔۔۔ میں جانتی ہوں تم کیا محسوس کر رہے ہو۔ لیکن میری شادی میری مرضی سے نہیں ہوئی۔۔۔ میں مجبور تھی۔ اور داؤد۔۔۔'' وہ کچھ لمحے کو رکی۔ جیسے الفاظ ڈھونڈ رہی ہو۔

''داؤد میرے شوہر ہیں۔ اور میں اُن کے ساتھ رہ رہی ہوں۔۔۔ چاہے جیسے بھی حالات ہوں۔''

جواد ہنس پڑا۔ ایک ایسی تلخ ہنسی جو درد کی کوکھ سے نکلی ہو۔

"کیا قسمت ہے میری۔ جس لڑکی کو میں نے بچپن سے پسند کیا۔۔۔ وہ اُسی آدمی کی بانہوں میں چلی گئی جس نے مجھے قید کر رکھا ہے۔ اور تم کہتی ہو تم مجبور تھیں؟" اُس کی آواز میں کرب نمایاں تھا۔

نفیسہ نے آہستہ سے اُس کا ہاتھ تھاما۔

"جواد۔ ابھی تم کمزور ہو۔۔۔ چلو یہاں سے چلتے ہیں۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ ہم بات بعد میں کریں گے۔"

وہ جواد کو حویلی سے فریحہ کی مدد سے نکال کر ہسپتال پہنچا دیتی ہے۔۔۔ اُس کے دماغ میں بہت سے سوال جنم لے رہے تھے۔

◈◈◈

جیسے ہی شام کی زرد روشنی حویلی کی دیواروں پر اترنے لگی۔ حویلی کا دروازہ کھلا اور داؤد اندر داخل ہوا۔ اُس کے قدم ہمیشہ کی طرح بھاری اور وقار سے بھرپور تھے۔ کمرے میں داخل ہو کر اُس نے ایک نظر ارد گرد دوڑائی۔ سناٹا تھا۔ ایک عجیب سا خاموش سناٹا۔۔۔ جو کسی طوفان سے پہلے کی خاموشی جیسا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ آہستہ سے لاؤنج میں آیا تو سامنے صوفے پر بیٹھی نفیسہ اُسے دیکھ کر فوراً کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ چہرہ تھکا ہوا۔ اور آنکھوں میں سوالوں کی ایک لمبی قطار چھپی ہوئی تھی۔

تم آ گئے؟؟ اُس کی آواز میں ضبط کی ایک پرت تھی۔ مگر اندر ہی اندر وہ جیسے پھٹنے کے قریب تھی۔

داؤد نے سنجیدگی سے اُس کی طرف دیکھا۔ہاں ابھی واپس آیا ہوں۔ خیریت ہے؟ تم ٹھیک ہو؟''

نفیسہ ایک قدم آگے بڑھی۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ''تم نے۔۔۔ تم نے جواد کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟''

داؤد کی پیشانی پر ہلکی سی شکن نمودار ہوئی۔ ''تمہیں کس نے بتایا؟''

''میں نے خود اُسے سٹور روم میں پایا۔ بندھا ہوا۔ زخمی۔۔۔ اُس کی انگلیاں۔۔۔ اُس کی حالت۔۔۔''نفیسہ کی آواز کپکپانے لگی۔ ''تم نے یہ سب کیسے کر دیا؟''

داؤد کا چہرہ سخت ہو گیا۔ ''نفیسہ۔ میں سمجھتا ہوں تمھیں اُس نے تمھارے ساتھ۔۔۔

''بس کیجیے!''نفیسہ کی آواز بلند ہو گئی۔ وہ اسکی بات کاٹ کے بولی تھی ''جو بھی وجہ تھی۔ تمھیں اُس پر ظلم کرنے کا کوئی حق نہیں تھا''!

اسی لمحے۔ حویلی کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

دونوں نے چونک کر اُس طرف دیکھا——طارق اندر آیا تھا۔اُس کے چہرے پر سختی اور آنکھوں میں دہکتا ہوا غصہ تھا۔اُس کے پیچھے دو مرد اور تھے۔ منیب اور راجب

''نفیسہ۔ چلو!''طارق نے ایک پل ضائع کیے بغیر بیٹی کا ہاتھ پکڑا۔

''اب تم اس درندے کے ساتھ ایک پل بھی نہیں رہو گی۔''

''ابو——''نفیسہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر طارق نے اُسے خاموش کروا دیا۔

''ایک باپ ہونے کے ناطے آج میں خاموش نہیں رہ سکتا !

داؤد نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ ''طارق صاحب۔ میں سمجھا سکتا ہوں''——

''مجھے کچھ سننا نہیں! اگر میری بیٹی کے ساتھ دوبارہ کچھ بھی ہوا۔ تو اچھا نہیں ہو گا۔

اُس نے نفیسہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ اور اُسے لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نفیسہ ایک بار پلٹ کر داؤد کی طرف دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔ لیکن اُس کی پلکیں جھک گئیں۔ جیسے دل میں کوئی بھاری سا پتھر رکھ دیا گیا ہو۔

داؤد۔ جو ہمیشہ خود پر قابو رکھنے والا شخص تھا۔۔۔ آج پہلی بار اُس کے ہاتھ کی انگلیاں لرز گئیں۔

خاموشی نے سب کچھ کہہ دیا تھا۔

◈◈◈

کمرے میں سناٹا پھیل چکا تھا۔ داؤد وہیں کھڑا رہ گیا جیسے کسی نے اس کے وجود کو منجمد کر دیا ہو۔

دروازہ بند ہو چکا تھا۔ مگر نفیسہ کی جھکی پلکوں کا عکس جیسے اُس کی آنکھوں میں چپک کر رہ گیا ہو۔

ادھر طارق صاحب گاڑی میں بیٹھتے ہی نفیسہ کا ہاتھ تھامے ہوئے اُسے خود سے قریب کر چکے تھے۔ راجب اور منیب دونوں خاموش تھے۔ مگر فضا میں غصے کی تپش صاف محسوس ہو رہی تھی۔

گاڑی جیسے ہی گھر کے باہر رکی۔ دروازے پر نور۔ لائبہ اور کلثوم پہلے ہی منتظر تھیں۔ سب کے چہروں پر فکر اور بے چینی صاف نظر آ رہی تھی۔ جیسے ہر لمحہ ان کے دل پر بھاری ہو۔

جیسے ہی طارق صاحب نے نفیسہ کا دروازہ کھولا۔ نور آگے بڑھی۔ وہ اُس کی بڑی بہن تھی—— ماں جیسی شفقت رکھنے والی۔ باپ جیسی فکر کرنے والی۔

''نفیسہ۔۔۔''اُس نے دھیرے سے بہن کا چہرہ تھاما۔اور پھر اُسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

''میری جان۔۔۔تُو ٹھیک ہے نا؟''نور کی آواز بھرّا گئی۔آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

نفیسہ نے سر جھکائے رکھا۔اُس نے صرف ایک ہلکا سا ہاتھ نور کی پشت پر رکھا۔جیسے اُس کے اندر کی ساری توانائی ختم ہو چکی ہو۔وہ نہ بولی۔نہ روئی۔۔۔بس خاموش کھڑی رہی۔

لائبہ۔بھی آنکھوں میں آنسو لیے آگے بڑھی۔''نفیسہ۔۔۔ہم سب پریشان تھے۔۔۔تم نے کچھ بتایا بھی نہیں۔۔۔''اُس نے بھی نفیسہ کو گلے لگا لیا۔

پھر کلثوم آگے بڑھیں۔ماں کی ممتا دل پر قابو نہیں رکھ سکی۔انہوں نے بیٹی کو سینے سے لگایا۔اور ایک لمحے کو لگا جیسے وہ ٹوٹ جائیں گی۔لیکن نفیسہ۔۔۔بس بے جان سی اُن سے لپٹ گئی۔اُس کی سانسیں تھیں۔مگر اندر کچھ خالی ہو چکا تھا۔

اسی وقت عادل۔آہستہ آہستہ قریب آیا۔وہ ہمیشہ شوخ مزاج اور شرارتی تھا۔مگر آج اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون اور گھبراہٹ تھی۔اُس نے دھیرے سے کہا

نفی تم ٹھیک تو ہو ناں؟''اُس کی آواز میں بچوں جیسی معصومیت تھی۔مگر آنکھوں میں ڈر چھپا ہوا تھا۔

نفیسہ نے پلکیں اٹھائیں۔عادل کو دیکھا۔اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔چہرے پر فکر کا عکس۔اُس نے عادل کے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔مگر لب اب بھی خاموش رہے۔

پھر سارہ۔آگے آئیں۔اُن کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔آنکھوں میں آنسو۔اور ہونٹوں پر دُعائیں۔وہ نفیسہ کے قریب آئیں اور نرمی سے اُس کے گال پر ہاتھ رکھا۔

''میرے بچے۔۔۔ کچھ بول تو سہی۔ کیوں اتنی چپ ہے؟''

نفیسہ نے اُن کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنے کی کوشش کی۔۔۔ مگر جیسے زبان قفل ہو گئی ہو۔ وہ بس آہستہ سے بولی:

''مجھے۔۔۔ اپنے کمرے میں جانا ہے۔۔۔''

نور نے فوراً اُس کا ہاتھ تھاما۔ اور نرمی سے اُسے لے کر اندر کی جانب چل دی۔ سب کی نگاہیں اُن کے پیچھے تھیں۔ اور ہر دل پر ایک ہی سوال نقش تھا

''آخر نفیسہ کے ساتھ ایسا کیا ہوا۔۔۔ جو اُس کی آنکھوں کی چمک بجھ گئی؟''

جب کمرے کا دروازہ بند ہوا۔ تو گھر میں ایک ایسی خاموشی چھا گئی۔۔۔ جس میں آنسو۔ سوال۔ اور بے بسی کی چیخیں چھپی ہوئی تھیں۔

◈◈◈

کمرے کے باہر پہنچتے ہی اُس نے نور کو جانے کا کہا تھا نور بھی اُسے وقت دینا چاہتی تھی اور اُس کے لیے بے چین بھی تھی۔۔۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی جیسے ساری دنیا اُس کے پیچھے رہ گئی۔

نفیسہ آہستہ قدموں سے اندر داخل ہوئی۔ ہر شے اُسے پرانی۔ مگر اجنبی لگنے لگی تھی۔ وہی کمرہ۔ وہی دیواریں۔۔۔ مگر سکون کہیں نہیں تھا۔

وہ الماری کے پاس سے گزرتے ہوئے رک گئی۔ دائیں طرف آئینے میں اُس کا عکس تھکن سے چُور۔ بکھرا ہوا۔ اور ساکت کھڑا تھا۔ اُس نے خود کو ایک لمحے کے لیے دیکھا۔۔۔ اور پھر نظریں چُرا لیں۔

پلنگ کے کنارے پر بیٹھتے ہی اُس کی سانسیں بھاری ہونے لگیں۔ کمرے میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ صرف کھڑکی سے آتی ہلکی روشنی کا ایک ہالہ اُس کے گرد تھا۔

اچانک۔ جواد کا زخمی چہرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا—— وہ سٹور روم کی ٹھنڈی۔ بے رحم تاریکی۔۔۔ جواد کی بندھی ہوئی کلائیاں۔۔۔ اور اُس کے لبوں سے بہتا ہوا خون۔

"تم نے یہ سب کیوں کیا۔ داؤد؟" وہ خود سے بولی۔ آواز اتنی دھیمی تھی کہ شاید اُس کی اپنی سماعت نے بھی اُسے ٹھیک سے نہ سنا ہو۔

اُس کے اندر ایک عجیب سی بے چینی جاگنے لگی۔ اُسے یاد آیا جب اُس نے داؤد سے سوال کیا تھا۔ اُس کے چہرے کی سختی۔ آنکھوں میں وہ اجنبیت۔۔۔ جیسے وہ وہی شخص ہی نہ ہو جس کے ساتھ وہ خاموشی میں بھی خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔

"کیا میرا یقین اتنا کمزور تھا؟" اُس نے خود سے پوچھا۔

اُس کے لب کپکپائے۔ آنکھوں سے آنسو نکلے مگر وہ پلکیں بھی نہ جھپک سکی۔ بس چھت کو تکتے ہوئے روتی رہی۔

نفیسہ کی انگلیاں مٹھی میں بند ہونے لگیں۔ داؤد کا وہ جملہ اُس کے ذہن میں گونجنے لگا:

"نفیسہ۔ میں سمجھا سکتا ہوں۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ تمہیں حق نہیں تھا۔ داؤد۔ چاہے جو ادنے کچھ بھی کہا ہو۔ اُس پر ہاتھ اُٹھانا۔ اُسے قید کر دینا۔۔۔ یہ وہ داؤد نہیں جسے میں نے جانا تھا۔۔۔"

ایک لمحہ آیا جب اُس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور گلا گھونٹ دینے والی خاموشی میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اُس کا دل۔ اُس کی روح۔ اُس کا بھروسہ۔۔۔ سب کچھ چکنا چور ہو چکا تھا۔

کمرے کے کونے میں رکھی ہوئی وہ قرآنِ پاک کی رحل اُسے نظر آئی۔ وہ دھیرے سے اُٹھی۔ لرزتے ہاتھوں سے قرآن کو تھاما۔ اور آنکھوں سے لگایا۔

"یااللہ۔۔۔ میرے دل کو سکون دے۔ مجھے سمجھ عطا کر۔۔۔ اور اگر داؤد واقعی ظالم ہے۔ تو میرے دل کو اُس کے لیے مٹنے دے۔۔۔"

وہ قرآن کے سامنے بیٹھ گئی۔ مگر اُس کا دل اب بھی داؤد کی سخت آنکھوں کے عکس میں پھنسا ہوا تھا۔۔۔ وہ عکس جو چاہ کر بھی آنکھوں سے نکالا نہ جا رہا تھا۔

◈◈◈

حویلی کی دیواریں جیسے خاموش ہو چکی تھیں۔ صحن میں شام کے بعد کی سیاہی چھا چکی تھی۔ اور آسمان پر چاند کی مدھم روشنی پھیل رہی تھی۔

داؤد اب بھی اُسی جگہ کھڑا تھا جہاں طارق نفیسہ کو لے کر گیا تھا۔ دروازہ کب بند ہوا۔ وقت کتنا گزرا۔ اُسے کچھ یاد نہ رہا۔ اُس کی نظریں اب بھی دروازے پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔۔ جیسے امید ہو کہ وہ پلٹے گی۔ پیچھے مڑے گی۔ ایک بار اسے دیکھے گی۔

مگر وہ نہ آئی۔

داؤد کے قدم جیسے خود بخود چلنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ لاؤنج میں آیا۔ اور اُس صوفے پر بیٹھ گیا جہاں نفیسہ ابھی کچھ لمحے پہلے بیٹھی تھی۔

وہاں اب صرف اُس کی خوشبو باقی تھی۔ ایک ایسی مہک جو داؤد کے دل میں درد کی ایک نئی لہر بن کر اٹھی۔

اُس نے ہاتھ بڑھا کر صوفے کی پشت کو چھوا۔۔۔ جیسے وہ لمحہ دوبارہ چھونا چاہتا ہو۔۔۔ جب وہ اُس سے سوال کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔۔ اور اُس نے اُس کی بات کاٹ دی تھی۔

وہ اُٹھا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ قدموں میں وہی بھاری پن تھا۔ مگر آج وقار نہیں۔ ویرانی تھی۔

داؤد آہستہ سے صوفے پر بیٹھا۔ اُس کے ہاتھ بے اختیار اُس کشن پر جا ٹھہرے جسے نفیسہ اکثر سینے سے لگا لیا کرتی تھی۔ اُس کی نظریں خالی دیواروں پر تھیں۔ لیکن دل کے اندر ایک ایک لمحہ تصویروں کی طرح تازہ ہو رہا تھا۔

''نفیسہ۔۔۔'' اُس کے لبوں سے مدھم آواز نکلی۔ جیسے وہ صدا جو صرف دل ہی سن سکتا ہے۔

داؤد کا سر جھک گیا۔ اُس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ جو ہمیشہ سب سے مضبوط نظر آتا تھا۔ آج ٹوٹ چکا تھا۔ اُس کی سانسیں بھاری تھیں۔ اور دل میں ایک ایسی تڑپ تھی جس کا کفارہ شاید وقت بھی نہ دے سکے۔

وہ جانتا تھا کہ جواد نے نفیسہ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ مگر جو انتقام اُس نے لیا۔ وہ خود اُس کے اپنے رشتے کو جلا گیا۔

◈◈◈

کمرے میں ہلکی سی روشنی جل رہی تھی۔ نفیسہ پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اُس کے چہرے پر تھکن اور آنکھوں میں اُداسی کے سائے تھے۔ باہر سے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور اگلے ہی لمحے دروازہ آہستگی سے کھلا۔

نور اور لائبہ اندر داخل ہوئیں۔

"نفیسہ؟" لائبہ آہستہ سے بولی۔

نفیسہ نے نظریں اٹھائیں۔ ایک ہلکی سی جھلک مسکراہٹ کی اُن کے لیے آئی۔ مگر وہ جلدی سے جھک گئی جیسے اُس کے لب تھک چکے ہوں۔

نور اُس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ "ہم جانتے ہیں تم ٹھیک نہیں ہو۔۔۔ پر ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

لائبہ نے دھیرے سے کہا۔ "نفیسہ۔ ایک بات پوچھوں؟"

نفیسہ نے بغیر نظریں اٹھائے بس سر ہلا دیا۔

لائبہ تھوڑا جھجکی۔ پھر بول پڑی۔

"سر داؤد نے تمہیں زبردستی اُٹھایا۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن پھر نِکاح کیوں کیا؟ تم دونوں تو ہمیشہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے نا؟"

نفیسہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کو چمک سی لہرائی۔ اُس نے آہستہ سے اپنی نظریں نور کی طرف اُٹھائیں۔ پھر لائبہ کو دیکھا۔ آنکھیں نم تھیں۔ لیکن لہجہ سخت۔

"میں آج بھی کرتی ہوں اُس سے نفرت۔۔۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ نور اور لائبہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ نفیسہ کی آواز مدھم مگر واضح تھی۔

نور نے آہستہ سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "پر نفیسہ۔۔۔ کبھی کبھی ہم جن سے نفرت کرتے ہیں۔ اصل میں وہی ہمارے دل کے سب سے قریب ہوتے ہیں۔۔۔"

نفیسہ نے نظریں جھکا لیں۔ ہونٹ تھوڑا سا کانپے۔

"پھر شاید۔۔۔ میرا دل بہت غلط ہے۔ کیونکہ میں اُسے معاف نہیں کر سکتی۔۔۔"

لائبہ نے ایک گہرا سانس لیا اور اُس کے قریب ہو کر بیٹھ گئی۔ "نفیسہ۔ دل کبھی غلط نہیں ہوتا۔۔۔ بس وقت لگتا ہے سچ سمجھنے میں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جیسے ہمیشہ تھے۔۔۔"

کمرے کی خاموشی میں اُس رات کے درد کی گونج تھی۔۔۔ مگر اُن کی موجودگی ایک نرم سا سہارا تھی۔ جیسے تپتے دل پر ایک ہلکی سی پھوار۔

◈◈◈

رات کا وقت تھا۔ حویلی کے لاؤنج میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ داؤد صوفے پر بیٹھا خاموشی سے نفیسہ کی باتیں۔ اُس کی خاموشیاں اور اُس کی نظریں یاد کر رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بے چینی تھی۔ دل میں اضطراب۔

کافی دیر سوچنے کے بعد اُس نے ایک نمبر ڈائل کیا— وہ نمبر جو اُسے کسی ملازم کے ذریعے بہت مشکل سے نور کا ملا تھا۔

فون کئی دیر تک بجتا رہا۔ پھر دوسری طرف سے نور کی آواز آئی۔ جو حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''ہیلو؟ کون؟''

داؤد کی آواز بھاری اور دھیمی تھی۔ ''میں۔۔۔ داؤد بول رہا ہوں۔''

نور کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا ہو۔ اُس کی آواز میں فوراً تلخی آ گئی۔ ''آپ؟ آپ کو یہ نمبر کس نے دیا؟''

''میں بس۔۔۔ صرف ایک بار۔۔۔ نفیسہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بار بس۔۔۔'' داؤد کی آواز میں التجا تھی۔ بے بسی تھی۔

نور نے غصے سے کہا۔

''بات؟ آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے بولنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا؟ آپ جانتے بھی ہیں آپ نے میری بہن کو کیا کر دیا ہے؟''

وہ رک کر گہری سانس لیتی ہے۔ پھر لہجہ اور سخت ہو جاتا ہے۔

''وہ نہ ہنستی ہے۔ نہ کچھ کہتی ہے۔ نہ ہی رات کو سوتی ہے۔ اُس کی آنکھوں میں بس خاموشیاں ہیں۔ آپ نے اُس کی روح کو توڑا ہے۔''

داؤد خاموش ہو گیا۔ دوسری طرف سے نور کی آواز آئی۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ کا ایک فون۔۔۔ ایک وضاحت۔۔۔ سب کچھ ٹھیک کر دے گا؟ آپ نے اُس کے جذبات روند ڈالے"!

کئی لمحوں کی خاموشی کے بعد داؤد کی دبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں جانتا ہوں میں نے غلطی کی ہے۔۔۔ لیکن اُس کی خاموشی۔۔۔ مجھے اندر سے کھا رہی ہے نور۔ بس۔۔۔ اُس سے کہہ دینا کہ میں۔۔۔ افسوس کرتا ہوں۔۔۔"

نور کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر اُس نے اُسے چھپایا۔

"اگر واقعی افسوس ہے۔۔۔ تو اُس کا درد اپنے دل پر رکھو اور خاموش رہو۔۔۔ کیونکہ وہ اب کسی اور دکھ کی متحمل نہیں۔"

فون بند ہو چکا تھا۔

داؤد کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اُس نے فون اپنے سینے سے لگا لیا۔ جیسے اُس کے لفظ اُس کی روح کو چیر رہے ہوں۔ حویلی میں خاموشی تھی۔ اور وہ خاموشی۔۔۔ چیخوں سے زیادہ تیز محسوس ہو رہی تھی۔

◈◈◈

"ارے لیکن ابو۔ ایک بار بات تو کر لیں نفیسہ سے؟"

نور کی آواز میں التجا تھی۔ جو لاؤنج میں صوفے پر بیٹھے اپنے باپ سے مخاطب تھی۔

نفیسہ دروازے کے پیچھے ساکت کھڑی تھی۔ سانسوں کی آواز بھی چھپائے سننے لگی تھی۔ دل جیسے کسی انجانے طوفان کی زد میں تھا۔

"میں نے کہہ دیا تو مطلب کہہ دیا نور۔ اسے طلاق ہی دینی ہو گی"!

طارق صاحب کی آواز میں قطعیت اور غصہ تھا۔ "میری بیٹی اب اُس انسان کے ساتھ ایک دن بھی نہیں رہے گی"!

یہ الفاظ نفیسہ کے دل پر کسی خنجر کی طرح لگے۔ اُس کا جسم لرز اٹھا۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے۔

کلثوم۔ جو ابھی چائے لے کر آئی تھی۔ حیرانی سے بولی۔

"نفیسہ کی رائے تو لے لیں۔۔۔ اُس سے تو پوچھیں کہ وہ کیا چاہتی ہے؟"

"ہاں ابو۔۔۔ امی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ آپ کم از کم اُس سے ایک بار بات تو کریں!" نور نے بھی ماں کی بات کا ساتھ دیا۔

سارہ اور سحر نے بھی ایک ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

مگر طارق صاحب کا چہرہ سختی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ "نہیں! وہ ہماری بچی نہیں رہی۔ اُس شخص نے ہماری بیٹی پر ظلم کیا۔ زبردستی اُس سے نکاح کیا۔ ہم کیسے اُسے پھر سے اُس دوزخ میں دھکیل سکتے ہیں؟"

منیب نے اسی سختی سے کہا۔ "نہیں بھابھی! آپ کو یاد نہیں وہ دن؟ وہ کیسے اُسے اُٹھا لے گیا۔ کیسے بے رحمی سے اُس کی عزت روندی؟ اب کیا ہم چپ بیٹھ جائیں؟"

راجب خاموش تھا۔ ہمیشہ کی طرح۔ مگر اُس کی نگاہیں سب باتیں سن رہی تھیں۔ سمجھ رہی تھیں۔

کلثوم نے نرمی سے۔ جیسے کسی ماں کا دل بول رہا ہو۔ کہا۔

"لیکن وہ اب میری بیٹی کا شوہر ہے۔اور ایک باراُس کی بات سننا تو بنتا ہے۔۔۔"

"وہ شوہر نہیں ہے! وہ ظالم ہے۔ مجرم ہے!" طارق صاحب غصے سے کھڑے ہو گئے۔ "داؤد بلوچ میرے گھر کا داماد نہیں بن سکتا کبھی بھی"!

"لیکن وہ آپ کا داماد ہے۔ نور کے ابو۔۔۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ مگر حقیقت یہی ہے"!

کلثوم نے خاموش آنکھوں کے ساتھ کہا۔ جیسے اُس کے اندر بھی اک جنگ جاری ہو۔

طارق نے کلثوم کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں دکھ بھی تھا اور فیصلہ بھی۔

"میں نہیں مانتا اسے اپنا داماد۔۔۔ اور بہت جلد میں اپنی بیٹی کو اُس رشتے سے آزاد کر دوں گا۔۔۔ ہمیشہ کے لیے"!

یہ کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے۔

نفیسہ دروازے کے پیچھے سے ہٹ گئی۔ قدم لڑکھڑانے لگے تھے۔

وہ سیدھی اپنے کمرے کی طرف گئی۔ دروازہ بند کیا۔ اور بیڈ پر بیٹھ کر آنکھیں موند لیں۔

اُس کے کانوں میں باپ کے الفاظ گونجنے لگے۔ "طلاق۔۔۔ طلاق۔۔۔ طلاق"!

◈◈◈

رات گہری ہو چکی تھی۔ گھر کی فضا میں ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ جیسے کوئی طوفان آنے والا ہو۔۔۔ یا شاید گزر چکا ہو۔

نفیسہ کی آنکھوں میں نیند کہاں تھی؟

وہ بیڈ پر بیٹھی چھت کو گھور رہی تھی۔ دل اور دماغ میں صرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا—

"کیا واقعی سب ختم ہو چکا ہے؟"

اچانک کھڑکی سے ہلکی سی آہٹ آئی۔

وہ چونکی۔

پھر جیسے کسی کے قدموں کی چاپ۔۔۔ اور اگلے ہی لمحے کھڑکی سے وہی چہرہ اندر آتا ہے—

داؤد!

"تم؟"!

نفیسہ تیزی سے بیڈ سے اتری۔ آنکھوں میں حیرت۔ غصہ اور بے یقینی سب کچھ تھا۔

"اتنی حیرانی کیوں بیگم صاحبہ؟ میں چور تھوڑی ہوں۔۔۔ بس تھوڑا سا عاشق ضرور ہوں"!

وہ شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ جیسے وہ کوئی بڑا جرم کر بیٹھا ہو اور فخر بھی محسوس کر رہا ہو۔

نفیسہ نے غصے سے دانت پیسے۔ "نکل جاؤ میرے کمرے سے داؤد! مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ نہ تمھارے ساتھ رہنا ہے مجھے"!

داؤد نے ہاتھ سینے پر رکھے اور مصنوعی افسردگی سے بولا۔

"واہ! دل تو توڑا ہی تھا۔ اب عزت نفس کا جنازہ بھی نکال دو۔۔۔"

"میں سنجیدہ ہوں"!

نفیسہ کا لہجہ کڑک تھا۔

"تو کیا میں مذاق کر رہا ہوں؟"

داؤد نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا۔ "بیگم صاحبہ! آپ کو کیا لگتا ہے۔ میں یہاں کھڑکی پھلانگنے آیا ہوں کوئی پارسل ڈلیور کرنے؟"

نفیسہ نے آنکھیں گھمائیں۔ "داؤد۔ میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر آپ کے موڈ کے مطابق میں رو کر دکھاؤں؟ یا سلو موشن میں ڈائیلاگ بولوں جیسے فلموں میں ہیرو جدائی کا سین دیتا ہے؟"

نفیسہ کی نظریں اس پر جمی رہیں۔ لیکن تاثرات میں نرمی کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ ویسے ہی سرد لہجے میں بولی۔

"داؤد۔ تم جا سکتے ہو۔ میرے لیے تمھاری موجودگی بے معنی ہے۔"

"ارے واہ"!

وہ کھڑکی کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا جیسے کوئی مہمان آیا ہو۔

"میں نے تو سنا تھا شوہر کی موجودگی بیوی کے لیے سکون کا باعث ہوتی ہے۔۔۔ یہاں تو لگتا ہے زلزلہ آگیا ہو میری آمد سے"!

"تمھیں شرم آنی چاہیے۔ اس وقت یہاں آنے کا مطلب جانتے ہو تم؟ اگر ابو نے دیکھ لیا تو"

"تو؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تو میں کہہ دوں گا کہ دل کی عدالت میں پیشی تھی۔ سزا پوری کر رہا ہوں"!

"داؤد"!

نفیسہ کی آواز بلند ہوئی۔ "میری زندگی سے کھیلنا بند کرو! مجھے تمھارے ساتھ نہیں رہنا۔ صاف کہہ رہی ہوں۔"

"اور میں بھی صاف کہہ رہا ہوں۔۔۔ کہ تمھارے بغیر میرا دل ویران ہے۔ جیسے شادی کے بعد کسی کنوارے کمرے کی دیواریں خالی پڑی ہوں۔"

"بس کرو"!

نفیسہ نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

"یہ فلمی ڈائیلاگز میرے دل پر اثر نہیں کرتے۔ میں تم سے بدلہ لوں گی ان سب دنوں کا۔۔۔ جس میں تم نے مجھے صرف تکلیف دی۔"

داؤد کا چہرہ ایک لمحے کو سنجیدہ ہوا۔ لیکن اگلے ہی پل وہ اپنی مخصوص شوخی میں لوٹ آیا۔

"تو پھر لو۔۔۔ پہلا بدلہ تم مجھے اس بات کا دو کہ میں تمھاری ہنسی سے محروم ہوں۔ دوسرا بدلہ اس بات کا کہ تم نے آج مجھے جھڑک دیا۔ اور تیسرا بدلہ۔۔۔"

وہ قریب آیا۔

"اس کا کہ میں تمھیں آج بھی اپنی دنیا مانتا ہوں۔"

نفیسہ پیچھے ہٹی۔ پر نظریں ہٹا نہ سکی۔

"تمھاری محبت صرف الفاظ میں ہے۔ عمل میں نہیں۔"

داؤد نے آہستگی سے نفیسہ کی کلائی تھامی۔

"محبت الفاظ کی محتاج نہیں ہوتی بیگم صاحبہ۔۔۔لیکن اگر تم چاہو تو میں تمھیں اپنی ہر دھڑکن میں سنوا سکتا ہوں۔"

نفیسہ نے ہاتھ جھٹک کر خود کو آزاد کروایا۔

"نہیں داؤد۔۔۔مجھے تمھارے ساتھ نہیں رہنا۔اور اگر تمھیں ذرا سا بھی لحاظ ہے۔تو چلے جاؤ یہاں سے"!

داؤد نفیسہ کے بالکل قریب آیا۔ماتھے کے پاس جھک کر جیسے کوئی رازداری کی بات کہنی ہو۔

"تم غصے میں ہو۔۔۔میں جانتا ہوں۔لیکن مجھے یقین ہے کہ اندر سے تم مجھے ویسا ہی چاہتی ہو جیسا میں ہوں——مکمل پاگل"!

نفیسہ نے سخت نظروں سے دیکھا۔"میں ابھی پولیس کو بلا لوں گی"!

داؤد نے فوراً ہاتھ جوڑ دیے۔

"ارے نہیں بیگم صاحبہ! میں پہلے ہی گھر کے قانون کے نیچے دبا ہوا ہوں۔اب تھانے کی چوٹ نہ لگواؤ"!

پھر اُس نے آہستگی سے اس کی کمر کے گرد بازو لپیٹے۔

نفیسہ فوراً جھٹک کر پیچھے ہوئی۔

"دور رہو مجھ سے داؤد! تمھاری یہی حرکتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔"

"تو پھر زہر ہی سمجھ لو۔۔۔"

وہ ناک چڑھا کر معصوم سا منہ بنا کے بولا۔

"میٹھا زہر ہوں میں۔ اثر دیر سے ہوتا ہے۔ پر پوری جان لے لیتا ہے"!

نفیسہ نے آنکھیں تنگ کیں۔ "تم جاؤ گے ابھی یا میں چپل اٹھاؤں؟"

داؤد نے ہنستے ہوئے فوراً پیچھے ہٹتے ہوئے ہاتھ اٹھا دیے۔

"بس۔۔۔ بس۔۔۔ چپل نہیں بیگم صاحبہ! ویسے بھی تمھاری چپل کی رفتار روشنی سے زیادہ ہے۔ ہٹلر کی اولاد ہو تم۔"

"کیا؟!" نفیسہ غصے سے آگے بڑھی۔

داؤد نے جلدی سے بیڈ کے دوسری طرف چھلانگ لگائی۔

"پہلے ہی زخمی دل ہوں۔ اب ہڈی پسلی بھی تڑوانا چاہتی ہو؟"

پھر وہ رک کر سنجیدہ سا منہ بنا کر بولا۔

"سن لو۔ میں بس تمھیں یہ بتانے آیا تھا کہ۔۔۔ تمھارے بغیر میرا دل ایسے پڑا ہے جیسے پکوڑے بغیر چٹنی کے۔ نہ مزہ۔ نہ ذائقہ۔"

نفیسہ نے ناک چڑھایا۔

"اور تم میرے لیے ہو جیسے گلاب جامن کے اندر نمک — غیر متوقع اور ناقابلِ برداشت"!

داؤد نے دل پہ ہاتھ رکھ کر سینہ تھام لیا۔

"مار ہی ڈالو گی تم! ایسا زخم دیا ہے آج۔ جو سوتے وقت بھی روتا ہے"!

پھر وہ کھڑکی کی طرف گیا۔ ایک ادا کے ساتھ مڑ کر بولا۔

"جا رہا ہوں۔۔۔ لیکن اگر خواب میں آیا تو دروازہ کھول دینا۔ کھڑکی سے چڑھنے میں کپڑے پھٹ جاتے ہیں۔"

اور اگلے ہی لمحے وہ ہنستے ہوئے چھلانگ لگا کر کھڑکی سے باہر نکل گیا۔

نفیسہ نے منہ بنا کر ایک تکیہ اس کی طرف پھینکا۔ جو سیدھا دیوار سے ٹکرایا۔

"پاگل کہیں کا۔۔۔"!

◈◈◈

"اسلام علیکم امی۔۔۔"!

عبداللہ جیسے ہی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس کی آواز میں وہی اپنائیت۔ شرارت اور خوشی تھی جو ایک بیٹے۔ دماد میں محسوس ہوتی ہے۔

کلثوم بیگم۔ جو صوفے پر بیٹھی قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں۔ اس کی آواز پر مسکرا کر نظریں اٹھاتی ہیں۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔ کیسے ہو تم؟"

انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

عبداللہ نے شرارتی انداز میں آنکھ دبا کر کہا

"جی الحمدللہ۔ بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ بس اگر آپ لوگ میری بیوی کو میرے ساتھ بھیج دیں تو اور بھی اچھا ہو جاؤں گا۔"

کلثوم بیگم بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"ہائے اللہ۔ بیٹا! وہ تو کمرے میں ہے۔ ہماری طرف سے تو پوری اجازت ہے۔ تمھاری بیوی ہے۔ جاؤ بات کرو۔ مناؤ اُسے۔"

عبداللہ نے مسکراتے ہوئے اجازت لی اور آہستہ آہستہ نور کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔ ہر قدم جیسے اس کے دل کی دھڑکن بڑھا رہا تھا۔

کمرے کا دروازہ آہستہ سے دھکیلا تو نظارہ دیکھ کر لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

نور الماری کھولے بیگ میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ اس کی حرکات میں ایک خاص نرم سی ترتیب تھی۔ جیسے ہر چیز محبت سے سنوار رہی ہو۔

"ارے۔۔۔ کہیں جا رہی ہو؟ وہ بھی مجھے بتائے بغیر؟"

عبداللہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ مگر آواز میں ہلکی سی حیرت بھی تھی۔

نور نے مڑ کر دیکھا۔ پھر نظریں جھکا لیں۔ شرمائی سی مسکراہٹ لبوں پر آ گئی۔

"جی۔ جا رہی ہوں۔۔۔"!

"کہاں؟" وہ جھک کر اس کے قریب ہوا۔

"اپنے شوہر کے گھر۔۔۔! اب اچھا نہیں لگتا۔ اتنے دنوں سے مائکے میں بیٹھی ہوں۔"

نور کی آواز میں نرمی۔ محبت۔ اور مان تھا۔

عبداللہ نے شرارت سے سر تھام لیا:

"اوہ۔۔۔ شکر ہے! شوہر کی بھی یاد آ گئی۔"

"جی۔ بالکل۔۔۔ بہن آگئی ہے تو سکون آگیا ہے دل کو۔ اب شوہر کو ستانا بند کر رہی ہوں۔"

وہ پھر بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے بولی۔

عبداللہ آہستہ سے اس کے قریب آیا۔ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کی

"لیکن اب شوہر کی باری ہے کہ ہر دن۔ ہر وقت تمہیں ستائے۔۔۔"

نور مکمل چونک گئی۔ سرخ چہرہ لیے ایک قدم پیچھے ہوئی

"عبداللہ۔۔۔ کوئی دیکھ لے گا"!

وہ ہنسا۔ آنکھ دبا کر بولا

"ہاں ہاں۔ سب کچھ گھر جا کے دیکھ لیں گے۔ وہاں حساب کتاب برابر کریں گے"!

نور نے شوخی سے سینے پر ہاتھ باندھے:

"ایسا ہے تو پھر میں جاتی ہی نہیں"!

عبداللہ نے آنکھیں تنگ کیں۔ انگلی اٹھا کر بولا:

"تو پھر میں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ سمجھیں آپ بی بی"!

نور نے ہنستے ہوئے نظریں چرا لیں۔

دل کے اندر ایک خوبصورت طوفان چل رہا تھا۔ محبت کا۔ چاہت کا۔ اور اس یقین کا کہ اب یہ ساتھ ہمیشہ کا ہے۔

"اچھا۔۔۔ تو چلیں؟"

عبداللہ نے نرمی سے کہا۔ ہاتھ آگے بڑھایا۔

نور نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

"چلیں۔ شوہر کے حکم کی تعمیل تو کرنی ہی ہے"!

◈◈◈

عبداللہ نور کا ہاتھ تھامے اسے نرمی سے باہر کی طرف لے جانے لگا۔ مگر نور جیسے کچھ یاد کر کے رک گئی۔

"ایک منٹ۔۔۔"!

وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر پیچھے مڑی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

عبداللہ نے الجھ کر پوچھا۔

نور نے مسکرا کر پیچھے مڑتے ہوئے کہا:

"بس۔ اپنی سب سے پیاری کو گلے لگا لوں۔ پھر چلیں گے۔۔۔"

عبداللہ نے سر ہلایا۔ اور دیوار سے ٹیک لگا کر مسکرا کر اسے جاتے دیکھا۔

نور آہستہ قدموں سے نفیسہ کے کمرے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھلا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر بستر پر خاموش بیٹھی نفیسہ پر پڑی۔ جو شاید گم صم سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

"نفیسہ۔۔۔"

نور کی نرم پکار پر وہ چونکی۔ نظریں اٹھا کر نور کو دیکھا۔ پھر جلدی سے چہرہ موڑ لیا۔ جذبات قابو میں نہ رہے۔

نور آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ہاتھ تھام لیا۔

"میں جا رہی ہوں۔۔۔"

نور کی آواز دھیمی تھی۔ مگر محبت سے بھیگی ہوئی۔

نفیسہ نے نظریں جھکائے ہوئے سر ہلایا۔ جیسے کہنا چاہتی ہو کہ پتہ ہے۔۔۔ مگر لفظوں کا ساتھ نہ تھا۔

نفیسہ خاموش بیٹھی تھی۔ نظریں نیچی۔ دل بوجھل۔

نور آہستگی سے اس کے قریب آئی۔ بیڈ پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

"نفیسہ۔۔۔"

وہ نرم لہجے میں بولی۔

"ایک بات کہوں اگر برا نہ مانو؟"

نفیسہ نے خاموشی سے سر ہلایا۔

نور نے تھوڑا جھک کر اس کے آنکھوں میں دیکھا۔

"تمھیں واپس جانا چاہیے۔"

نفیسہ چونکی۔

"کہاں؟"

"اپنے شوہر کے پاس۔۔۔داؤد کے پاس۔"

اُسکی بات پر وہ حیرانگی سے اُسے دیکھتی ہے۔۔۔

ہاں جانتی ہوں تم کیا سوچ رہی ہو مانتی ہوں۔۔ اُس نے اچھا نہیں کیا زبردستی شادی کر کے۔۔ لیکن ایک بات سوچو نفیسہ۔۔۔اگر وہ چاہتا تو تمھیں بغیر نکاح کے بھی رکھ سکتا تھا۔ جیسے آج کے زمانے میں کئی مرد کرتے ہیں۔۔۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔اس نے نکاح کیا۔ تمھیں اپنی بیوی کا درجہ دیا۔"

نفیسہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ مگر وہ کچھ نہ بولی۔

داؤد نے ظلم ضرور کیا۔۔۔ لیکن وہ تمھیں عزت کے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ تمھیں بیوی مانا۔اور یہی محبت کی ایک نشانی ہوتی ہے۔"نور کی آواز دھیمی مگر واضح تھی۔

نفیسہ کی خاموشی میں ہزار سوال تھے۔دل کے اندر کہیں نرم سی لہر اٹھی تھی۔ جسے وہ دبانا چاہ رہی تھی۔ مگر نور کے سچے الفاظ دل میں اتر رہے تھے۔

"وہ سخت ضرور ہے۔ لیکن وہ تم سے محبت کرتا ہے۔اُس دن اس کی کال آئی تھی۔ تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔۔"نور تھوڑا رکی۔ پھر شرمندگی سے بولی۔

"میں نے غصے میں کال کاٹ دی۔ شاید مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔"

نور نے نرمی سے کہا:

"کبھی کبھی انسان کو ایک موقع دینا چاہیے۔۔۔شاید وہ ایک موقع سب کچھ بدل دے۔"

"لیکن آپیا۔۔۔"

نفیسہ کی آواز لرز گئی۔

"میں اس بات پر اُس سے پہلے خفا تھی۔۔۔ لیکن اب نہیں ہوں۔"

نور نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"خفا نہیں ہو؟ تو پھر یہ سب؟

نفیسہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ بمشکل بولی۔

"افسوس ہے۔۔۔ اگر مجھے افسوس ہے تو۔۔۔ تو صرف ایک بات کا۔"

"کیسی بات؟" نور نے تیزی سے پوچھا۔ جیسے کسی طوفان کا انتظار ہو۔

نفیسہ نے بمشکل اپنے آنسو روکے۔ ہچکیاں لینے لگی۔

"آپ جانتی ہیں۔۔۔ جواد۔۔۔"

نور چونک گئی۔

"ہاں۔ کیا ہوا جواد کو؟"

اس نے فوراً نفیسہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے۔

نفیسہ نے اپنا چہرہ نور کی طرف موڑا۔

"وہ کسی دوست کے گھر نہیں گیا تھا۔ آپیا۔۔۔ بلکہ۔۔۔ اسے اغوا کیا گیا تھا۔"

وہ رو پڑی۔

"اور جس نے کیا۔۔۔وہ۔۔۔وہ داؤد تھا۔"

نور کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔نفیسہ ؟ داؤد نے۔۔۔جواد کو؟"

وہ دل پر ہاتھ رکھتے حیرت زدہ کھڑی ہو گئی۔

"ہاں آپیا۔۔۔"

نفیسہ کے آنسو رکے نہیں۔

"مجھے وہ اس کے حویلی کے نیچے سٹور روم میں بند پڑا ملا۔۔۔اُس کی حالت بہت بری تھی۔۔۔وہ کھانا بھی نہیں کھا رہا تھا۔"

نور کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اچانک دروازے سے آواز آئی۔

"ہاں۔یہ سب سچ ہے۔لیکن نفیسہ۔۔۔اُس نے یہ سب تمھارے لیے کیا۔"

یہ لائبہ کی آواز تھی۔جو دروازے پر کھڑی سب کچھ سن چکی تھی۔دونوں بہنیں پلٹ کر اسے دیکھنے لگیں۔

نفیسہ نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بمشکل الفاظ ادا کیے۔

"میرے لیے؟میں نے کب کہا تھا کہ جواد کو جانوروں کی طرح رکھا جائے؟"

لائبہ کمرے میں آئی۔قدم آہستہ آہستہ بڑھاتی۔

"یاد ہے جب جواد نے تمھارا ہاتھ زور سے پکڑا تھا۔ جس سے تمھارا بازو درد کرنے لگا تھا؟ اُس وقت داؤد سر نے جواد کو اٹھا لیا تھا۔"

نور کی نظریں نفیسہ کے چہرے پر جمی تھیں۔

"کیا۔۔۔جواد نے واقعی ایسا کیا تھا؟"

نفیسہ نظریں چرا کر بولی۔

"جو بھی ہوا۔۔۔وہ میرے ساتھ ہوا۔ داؤد کا کوئی حق نہیں کہ وہ میرے معاملے میں مداخلت کرے۔"

نور فوراً بولی۔

"نفیسہ۔ جواد نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟"

نفیسہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن رک گئی۔

"ک۔۔۔کچھ نہیں۔ آپیا۔۔۔"

وہ بمشکل بولی۔

لائبہ جھٹ بولی۔

"یہ نہیں بتائے گی آپیا۔ میں بتاتی ہوں۔"

اس نے نفیسہ کی طرف دیکھا پھر نور کو کہا۔

"اُس دن جواد نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے اُس سے شادی نہ کی۔ تو انجام بُرا ہو گا۔"

نور کا دل دھک سے رہ گیا۔

"ہائے اللہ۔۔۔ یہ کب ہوا؟اور تم دونوں نے گھر میں کسی کو کیوں نہیں بتایا؟"

لائبہ نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس نے کہا تھا۔اللہ پوچھے گا اس سے۔۔۔اور جب اللہ نے داؤد سر کے ذریعے حساب برابر کروایا۔تو اب یہ میڈم اُلٹی حرکتیں کر رہی ہیں۔"

نفیسہ نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ سب تمھیں کس نے بتایا؟"

لائبہ نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نے داؤد سر کے گھر کال کی تھی۔اُن کے ملازم راجہ نے سب کچھ بتایا میرے پوچھنے پر۔"

فیسہ۔۔۔تم اُس کے حال پر افسوس کر رہی ہو؟"

وہ نفیسہ کے قریب آئی۔

"سچ پوچھو تو جواد کو اس کے کیے کی سزا ملی ہے۔اُس کا یہی حال ہونا چاہیے تھا"!

نفیسہ نے چونک کر لائبہ کو دیکھا۔

"لائبہ۔۔۔"

"نہیں نفیسہ!اب تم کچھ نہ کہو۔اُس نے تمھیں دھمکایا۔زبردستی شادی کا کہا۔تمھارا ہاتھ مروڑا۔تمھیں خوف میں رکھا۔۔۔کیا یہ سب بھول گئیں تم؟"

لائبہ کی آواز اونچی ہو گئی۔

"اور اب جب وہ خود کسی کے قید میں پڑا۔ بھوکا پیاسا۔ تباہ حال ملا۔۔۔ تو تمھیں افسوس ہو رہا ہے؟"

نور نے لائبہ کو تھوڑا نرمی سے پکارا۔

"لائبہ۔ تھوڑا آہستہ۔۔۔"

"نہیں آپیا! میں چپ نہیں رہوں گی۔"

وہ غصے میں بولی۔

"نفیسہ! اگر داؤد سر چاہتے تو جواد کو جان سے مار سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے صرف اُسے وہی درد دیا جو وہ تمھیں دے چکا تھا۔ یہی انصاف ہے"!

نفیسہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ دل سے سہم گئی۔

"لیکن میں۔۔۔ میں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ۔۔۔"

"کہ تمھارے دل میں اس کے لیے رحم ہے؟ وہ شخص تمھارے رحم کے قابل نہیں۔ نفیسہ"!

لائبہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہ سب کچھ اُس نے خود کیا۔ اور اب وہ جو بھگت رہا ہے۔ وہ اللہ کا انصاف ہے"!

کمرے میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ نور نے نفیسہ کا ہاتھ تھام کر اسے تھپتھپایا۔

"کبھی کبھی سچ کڑوا ہوتا ہے۔ نفیسہ۔۔۔ لیکن سچ قبول کرنا ہی ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے۔"" "داؤد نے نہ صرف جواد کے معاملے میں تمھیں بچایا۔۔۔ بلکہ شکر ہے اُس نے حیدر کا سچ بھی ہمارے سامنے کھول دیا۔"

نفیسہ۔ جواب تک چپ تھی۔ حیرت سے چونک گئی۔

"کونسا سچ؟"

اس نے جلدی سے پوچھا۔ جیسے اس کی روح میں ہلچل سی مچ گئی ہو۔

نور نے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہیں نہیں پتہ۔۔۔؟"

"نہیں! آپیا۔۔۔ کیا کیا داؤد نے؟ حیدر نے کیا کیا؟"

نفیسہ کی آواز کانپنے لگی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

نفیسہ۔۔۔ تمہیں شاید یہ بھی نہیں پتہ کہ حیدر صرف تمھیں دھوکہ نہیں دے رہا تھا۔ بلکہ اُس کی ایک اور زندگی تھی۔ جسے وہ تم سے چھپا رہا تھا۔"

نفیسہ چونکی۔

"کیا مطلب؟ کیسی زندگی؟"

نور نے کچھ لمحے خاموشی اختیار کی۔ پھر جیسے بہت مشکل سے الفاظ چُنے:

"وہ داؤد کا دوست تھا۔۔۔ اور دوبئ میں پہلے سے شادی شدہ تھا۔ بلکہ اُس کے دو بچے بھی ہیں۔"

"کیا۔۔۔؟"

نفیسہ کے لب کانپنے لگے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔آپیا؟"

نور نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھاما۔

"ہاں نفیسہ۔اور یہ سب باتیں داؤد کو بھی پتہ تھیں اس نے اُس دن سب کو بتایا۔۔۔سن کر میرے پیروں تلے زمین نکل گئی جب پتا چلا کہ ہماری اپنی پھپھو کو بھی سب کچھ معلوم تھا۔"

"پھپھو کو؟"

نفیسہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔وہ سب جاننے کے باوجود تمھاری اُس سے شادی کروانا چاہتی تھیں۔"

اللہ میں نہیں مان سکتی۔۔۔نفیسہ سر پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے۔۔

لو جی اب اس بی بی کو یہ اپنی بڑی بہن کی بات پر بھی یقین نہیں ں ارے ہم نے خود تمھاری پھپھو کے منہ سے سنا ہے سب۔۔!نور منہ بنائے نفیسہ کو دیکھ کہتی ہے۔۔۔

جس پر نفیسہ اور رونے لگتی ہے۔۔۔

میں نے سوچا نہیں تھا میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا ہو گا۔۔۔نفیسہ روتے ہوئے کہتی ہے۔۔

ہاں نفیسہ۔شکر ہے خدا کا تم بچ گئی اب میں یہی کہوں گی اپنے شوہر کے پاس چلی جاو نور مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

میں سوچوں گی آپیا فلحال میں کہیں نہیں جا رہی۔۔۔ نفیسہ آنسوں صاف کرتے ہوئے کہتی ہے۔۔

ہمم ٹھیک ہے کچھ دن سکون سے سوچو۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتی لائبہ کو اشارہ کرتے باہر کو چلی جاتی ہے جس کو دیکھ لائبہ بھی اُس کے پیچھے چلی جاتی ہے۔۔۔

◈◈◈

داؤد نے ارحم کو اپنی گود میں اُٹھایا اور اُس کے ساتھ کھیلنے کے لیے ایک نیا انداز اپنایا۔ وہ ہنستے ہوئے ارحم سے بات کرتا رہا۔ لیکن ارحم کی تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ بس داؤد کی گود میں مسکرا رہا تھا اور اُسے دیکھ رہا تھا۔

داؤد نے ارحم کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تمھاری ماں کا دل تمھارے لیے ہمیشہ نرم ہے۔ لیکن وہ جب بھی غصے میں آتی ہے تو سوچنا چاہیے کہ کیا کیا جائے۔ تمھیں بتاؤں۔ کبھی کبھی اُسے سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

پھر داؤد نے ارحم کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "لیکن تمھیں مجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں ہوں نا! جب تک تمھاری ماں واپس آ کر تمھیں نہیں پکڑ لیتی۔ ہم دونوں کا وقت اچھا گزرے گا۔"

داؤد نے تھوڑی دیر کے لیے ارحم کو گود میں اُٹھا کر اس کے ساتھ ہنسی مذاق کیا۔

داؤد نے ارحم کو اپنی گود میں زیادہ آرام سے اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "تمھاری مسکراہٹ میں زندگی کا مزہ ہے۔ اور تمھاری ماں کے غصے میں ایک چیلنج۔ بس یاد رکھنا۔ زندگی کو اتنی سنجیدہ مت لو۔ کبھی کبھی مسکراہٹ ہی سب کچھ ہوتی ہے۔"

پھر وہ ارحم کو مزید قریب لے آیا اور اُسے گود میں اُٹھا کر کمرے میں گھومنے لگا۔ ایک نیا دن شروع کرنے کی تیاری کرتے ہوئے۔ جہاں تھوڑی سی شرارت اور محبت ایک دوسرے میں مل کر ایک خوبصورت لمحہ تخلیق کرتی تھی۔

◈◈◈

رات ایک بار پھر اپنی گہرائیوں میں ڈوب چکی تھی۔ پورے گھر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ جیسے وقت بھی رک گیا ہو۔ نفیسہ تھکن سے چور۔ پچھلی رات کے عجیب واقعے کو سوچتے ہوئے آخر کار نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

کھڑکی آہستہ سے کھلی۔ وہی شناسا سی آہٹ۔۔۔ اور داؤد خاموشی سے اندر داخل ہوا۔

وہ نفیسہ کو سوتے ہوئے دیکھ کر کچھ لمحے ٹھٹکا۔ اُس کے چہرے پر روشنی کی دھندلی کرن پڑ رہی تھی۔ اور نیند میں وہ بالکل معصوم لگ رہی تھی — جیسے کوئی ناراض بچی۔ جو تھک ہار کے سو گئی ہو۔

داؤد (دل میں سوچتے ہوئے):

"کتنی غصہ کرتی ہو۔۔۔ اور پھر بھی دل کہتا ہے کہ تمہیں بس دیکھتا رہوں۔"

وہ دبے پاؤں چلتا ہوا بیڈ کے دوسرے کنارے پر لیٹ گیا۔

نرمی سے۔ سانسوں کو روکے ہوئے — جیسے کوئی مجرم چوری سے واپس آیا ہو۔

پر اس بار وہ چوری محبت کی کر رہا تھا۔

صبح کا منظر:

نفیسہ کی آنکھ کھلی تو نیند کی دھندلی کیفیت میں اسے ایک سایہ سا محسوس ہوا۔

اس نے کروٹ بدلی۔۔۔اور جیسے ہی نظر پڑی۔آنکھیں پوری کھل گئیں۔

"داؤد؟"!!!

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔آنکھیں حیرت اور غصے سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"تم۔۔۔تم یہاں؟میرے بیڈ پر؟"

داؤد آنکھیں ملتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"صبح بخیر بیگم صاحبہ!تمھارے خوابوں میں نہیں آیا۔تو سوچا حقیقت بن کے آجاؤں۔"

نفیسہ نے جلدی سے کمبل اپنے گرد لپیٹا۔

"داؤد!یہ حرکتیں بند کرو!تمھیں شرم نہیں آتی؟"

"شرم؟"وہ مزے سے کروٹ لے کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"بیوی کے ساتھ سو کر شرم آئے؟وہ بھی اُس بیوی کے ساتھ جو خوابوں میں بھی میرے پیچھے بھاگتی ہے؟"

"اوہ خدا!تم۔۔۔تم تو بدتمیزی کی حد ہو۔"

نفیسہ کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔لیکن چہرہ شرم سے بھی لال ہو چکا تھا۔

داؤد اٹھ کر بیٹھ گیا۔اور آہستگی سے بولا۔

"نفیسہ۔سچ میں۔۔۔میں تمھیں کوئی تکلیف دینے نہیں آیا۔بس۔۔۔تمھارے پاس ہونا چاہتا تھا۔"

نفیسہ نے نظریں چرائیں۔کچھ لمحے چپ رہی۔۔۔

پھر آہستگی سے بولی۔

"اور اگر ابو نے دیکھ لیا تو؟تب؟"

داؤد نے مسکرا کر کہا۔

"تو بتا دوں گا کہ تمھارے ساتھ سونا عادت بن چکی ہے۔۔۔اور عادتیں ایک دن میں نہیں چھوٹتیں۔"

نفیسہ کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔

پھر وہ غصے سے بولی۔

"تم واقعی پاگل ہو"!

داؤد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پاگل تو تب سے ہوں جب تمھیں دل دیا تھا۔اور اب تو لگتا ہے لاعلاج ہوں۔"

نفیسہ نے تکیہ اٹھا کر اس کے منہ پر مارا۔

"نکل جاؤ یہاں سے۔ورنہ میں تمھارے لیے واقعی ڈاکٹر بلوا دوں گی"!

داؤد نے ہنستے ہوئے تکیہ پکڑا۔

"چلو۔ ڈاکٹر سے پہلے ناشتہ تو کروا دو پاگل کو۔"

نفیسہ نے غصے سے ناک سکیڑی۔

"ناشتہ؟ تمھیں ناشتہ چاہیے یا میری چیخیں؟ ابو جاگ گئے تو تمھارا یہ پاگل پن ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔"

داؤد نے شرارت سے انگلی ہونٹوں پر رکھی۔

"چپ! آواز نیچی رکھو۔ کہیں تمھارے ابو واقعی نہ جاگ جائیں۔ پھر تو ناشتہ کیا۔ تمھارے ہاتھ کا پانی بھی نصیب نہ ہو گا۔"

نفیسہ نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔

"اور اگر میں ابھی جا کے ابو کو بتا دوں کہ تم رات کو چوری چھپے میرے کمرے میں آئے ہو؟"

داؤد نے فوراً دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

"ارے بیگم۔ رحم کرو! تمہارے عشق میں جو چوری کی ہے۔ اُس کی سزا موت نہیں ہونی چاہیے۔"

نفیسہ بے اختیار ہنس پڑی۔۔۔ مگر فوراً ہی چہرہ سنجیدہ کر کے بولی۔

"بس کرو اب! چپ چاپ باہر جاؤ۔ صبح ہونے والی ہے۔"

داؤد نے بیڈ سے اترتے ہوئے گہری نظر اس پر ڈالی۔

"جا رہا ہوں۔۔۔ پر ایک بات کہہ کر جاؤں گا۔"

نفیسہ نے ناگواری سے کہا۔

"اور اگر میں کہوں کہ نہیں سننی؟"

داؤد نے دھیرے سے کہا۔

"تب بھی کہوں گا۔۔۔ کیونکہ دل کا حکم ہے۔"

وہ تھوڑا جھک کر بولا۔

"جب تم نیند میں ہوتی ہو۔۔۔ تب سب سے زیادہ خوبصورت لگتی ہو۔ تب نہ غصہ ہوتا ہے۔ نہ لفظوں کے تیر۔ صرف ایک خاموشی۔۔۔ اور اس میں چھپی تم۔"

نفیسہ کا چہرہ پل بھر کو نرم پڑا۔۔۔ جیسے دل کی دیواریں لرز گئیں ہوں۔

داؤد نے اس کے چہرے کی نرمی کو محسوس کیا۔۔۔ اور فوراً موقع غنیمت جان کر شرارت سے

بولا۔

"اور ہاں۔ ایک بات اور۔۔۔ نیند میں تمھارے ہونٹ تھوڑا تھوڑا ہلتے ہیں۔ جیسے کسی کا نام لے رہی ہو۔ کہیں وہ نام میرا تو نہیں؟"

نفیسہ کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا۔

"بکواس بند کرو۔ داؤد! ورنہ"——

وہ ہنستے ہنستے پیچھے ہٹا۔

"ورنہ؟ پھر سے تکیہ مارو گی؟ مار لو۔۔۔ پر دل پر اثر ویسے ہی ہو گا۔"

پھر وہ جلدی سے کھڑکی کی طرف لپکا۔

"چلو اب نکلتا ہوں۔ تمھاری عزت بچی رہی —— اور میری جان بھی۔"

کھڑکی سے باہر نکلتے ہوئے۔ وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔

"ویسے اگلی بار دروازے سے آؤں گا۔ پر تب صرف ناشتہ نہیں۔۔۔ تمھارا دل بھی چوری کرنے آؤں گا۔ تیار رہنا۔ بیگم"!

اور ایک لمحے میں وہ چھلانگ لگا کر نیچے اُتر گیا۔

نفیسہ کھڑکی کی طرف لپکی۔ پردہ ہٹا کر نیچے دیکھا۔۔۔

وہ جا چکا تھا۔

مگر دل کی دھڑکن جیسے اب بھی وہیں تھی۔۔۔

داؤد کی شرارتی باتیں۔ اُس کی نرم مسکراہٹ۔

اور وہ آخری جملہ ——

"تمھارا دل بھی چوری کرنے آؤں گا۔۔۔"

نفیسہ نے کھڑکی بند کی۔ اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سر جھٹک دیا۔

"یہ شخص۔۔۔ واقعی پاگل ہے۔"

مگر مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں سے چھپ نہ سکی۔

محبت آہستہ آہستہ راستہ بنا رہی تھی۔۔۔

خاموشی سے۔ چپکے چپکے۔

◈◈◈

دن چڑھ چکا تھا۔ گھر میں معمول کی خاموشی تھی لیکن طارق صاحب کے چہرے پر ایک غیر معمولی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ ان کی آنکھوں میں کچھ سوچنے کی گہرائی تھی—— جیسے کوئی فیصلہ اندر ہی اندر پک چکا ہو۔

ڈرائنگ روم میں نفیسہ۔ نور اور امی بیٹھی ہوئی تھیں جب طارق صاحب آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے کے تاثر سے سب کچھ بدلنے والا محسوس ہو رہا تھا۔

"نفیسہ۔۔۔"

ان کی آواز میں وہی باپ والا وقار تھا۔ مگر اس بار کچھ سختی بھی شامل تھی۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

نفیسہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"جی ابو؟"

"بیٹا۔ میں بہت دنوں سے تمھاری کیفیت دیکھ رہا ہوں۔ تم خوش نہیں ہو۔ تمھارا چہرہ۔ تمھاری خاموشی۔ سب کچھ بتاتا ہے۔ اور میں۔۔۔ میں اب مزید تمھیں ایسے نہیں دیکھ سکتا۔"

نفیسہ نے نظریں جھکا لیں۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔

"اگر تم راضی ہو۔۔۔ تو میں داؤد سے تمھاری طلاق کی بات کر لیتا ہوں۔"

یہ جملہ سنا تو جیسے نفیسہ کے کانوں میں طوفان گونج گیا۔

اس نے فوراً سر اُٹھایا۔ آنکھیں پھیل گئیں۔ اور آواز کپکپائی۔

"ک۔۔۔ کیا؟"

طارق صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"میں وہی کہہ رہا ہوں جو ایک باپ اپنی بیٹی کے لیے بہتر سمجھتا ہے۔ بیٹا۔ داؤد تمھارے قابل نہیں۔ زبردستی شادی ہوئی۔ محبت نہیں ہے۔ اور۔۔۔"

طارق صاحب کی بات سن بنا جواب دیئے وہ کمرے کی طرف آنے لگتی ہے جس پر سب اُسے جاتا دیکھتے ہیں۔۔۔

نفیسہ کمرے میں داخل ہوئی تو دروازہ بند کرتے ہی جیسے سب ضبط ٹوٹ گیا۔

دیوار سے ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئی۔

آنسو خاموشی سے رخساروں پر بہنے لگے۔

دل جیسے بوجھ تلے دبا جا رہا ہو۔

"طلاق۔۔۔"

یہ لفظ اس کے ذہن میں گونجنے لگا۔

طارق صاحب کی آواز اب بھی کانوں میں بازگشت کر رہی تھی——

"یہ رشتہ اگر تمھارے لیے زبردستی ہے تو بہتر ہے کہ ہم اسے ختم کر دیں۔۔۔"

نفیسہ نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔

سینے میں درد سا اٹھ رہا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

اتنی آسانی سے ختم؟

یہ رشتہ۔۔۔ جس نے مجھے چھوا بھی نہیں۔۔۔اور پھر بھی۔ میرے دل کی ہر دھڑکن میں شامل ہو چکا ہے۔۔۔"

وہ سسک اٹھی۔

داؤد کی باتیں جیسے پردہ سین پر چلنے لگیں——

وہ شوخ لہجہ۔ وہ شرارت بھری آنکھیں۔ وہ کہتا تھا:

"جب تم نیند میں ہوتی ہو۔۔۔تب سب سے زیادہ خوبصورت لگتی ہو۔۔۔"

"تمھاری مسکراہٹ میں زندگی کا مزہ ہے۔۔۔"

نفیسہ نے آہستگی سے دل پر ہاتھ رکھا۔

"کیوں یاد آتے ہو داؤد۔۔۔ کیوں؟

جب تم سب سے زیادہ چبھنے لگے تھے۔ تب ہی تو دل نے تمھیں اپنانا سیکھا تھا۔۔۔

اب کیسے چھوڑ دوں؟"

کمرے کی خاموشی میں صرف اس کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بیڈ پر جا بیٹھی۔ تکیہ گود میں رکھا اور اُس پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

داؤد کے الفاظ ایک ایک کر کے دل میں اترنے لگے—

"تمھارا دل بھی چوری کرنے آؤں گا۔ بیگم۔۔۔"

نفیسہ کی آنکھوں سے پھر سے آنسو بہہ نکلے۔

"اور آج۔۔۔ وہ دل کوئی چوری کرنے والا ہی نہیں رہا۔۔

بلکہ خود ہی بکھرنے لگا ہے۔"

ایک لمحہ کو وہ تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جیسے دل کے سارے بندھن ٹوٹ چکے ہوں۔

"یا اللہ۔۔۔

اگر وہ میرا نصیب ہے۔۔۔

تو میرے حق میں فیصلہ فرما۔

اور اگر نہیں۔۔۔ تو میرے دل سے اس کا خیال نکال دے۔۔۔"

کمرے کی روشنی مدھم ہو رہی تھی۔۔۔

اور نفیسہ کے آنسو۔ دل کے زخموں پر نمک بن کے گر رہے تھے۔

لیکن کہیں نہ کہیں۔۔۔

ان آنسوؤں میں محبت کا اقرار بھی چھپا تھا—

وہی محبت۔۔۔ جو کبھی زبان سے نہیں نکلی۔

پر ہر دھڑکن میں بولتی رہی۔

نفیسہ کمرے میں خاموشی سے بیٹھی تھی۔ ایک ایک لمحہ گزارنا جیسے اس پر بوجھ بن چکا تھا۔ طارق صاحب کے الفاظ ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اور دل کی گہرائی میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔ "اگر تم راضی ہو تو میں داؤد سے تمھاری طلاق کی بات کر لیتا ہوں۔" ان الفاظ نے نفیسہ کے دل کو بے چین کر دیا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ان سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی۔ اور ان ہی باتوں میں گھومتے ہوئے اس نے اپنے آپ سے سوال کیا تھا۔ "کیا یہ واقعی ممکن ہے؟ کیا واقعی اس رشتہ کا کوئی حل ہے؟"

نفیسہ کی آنکھوں کے سامنے داؤد کی تصویر تیر رہی تھی۔ وہ جو کبھی اس کی دنیا کا مرکز تھا۔ جو اس کے دل میں ایک خاص جگہ بنا چکا تھا۔ اس کی مسکراہٹ۔ اس کی شرارت۔ وہ چھوٹے چھوٹے لمحے جب وہ اسے اپنے قریب محسوس کرتی تھی۔ سب کچھ جیسے اس کے دماغ میں چل رہا تھا۔

کمرے کا دروازہ اچانک کھلا اور اندر عادل اور لائبہ داخل ہوئے۔ نفیسہ نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر نظریں جھکا لیں۔ وہ دونوں اس کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ اور اس کی خاموشی نے اس کے اندر کی بے چینی کو مزید بڑھا دیا تھا۔

عادل کی نظریں کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ مگر خاموشی کو توڑنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کار۔ لائبہ نے آہستہ سے اس کی طرف جھک کر کہا۔ "ہم جانتے ہیں۔ نفیسہ۔ تمھیں داؤد سے پیار ہے۔ اور یہ کوئی راز نہیں ہے۔ آخر کون سی بیوی اپنے شوہر سے محبت نہیں کرتی؟"

لائبہ نے نرم لہجے میں کہا۔ "نفیسہ۔ ہم تمہیں سمجھانے آئے ہیں۔ تمھیں یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ داؤد تمھارے لیے وہ شخص ہے جس کے ساتھ تمھیں اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ تمھاری محبت۔ تمہاری تکلیف۔ یہ سب کچھ بے معنی ہو جائے گا اگر تم اسے چھوڑ دیتی ہو۔"

عادل نے بھی اس کی بات میں اضافہ کیا۔ "نفیسہ۔ داؤد تمھاری زندگی کا حصہ ہے۔ چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔ تمہیں اس رشتہ کو ختم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تمہاری محبت کا حقدار ہے۔ اگر تم نے اس سے دوری اختیار کرلی تو تمہاری زندگی میں کبھی سکون نہیں آئے گا۔"

نفیسہ نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔ اوراس کے دل میں ایک ہلچل شروع ہو گئی۔ اس کے دماغ میں طارق صاحب کے الفاظ گونج رہے تھے۔ لیکن دل داؤد کی یادوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ چاہ کر بھی یہ حقیقت قبول نہیں کر پائی تھی کہ اسے داؤد کو چھوڑ دینا چاہیے۔

لائبہ نے اس کے قریب آکر ہاتھ رکھا۔ "ہم جانتے ہیں کہ تمھاری محبت میں اتنی شدت ہے کہ تم اسے چھوڑنا نہیں چاہتی۔ لیکن نفیسہ۔ زندگی میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں جب ہمیں اپنے دل کے فیصلوں کو حقیقت کی روشنی میں دیکھنا پڑتا ہے۔ ہم تمہاری فکر کرتے ہیں۔ تمہارا درد سمجھتے ہیں۔ لیکن تمہاری زندگی میں اگر داؤد ہی وہ شخص ہے جس سے تمھیں سکون ملتا ہے۔ تو اسے چھوڑ دینا تمھارے لیے مشکل ہو گا۔"

عادل نے مزید کہا۔ "داؤد تمھارے لیے سب کچھ ہے۔ اس سے دور ہو کر تم اپنی محبت کو مرنے نہیں دے سکتی۔ تمہیں صرف اس کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ اور زندگی میں جتنا بھی پیچ۔ محبت اور قربانی کا کرب ہو۔ وہ تمھارے ساتھ یہ سب گزارنا چاہے گا۔"

نفیسہ کی آنکھوں میں اب تکلیف کے ساتھ محبت کی جھرمٹ چمک رہی تھی۔ دل میں ایک تیز دھڑکن اُٹھی۔ وہ سوچنے لگی تھی کہ کیا واقعی وہ داؤد کو چھوڑ سکتی ہے؟ کیا اس رشتہ کی حقیقت یہی ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے؟

داؤد کی مسکراہٹیں۔ اس کے نرم الفاظ۔ وہ سب یادیں جو نفیسہ کے دل میں گہرائی سے بیٹھ چکی تھیں۔ اب اُس کی تقدیر کا حصہ بن چکی تھیں۔

لائبہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "نفیسہ۔ تم اس رشتہ کو نہ چھوڑو۔ داؤد تمھارے ساتھ ہے۔ وہ تمہاری حمایت کرے گا۔ چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔"

عادل نے مزید کہا۔ "ہم تمہیں سمجھا رہے ہیں کہ جب تمھیں کوئی شخص واقعی محبت کرتا ہے۔ تو وہ تمھاری تکلیف میں تمھارے ساتھ ہوتا ہے۔ داؤد وہ شخص ہے۔ اور اگر تم اسے چھوڑ دو گی۔ تو تمھیں ہمیشہ اس کا احساس رہے گا۔"

نفیسہ کے دل میں داؤد کی محبت کی لہر ایک بار پھر اُٹھی۔ اس نے گہری سانس لی اور اپنی نظریں اُٹھائیں۔ ایک لمحے کے لیے اس نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ داؤد کو نہیں چھوڑے گی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے بغیر اس کی زندگی کا کوئی معنی نہیں۔ اس کا دل اس کے ساتھ تھا۔ اور وہ چاہتی تھی کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔

لیکن م۔۔ میں اب۔۔ کیا کروں۔۔۔؟ نفیسہ اہستہ سے کہتی ہے۔۔

کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہم جا کر ابو امی کو باتوں میں اُلجھاتے ہیں تم داؤد بھائی کو کال کرو اور بولو تمھیں یہاں سے چوری سے کے جائے۔۔۔ اُسکی بات سن عادل انکھ دباتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

کیا یہ صحیح رہے گا۔۔؟؟ عادل کی بات سن نفیسہ سوچتے ہوئے کہتی ہے۔۔۔

ہاں بلکل وہ کونسا کوئی غیر ہے تمھارا محرم ہے وہ۔۔۔۔لائبہ اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے کہتی ہے جس پر وہ صرف ہاں میں سر ہلاتی ہے۔۔۔

اُٹھ عادل چلیں۔۔۔لائبہ نفیسہ کا فیصلہ سمجھتے ہوئے عادل کو کہتی ہے۔۔۔

ہاں چلو۔۔ جس پر عادل اُس کے ساتھ باہر کو چلا جاتا ہے۔۔۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد نفیسہ نے کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھایا۔آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

دل میں عجیب سی بے قراری تھی۔۔۔ جیسے کچھ کھونے کا ڈر ہو۔

اس نے داؤد کا نمبر ڈائل کیا۔

فون بجا۔۔۔اور پھر اُٹھا لیا گیا۔

"السلام علیکم۔ بیگم صاحبہ"!

داؤد کی مخصوص شرارتی آواز فون کے دوسری طرف گونجی۔

لیکن نفیسہ کچھ بولی نہیں۔۔۔ صرف خاموش رہی۔

"کیا ہوا؟ چُپ کیوں ہو؟"

داؤد کی آواز میں اب سنجیدگی تھی۔

"داؤد۔۔۔"

وہ دھیرے سے بولی۔

"مجھے یہاں سے بھاگا کے لے جاو۔۔۔"

خاموشی چھاگئی۔

داؤد کچھ دیر کو کچھ بول نہ سکا۔

"ورنہ ابو ہماری طلاق کروادیں گے۔۔۔"

نفیسہ کی آواز میں لرزش تھی۔ وہ بمشکل آنسو روک رہی تھی۔

داؤد کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"اُف۔۔۔ بیوی کو مجھ سے الگ کیا جارہا ہے؟

یہ تو سیدھا سیدھا ظلم ہے۔ بیگم"!

وہ شرارتی انداز میں بولا۔

نفیسہ کا دل ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا۔

"بتاؤ۔ کہاں آؤں؟ گھوڑے پر آؤں یا بائیک پر؟

یا وہی پرانا انداز پسند ہے —— ایک ہاتھ میں گن۔ دوسرے میں تم"!

وہ ہنسا۔ لیکن اس کے لہجے میں چھپی سنجیدگی نفیسہ کو محسوس ہو رہی تھی۔

"داؤد۔۔۔ مذاق مت کرو۔۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔"

اب کی بار اس کی آواز روہانسی ہو گئی۔

"اوئے بیگم۔۔۔مذاق کر رہا ہوں۔ لیکن جان سے بڑھ کر تو نہیں ہو تم۔۔۔

بس ٹھہرو۔ میں آرہا ہوں۔"

"کب؟"

"بس کچھ ہی دیر میں۔۔۔

لیکن شرط ہے—جب لینے آؤں تو بغیر نخرے کیے آجانا۔ ورنہ میں خود نکاح نامہ اٹھا کر

تمہارے ابا کو دکھادوں گا"!

نفیسہ کے ہونٹوں پر آنسوؤں کے بیچ ایک ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"جلدی آنا۔۔۔میں انتظار کروں گی۔۔۔"

"بیوی کا حکم ہے۔۔۔

شوہر سر آنکھوں پر رکھے گا"!

"لیکن سنو۔۔۔بھاگنے کے بعد اگر تمہارے ابا نے مجھے پکڑ لیا تو؟"

نفیسہ ساکت سی رہ گئی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں نے محبت میں جان دینا تو سن رکھا تھا۔۔۔

لیکن یوں سُسر کے ہاتھوں شہید ہونا؟

یہ تو نیا تجربہ ہوگا"!

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

نفیسہ کے لبوں پر ہنسی تو آئی۔ لیکن وہ روکتے ہوئے بولی۔

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے؟ میں یہاں رو رہی ہوں۔۔۔اور تم"——

"ارے بیگم! دل ہلکا کرنے کے لیے ہی تو مذاق کر رہا ہوں۔

ورنہ میرے دل پر تو ابھی سے تمہارے آنسو چھریاں چلا رہے ہیں۔"

وہ لمحہ بھر کو چپ ہوئی۔۔۔

پھر آہستہ سے بولی۔

"تم آؤ گے ناں؟ سچ میں؟"

داؤد کا لہجہ یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"تم نے بلایا ہے۔۔۔

اب چاہے دنیا کی دیواریں گرا دوں۔ لیکن آؤں گا ضرور۔

اور تمہیں لے جاؤں گا۔۔۔ہمیشہ کے لیے۔"

"لیکن اگر ابو نے"——

"ابو نے کیا؟"

وہ ایک دم شوخ لہجے میں بولا۔

"اگر تمہارے ابو نے روکا۔ تو میں کہوں گا——

'بابا جی! بیٹی کو لے جا رہا ہوں۔ واپسی کا کوئی پلان نہیں۔

بس دعاؤں میں یاد رکھنا''' !

نفیسہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''ارے بیگم! میں شوہر ہوں تمہارا۔۔۔ عاشق نہیں۔

سو بھاگانے سے پہلے تمہارے ناز بھی اٹھاؤں گا اور تمہیں مناؤں گا بھی۔

پھر چاہے تمہاری چوٹی ہاتھ میں پکڑ کر بھگانا پڑے۔۔۔ لیکن چھوڑوں گا نہیں'' !

وہ شرارت سے بولا۔

''بے شرم'' !

نفیسہ نے فون پر مسکرا کر کہا۔

''وہی تو ہوں۔۔۔ تمہارا بے شرم شوہر'' !

داؤد نے دل سے کہا۔

پھر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

''تیار رہنا۔۔۔ رات گئے آ رہا ہوں۔

اس بار تمہیں لے جانے آیا ہوں۔۔۔

ہمیشہ کے لیے'' !

وہ کہتا فون کاٹ دیتا ہے اب جا کر نفیسہ کو سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اب اُسے گھر والوں کی کوئی فکر نہیں تھی فکر تھی تو بس داؤد سے دور ہونے کی۔۔۔

◈◈◈

رات کی گھمبیر خاموشی میں صرف ایک ہلکی سی ہوا کی سرگوشی تھی۔۔۔ جیسے فضا کو بھی علم ہو کہ کوئی خاص لمحہ قریب ہے۔ نفیسہ کے آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ دل بے چین تھا۔ اور آنکھیں مسلسل کھڑکی کی طرف تھیں۔

"کیا وہ واقعی آئے گا؟"

دل میں یہ سوال بار بار ابھرتا۔۔۔ اور ہر بار وہ خود کو یہی جواب دیتی:

"اگر وہ داؤد ہے۔۔۔ تو ضرور آئے گا"!

سہمی ہوئی آنکھیں۔ تیز دھڑکن۔۔۔ اور اچانک کھڑکی پر ایک ہلکی سی ٹھک۔۔۔ جیسے خواب نے دروازہ کھٹکھٹایا ہو۔

نفیسہ نے لرزتے ہاتھوں سے پردہ ہٹایا۔

وہ تھا۔۔۔ داؤد۔

سیاہ کوٹ میں۔ سنجیدہ۔ پرعزم چہرے کے ساتھ — جیسے صرف اُسی کے لیے رات کی تاریکی کو چیر کر آیا ہو۔

اس نے ایک نظر نفیسہ پر ڈالی۔ وہ خاموش تھی۔ مگر آنکھیں سب کچھ کہہ رہی تھیں۔

داؤد نے پائپ کو پکڑا۔ اور مہارت سے کھڑکی کے اندر آ گیا——بغیر کسی آواز۔ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔

کمرے میں صرف وہ دونوں تھے۔۔۔اور خاموشی۔

سامنے وہی چہرہ۔۔۔

وہی آنکھیں۔۔۔

وہی داؤد۔

السلام علیکم۔ بیگم صاحبہ!" داؤد نے آہستہ سے کہا۔ جیسے چوری کر کے آیا ہو۔

نفیسہ نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ "پاگل ہو گئے ہو کیا؟ کوئی سن لے گا آہستہ بولو۔۔۔!

داؤد نے سینہ چوڑا کرتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا۔ "پکڑنے کا شوق تو تمہیں تھا۔ میں تو آیا ہوں لے جانے۔"

نفیسہ نے ناک چڑھائی۔ "بہت مزے آ رہے ہیں نا تمھیں؟

داؤد نے انگلی ہونٹوں پر رکھ کر اشارہ کیا۔ "ششش۔۔۔ تم تو ایسے گھبرا رہی ہو جیسے میں شوہر نہیں۔ ڈاکو بن کے آیا ہوں۔"

"یہی تو فرق ہے۔ تم ابھی ڈاکو ہی لگ رہے ہو!" وہ خفگی سے بولی۔

"آ گئی نا اپنے اکلوتے شوہر کی یاد؟"

اس نے آہستہ سے کہا۔ آنکھوں میں شوخی اور دل میں طنز چھپائے۔

"ایسی شدت سے بلایا کہ میں اگر نہ آتا۔ تو بے وفائی کہلاتی۔"

نفیسہ کا سانس اُکھڑنے لگا۔ کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ جیسے گم ہو گئے۔

"سب سو رہے ہیں داؤد۔۔۔ اگر ابو جاگ گئے تو؟"

اُس نے بمشکل ہمت جٹا کر کہا۔

داؤد نے ایک نظر اُس کے چہرے پر ڈالی۔ پھر اُس کا ہاتھ تھام کر اپنی انگلیوں میں چھپاتے ہوئے نرمی سے بولا:

"تو کہہ دینا۔۔۔ تمہارا شوہر آیا تھا۔

تمہاری تنہائی چرانے۔

تمہاری نیند واپس دینے۔

اور سب سے بڑھ کر۔۔۔

تمہیں واپس لے جانے۔"

نفیسہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔ یہ وہی شخص تھا جسے وہ زبردستی شوہر ماننے سے انکاری تھی۔۔۔

اور آج۔ دل خود اُسے پکار بیٹھا تھا۔

اچھا چلو۔۔! اب کھڑکی سے نیچے اُترنے کا وقت آگیا۔۔۔ داؤد کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے کہتا ہے۔۔

کیا؟؟؟؟داؤد میں بلکل کھڑکی سے نہیں جاؤں گی۔۔اُسکی بات سن پہلے وہ حیران ہوتی ہے پھر ایک دم سے کہتی ہے۔۔

نہیں تو میرے پر لگے ہوئے ہیں؟؟جو تمھیں اُن پر بیٹھا کے اڑ جاؤں؟؟وہ کمر پر ہاتھ رکھتے شرارتی انداز میں کہتا ہے۔۔۔

ایسی بات نہیں ہے لیکن میں کیسے؟؟وہ کہتے کہتے چپ ہوتی ہے۔

ارے ویسے ہی جیسے تمھیں پہلے اُٹھا کر لی گیا تھا۔۔!وہ آنکھ دباتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔جس پر نفیسہ مسکرانے لگ جاتی ہے۔۔۔

اُس کا بیگ پہلے نیچے پھینک وہ اُسے اٹھاتے کھڑکی سے اُترنے لگتا ہے۔۔۔

اور نیچے اتے ہی بیگ پکڑتے اُسکا ہاتھ پکڑتے۔۔۔گاڑی کی طرف جاتا ہے۔۔۔

◈◈◈

گاڑی کے اندر نیم اندھیری رات کی خاموشی میں ایک الگ سی سرگوشی تھی۔داؤد نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہلکی رفتار میں چلانے لگا۔نفیسہ خاموش تھی۔ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھی ہوئی تھیں۔جیسے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

چند لمحے گزرے۔جب داؤد نے شرارت سے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"کیا بات ہے۔بیگم صاحبہ؟اب تو اپنے شوہر کے ساتھ ہو۔پھر بھی گھبرا رہی ہو؟" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

نفیسہ نے نظریں جھکا کر کہا۔"بس ویسے ہی۔۔۔تھوڑی سی ڈر لگ رہا ہے۔"

داؤد نے ہنستے ہوئے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی ٹھوڑی اوپر کی اور شرارت سے بولا۔ "ڈرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اب تمہارا محافظ خود موجود ہے۔"

نفیسہ نے جھینپ کر نظریں پھیر لیں۔

داؤد نے مزید چھیڑنے کا ارادہ کیا۔ وہ گاڑی ایک سنسان سڑک پر لے آیا اور بریک لگا کر سنجیدگی سے کہنے لگا:

"اترو۔۔"!

نفیسہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کک۔۔۔ کیا؟ یہاں؟"

داؤد نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ سر ہلایا۔ "ہاں۔ بس اب سے یہی تمہارا نیا گھر ہے۔"

نفیسہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ "داؤد مذاق مت کرو۔۔۔"!

داؤد کی ہنسی چھوٹ گئی۔ "ارے بیگم۔ مذاق کر رہا ہوں! اتنی آسانی سے تھوڑی جان چھوٹنے دوں گا اپنی مسز داؤد کی؟"

نفیسہ نے خفگی سے اسے گھورا۔ "بہت برے ہو تم"!

"ہوں نا!" داؤد نے شرارتی انداز میں کہا۔ "اور تم بہت پیاری ہو۔۔۔ خاص طور پر جب غصہ کرتی ہو۔"

نفیسہ نے شرما کر چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

داؤد نے ہنستے ہوئے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اور نرمی سے کہا۔ "اب جہاں لے جا رہا ہوں۔ وہاں صرف ہم ہوں گے۔۔۔ تم۔ میں۔۔۔ اور ہماری نئی زندگی۔"

نفیسہ کی آنکھیں نمی سے چمک اٹھیں۔ایک وقت تھا جب وہ داؤد سے نفرت کرتی تھی۔۔۔اور آج۔۔۔دل بے اختیار ہو کر اس کا ہونے کو تیار تھا۔

گاڑی رات کے سناٹے میں آگے بڑھتی رہی۔۔۔اور قسمت کی نئی راہیں خود بخود کھلنے لگیں۔

◈◈◈

رات کی خاموشی میں گاڑی آہستہ آہستہ حویلی کے بڑے آہنی گیٹ کے سامنے رکی۔داؤد نے ایک نظر مسکراتے ہوئے نفیسہ کی طرف دیکھا۔جو دل تھامے باہر جھانک رہی تھی۔

"آ گئے۔۔۔اپنے گھر۔"

داؤد نے نرمی سے کہا۔

نفیسہ کا دل ایک انجانی خوشی سے بھر گیا۔

یہی تو وہ جگہ تھی جہاں سے اُس کا سفر شروع ہوا تھا۔۔۔اور آج دل کی رضا سے وہ واپس لوٹ رہی تھی۔

دونوں گاڑی سے اترے۔داؤد نے اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے دبایا۔جیسے یقین دلانا چاہتا ہو کہ اب کوئی الجھن۔کوئی دوری نہیں۔

وہ آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئے۔حویلی میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔سب سو رہے تھے۔نفیسہ کے قدم بے اختیار ارحم کے کمرے کی طرف اٹھنے لگے۔

داؤد مسکراتے ہوئے پیچھے سے بولا۔

"آہستہ جانا۔شہزادے کی نیند خراب نہ ہو۔"

نفیسہ نے مسکرا کر سر ہلایا اور دبے قدموں ارحم کے کمرے کا دروازہ دھکیلا۔

کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔

ارحم چھوٹے سے کمبل میں سمٹا میٹھے خوابوں میں گم تھا۔

معصوم چہرہ۔ ہلکی ہلکی سانسیں۔۔۔ جیسے فرشتہ سو رہا ہو۔

نفیسہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ دبے دبے قدموں آگے بڑھی۔ اور بستر کے کنارے بیٹھ کر نرمی سے ارحم کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"ارحم۔۔۔ میرے بیٹے۔۔۔" وہ دھیرے سے سرگوشی کی۔

وہ جھک کر ارحم کے ماتھے پر بوسہ دیا اور نم آواز میں بولی۔ مما آگئی۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔"

نفیسہ نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ جیسے ساری دنیا کی خوشیاں اسی پل میں سمٹ آئی ہوں۔

دروازے کے پاس کھڑا داؤد خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر عجیب سا سکون تھا۔۔

ایسا سکون جو برسوں کی تڑپ کے بعد ملتا ہے۔

داؤد نے آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ تاکہ ماں اور بیٹے کے بیچ کوئی فاصلہ نہ رہے۔

اور خود خاموشی سے وہیں دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔۔۔

اپنے نصیب پر مسکراتے ہوئے۔

◈◈◈

ارحم ماں کی گود میں سکون سے سو چکا تھا۔ نفیسہ آہستگی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اسے تک رہی تھی۔

داؤد خاموشی سے دروازے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اور نرمی سے بولا:

"چلو بیگم صاحبہ۔۔۔ اب میرے کمرے کی باری ہے۔"

نفیسہ نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی۔ مگر پھر فوراً نظریں جھکا لیں۔

"ارحم سو گیا ہے۔۔۔ اسے اکیلا چھوڑ کر؟" اُس نے آہستہ سے کہا۔

داؤد کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے جھک کر ارحم کی پیشانی پر ایک محبت بھرا بوسہ دیا۔ اور نرمی سے نفیسہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا:

"یہ اب محفوظ ہے۔۔۔ کیونکہ اس کی ماں بھی واپس آگئی ہے۔ اب تم چلو۔۔۔ میں نے بہت انتظار کیا ہے۔"

نفیسہ کی پلکیں جھک گئیں۔ داؤد نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے رکھا۔

پھر نرمی سے۔ جیسے کوئی قیمتی شے سنبھالتا ہو۔ وہ اسے اپنے ساتھ کمرے کی طرف لے گیا۔

کمرے میں پہنچتے ہی دروازہ بند ہوتے ہی داؤد نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"بہت دنوں بعد۔۔۔ آج پھر میرا آنگن مہکا ہے تم سے۔"

اس کی آواز میں محبت کی نمی تھی۔

نفیسہ کا دل عجیب سی دھڑکن کے ساتھ بجنے لگا۔

وہ نظریں چراتی۔ خاموشی سے کھڑی رہی۔

داؤد نے اس کے قریب آکر آہستگی سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیا۔اور سرگوشی میں کہا:

"نفیسہ۔۔۔ آج کی رات صرف ہماری ہے۔ کوئی غم۔ کوئی فاصلہ۔ کوئی خوف۔۔۔ کچھ نہیں۔ صرف تم۔۔۔اور میں۔"

نفیسہ کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ مگر یہ خوشی کے آنسو تھے۔

داؤد نے مسکرا کر ان آنسوؤں کو اپنی انگلیوں سے صاف کیا۔اور محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔۔۔

مگر دل کی دھڑکنوں کی آوازیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

◈◈◈

حویلی کے کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

کھڑکی سے چاندنی اندر آ رہی تھی۔ مگر نفیسہ کی آنکھوں میں چمک نہیں تھی۔

وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ گود میں ارحم سو رہا تھا۔اور خود کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

آج اس کی سالگرہ تھی۔

مگر دل۔۔۔ عجیب سا خالی تھا۔

ماں کی ہنستی مسکراتی صورت۔

ابو کی دعاؤں بھری آواز۔

بھائی بہنوں کی شوخی ——

سب یاد آرہا تھا۔

نفیسہ نے آہستہ سے ارحم کا ماتھا چومتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔

ایک آنسو خاموشی سے اس کے رخسار پر پھسل گیا۔

"امی۔۔۔ابو۔۔۔"

وہ بمشکل خود سے سرگوشی میں بولی۔

تبھی داؤد خاموشی سے کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے نفیسہ کو یونہی بیٹھے دیکھا۔آنکھوں میں نمی۔چہرے پر اداسی۔

آہستہ سے اس کے پاس آیا۔اوراس کے برابر بیٹھ گیا۔

"نفیسہ۔۔۔"

داؤد نے دھیرے سے پکارا۔

نفیسہ نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں۔مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔"کچھ نہیں۔۔۔ بس۔۔۔ارحم کو سلاتے سلاتے نیند آگئی تھی۔"

داؤد نے نرم لہجے میں کہا:

"جھوٹ مت بولو۔

میں تمہاری آنکھوں میں سب کچھ پڑھ سکتا ہوں۔"

نفیسہ نے نظریں جھکا لیں۔

کچھ لمحے کی خاموشی کے بعد۔اس نے دھیرے سے کہا:

"آج میرا جنم دن ہے۔۔۔

اور پہلی بار۔۔۔

امی ابو کے بغیر۔۔۔

بہت خالی خالی لگ رہا ہے۔داؤد۔

ان کے بغیر خوشی بھی ادھوری لگتی ہے۔"

داؤد نے گہری سانس لی۔اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر نرمی سے بولا:

"نفیسہ۔۔۔

ہم کبھی بھی ان لوگوں کو نہیں بھول سکتے جو ہماری زندگی کی بنیاد ہیں۔

ماں باپ کا پیار۔۔۔کبھی کم نہیں ہوتا۔چاہے فاصلے کتنے بھی ہوں۔"

داؤد نے آہستہ سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"اور اب۔۔۔"

داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس ایک نئی فیملی ہے۔

ایک شوہر۔۔۔ جو تمہاری ہر خوشی۔ ہر غم کا ساتھی ہے۔

اور ایک بیٹا۔۔۔ جو تمہاری ہنسی میں اپنی دنیا دیکھتا ہے۔"

نفیسہ نے نم آنکھوں سے داؤد کو دیکھا۔

اس کی باتوں میں ایک عجیب سا سکون تھا۔ جیسے ٹوٹے ہوئے دل پر مرہم رکھ دیا ہو۔

داؤد نے ہنستے ہوئے کہا:

"اور ویسے بھی۔۔۔ تمہیں سالگرہ منانے کا پورا حق ہے۔

ابھی تو پارٹی باقی ہے۔ بیگم صاحبہ"!

نفیسہ بے ساختہ ہنس دی۔

داؤد کی باتوں نے اس کا دل ہلکا کر دیا تھا۔

ارحم نیند میں کروٹ بدل کر مسکرایا۔

اور ان دونوں نے ایک ساتھ اپنی نئی خوشیوں کی طرف بڑھنے کا عزم کر لیا۔

یہ رات۔ یہ لمحہ ——

ہمیشہ دل میں بس جانے والا تھا۔

◈◈◈

نفیسہ ابھی کمرے میں بیٹھی تھی جب داؤد آیا۔

چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ تھی۔

"چلو میرے ساتھ۔"

داؤد نے کہا۔

نفیسہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ "کہاں؟"

"بس چلو۔ سوال نہیں۔"

داؤد نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

نفیسہ حیران سی اس کے ساتھ چل دی۔

وہ دونوں حویلی کے ایک الگ حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ جہاں ہلکی سی موسیقی کی سرگوشی سنائی دے رہی تھی۔

داؤد نے ایک دروازے کے سامنے آ کر اسے روکا۔

آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"ابھی دیکھنا منع ہے۔"

نفیسہ کی ہنسی نکل گئی۔ "داؤد۔۔۔ یہ کیا بچپنا ہے؟"

"بس ایک منٹ۔۔۔ صبر کرو۔"

داؤد نے دروازہ کھولا۔

کمرے کے اندر اندھیرا تھا۔

داؤد نے نرمی سے کہا:

"اب آنکھیں کھولو۔"

نفیسہ نے آنکھیں کھولیں۔ مگر کچھ دکھائی نہ دیا۔

تبھی اچانک——

لائٹس آن ہو گئیں!

پورا کمرہ رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔

ہر طرف غبارے۔ پھول۔ اور خوشبوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔

اور پھر——

ایک ساتھ سب کی آواز گونجی:

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ نفیسہ"!

نفیسہ حیرت سے پلکیں جھپکانا بھول گئی۔

سامنے۔۔۔

اس کے امی۔ ابو۔۔۔

چھوٹا بھائی عادل۔۔۔

لائبہ۔۔۔

نور۔۔۔

اور ہنستا ہوا عبداللہ۔۔۔

بڑے پاپا۔۔۔

راجب۔سارہ۔کلثوم۔سب فیملی ممبرز تھے اور تو اور جواد بھی تھا۔۔۔

نفیسہ نے بے یقینی سے ایک ایک چہرہ دیکھا۔

"امی۔۔۔ابو۔۔۔"

اس کی آواز کانپ گئی۔

امی نے آگے بڑھ کر نفیسہ کو گلے لگالیا۔

ابو نے شفقت سے اس کا ماتھا چوما۔

عادل۔نور۔لائبہ اور عبداللہ نے خوشی خوشی نفیسہ کو گھیرا۔

تحفے تھماتے ہوئے ایک دوسرے سے بڑھ کر اسے گلے لگانے لگے۔

نفیسہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ نکلے۔

اسے یوں لگا جیسے اس کی ساری دنیا واپس مل گئی ہو۔

داؤد تھوڑا فاصلے پر کھڑا۔خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں بھی اطمینان تھا——

نفیسہ کی خوشی اس کے لیے سب کچھ تھی۔

نفیسہ نے سب سے گلے ملنے کے بعد۔داؤد کی طرف دیکھا۔

وہ ہنستے ہنستے اس کے پاس آئی۔اور ہلکی آواز میں بولی:

"یہ سب۔۔۔کیسے ؟"

نہیں نہیں۔۔!یہ سب۔۔ہم سب نے مل کر کیا۔۔داؤد ساری فیملی کی سائیڈ جا کر کہتا ہے۔۔

مطلب؟؟؟۔۔۔نفیسہ حیرانگی سے داود ؓاور باقی سب کو دیکھ کہتی ہے۔۔

مطلب یہ بیگم صاحبہ کے۔۔آپ کے ابو نے جان بوجھ کا طلاق کا کہا تھا۔۔جس دن وہ تمھیں لے کر گئے اُسی دن میں نے اُن سے بات کی تھی اور وہ بھی یہی دیکھنا چاہتے تھے کے کیا میں نے جو کہا کہ تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو وہ سچ ہے یا نہیں۔۔!داؤد اپنے سسر کو انکھ مارتے کہتا ہے ھس پر وہ مسکرانے لگ جاتے ہیں اور نفیسہ کی آنکھیں باہر کو نکلنے لگتی ہے۔۔۔!

ابھی وہ کچھ کہتی کہ لائبہ ہنستے ہوئے بول پڑی:

"ہاں نفی۔۔!

ہمیں بھی انکل نے کہا تھا کہ تمہیں بھاگ جانے کا آئیڈ یا دیں۔

نفیسہ منہ بنائے سب کو دیکھ کہتی ہے۔۔

مطلب تم سب ملے ہوئے تھے ابو کے ساتھ۔۔!

بیٹا میں بس داؤد کی بات کی حقیقت جانچنا چار ہا تھا جو کے تم نے اس کے ساتھ بھاگ کر دے دی۔۔!اور مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں اخر وہ شوہر ہے تمھارا۔۔میں بس چاہتا تھا کے اگر تمھارا دل ہے تو تم چپ نہ رہو۔۔ہمیں دیکھ کر بلکہ اپنی خوشی کو اہمیت دو۔۔طارق صاحب نفیسہ کے پاس آکر اُسے گلے لگاتے کہتے ہیں۔۔۔

شکریہ ابو۔۔!میں اپ لوگوں سے بھی بہت پیار کرتی ہوں۔۔وہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔۔

اور مجھے بھی معاف کر دو نفیسہ میں نے تمھارے ساتھ اچھا نہیں کیا لیکن تم میرے لیے اپنے شوہر سے دور ہو گئی۔۔۔ تبھی جواد اُس کے پاس آ کر کہتا ہے۔۔

کوئی بات نہیں جواد میں لے تمھیں معاف کیا۔۔! وہ مسکراتے ہوئے اُسے معاف کر دیتی ہے۔

شکریہ شوہر جی۔۔! داؤد کو دیکھ وہ مسکراتے ہوئے کہتی ہے۔

داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا:

"یہ تو شروعات ہے۔ بیگم صاحبہ۔

اب تو پوری زندگی تمہاری مسکراہٹوں کی حفاظت کرنی ہے۔"

پھر سب نے مل کر کیک کاٹا۔ کیک کاٹنے کے بعد سب نے خوب ہنسی مذاق کیا۔ لائبہ اور نور نے نفیسہ کی بچپن کی شرارتیں چھیڑ چھیڑ کر سب کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

داؤد کبھی مسکرا کر نفیسہ کو دیکھتا۔ کبھی خاموشی سے اس کے خوش ہونے کا منظر دل میں بسا لیتا۔ نفیسہ کی آنکھوں میں چمک تھی۔ جو داؤد کے دل میں اطمینان بھر رہی تھی۔

چند لمحوں بعد سب لوگ بیٹھ گئے۔ اور گپ شپ کا محفل جم گئی۔ طارق صاحب نے چائے منگوا لی۔ اور بچے اپنے اپنے تحفے نفیسہ کو دکھانے لگے۔

تبھی بڑے پاپا نے شرارت سے کہا:

"چلو بھئی۔ اب داؤد اور نفیسہ کی جوڑی کی کوئی تصویر ہو جائے"!

سب نے زور سے تالیاں بجائیں۔ نفیسہ شرما کر پیچھے ہٹنے لگی۔ مگر داؤد نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آج بچنے کا کوئی چانس نہیں۔ بیگم صاحبہ"!

داؤد نے محبت سے کہا۔ نفیسہ کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا۔ مگر دل کے کسی کونے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

دونوں نے ساتھ کھڑے ہو کر تصویریں بنوائیں۔ کبھی داؤد نفیسہ کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتا۔ کبھی نفیسہ ہنستے ہوئے نظریں چرا لیتی۔

یہ پل —— یہ خوشیاں —— نفیسہ کے لیے خوابوں جیسا تھا۔

پھر طارق صاحب نے محفل کو مزید رنگین کرنے کے لیے ایک تجویز دی:

"چلو بھئی۔ سب اپنی اپنی یادگار باتیں سنائیں نفیسہ کے بارے میں"!

ہر کوئی اپنی اپنی بات سنانے لگا۔ کوئی بچپن کے قصے۔ کوئی اسکول کی شرارتیں۔ ہنسی کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

وہ رات ——

محبت۔ خوشیوں اور اپنائیت سے بھر گئی۔

اور نفیسہ نے پہلی بار دل سے محسوس کیا ——

وہ اکیلی نہیں ہے۔

اس کے پاس ایک ساری فیملی ہے۔

اور ایک ایسا ہمسفر۔۔۔ جو اس کی ہر خوشی کو اپنی دعا بنا چکا تھا۔

◈◈◈

چھ ماہ بعد۔۔۔!

دوپہر کی دھیمی دھوپ حویلی کے آنگن میں چھن چھن کر بکھر رہی تھی۔

ارحم اور نفیسہ ایک طرف ہنستے کھیلتے نظر آرہے تھے۔

نفیسہ نے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے ہوئے ارحم کو ڈانس کرنا سکھایا——

چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ ارحم کبھی دائیں جھولتا۔ کبھی بائیں۔

کبھی بازو ہلا کر خوشی سے ہنستا۔

"شاباش میرے شہزادے! ایسے۔ایسے"!

نفیسہ تالیاں بجاتی۔ ہنستی اور ارحم کو مزید جوش دلاتی۔

ارحم خوش ہو کر اپنی چھوٹی سی ٹانگیں ہلاتا۔ جھوم جھوم کر ناچتا۔اور کبھی کبھی گھوم کر نیچے گر بھی پڑتا۔

نفیسہ ہنس کر اسے اٹھاتی اور پھر سے ناچنے کو کہتی۔

اسی لمحے۔داؤد دروازے سے آتا ہے۔

سامنے کا منظر دیکھ کر وہ پل بھر کو ٹھٹک جاتا ہے۔

اپنے صاحبِ وقار اور سنجیدہ داؤد بلوچ کے بیٹے کو ایسے چھوٹے چھوٹے جھٹکوں سے جھومتے دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل جاتی ہیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

داؤد نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

نفیسہ چونک کر پیچھے دیکھتی ہے——اور ارحم جھوم جھوم کر پھر ناچتا ہے۔

ہائے اللہ نفیسہ تم نے میرے معصوم بچے کو کیا کیا سیکھا دیا۔ !

کیا سیکھا دیا سے کیا مطلب بس ارحم کو میں نے ڈانس کا ایک سٹیپ ہی تو سیکھایا ہے۔۔ وہ ادا سے کہتی ہے۔۔

میرے بچے کو دیکھا کیسے پاگلوں کی طرح جھوم رہا ہے۔۔ خدارا ایسی حرکتیں اپنے تک رکھا کرو۔۔ وہ کمر پر ہاتھ رکھے کہتا ہے۔۔

کیوں جی ارحم کو تو ایک دن ڈانس سیکھا کر ہی دم لونگی میں۔۔ ! وہ بھی ویسے ہی کہتی ہے۔

ارحم کے بچے۔۔ تم تو جھولنا بند کر و یار۔۔ ! اپنے باپ کا ناک رکھ کو۔۔ وہ ارحم کو دیکھ بولتا ہے جو فلحال جھوم جھوم کر آرہا ہوتا ہے۔۔

یہی تو ہنر ہے میرے شیر میں۔۔۔ ! نفیسہ ارحم کو دیکھ خوش ہوتے کہتی ہے۔۔

داؤد آگے بڑھ کر نفیسہ کے سامنے آکر ہاتھ باندھ کر سنجیدگی سے پوچھتا ہے:

"بیگم صاحبہ۔۔۔ یہ میرے بچے کو کیا 'ہنر' سکھا رہی ہو؟"

نفیسہ نے ہنسی دبائی۔ اور مصنوعی معصومیت سے بولی:

"کیا مطلب؟ بچے کی تربیت کر رہی ہوں۔"

داؤد نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا:

"تربیت؟؟ یا کوئی قوالی کا مقابلہ جیتنے کی تیاری ہو رہی ہے؟"

نفیسہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

ارحم خوشی سے جھومتے ہوئے دوبارہ ناچنے لگا۔

داؤد نے سر پکڑ لیا اور مصنوعی غصے سے بولا:

"بیٹا تمہیں میں گھوڑا دوڑانا سکھاؤں گا۔ تلوار چلانا سکھاؤں گا۔۔۔اور تم یہاں جھومر ڈال رہے ہو؟"

ارحم ہنستے ہوئے اپنی ممی کی طرف بھاگ آیا۔

نفیسہ نے اسے گود میں اٹھا کر داؤد کو چڑاتے ہوئے کہا:

"یہ آپ کا نہیں۔۔۔میرا بیٹا ہے! خوش رہتا ہے۔ ہنستا ہے۔ ناچتا ہے"!

داؤد نے ہنستے ہنستے کہا:

"اچھا! پھر کل سے اس کی فنکارانہ تربیت کی ذمے داری بھی تم پر۔

میں تو اب اسے مردانگی کی تربیت دوں گا۔"

نفیسہ نے زبان نکال کر شرارت سے کہا:

"پہلے تم خود تو تھوڑے ہنسنا سیکھ لو۔ پھر بچے کو کچھ سکھانا"!

داؤد ہنستے ہوئے آگے بڑھا اور ارحم کو گود میں اٹھا لیا۔

ارحم خوشی سے داؤد کے بازوؤں میں جھولنے لگا۔

داؤد نے مسکرا کر نفیسہ کو دیکھا۔

وہ لمحہ۔ وہ منظر —— خوشیوں کی تصویر تھا۔

# ختم شد

اس ناول کے اختتام پر میری طرف سے کچھ لائنز۔۔!

چاہتیں بھی مقدر کی رہین ہوتی ہیں۔
دعاؤں سے بھی کبھی نہ بدلتی تقدیریں۔

قسمتوں میں چھپی کئی کہانیاں ہوتی ہیں۔
مگر صبر سے نکھرتی ہیں ٹوٹی تصویریں۔

جو پاس ہوں۔ وہ بھی کبھی دور ہو جاتے ہیں۔
جو نصیب میں ہو۔ وہ لوٹ کر آتا ہے۔

اور دور رہ کر بھی کچھ لوگ اپنی جان ہوتی ہیں۔
اور جو نہ ہو۔ وہ خوابوں میں بس جاتا ہے۔